الشیعة والسنة

تحقیق شدہ ایڈیشن

شہیدِ اسلام
امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ

تصنیف

شہید اسلام امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

عطاء الرحمٰن ثاقب شہیدؒ

ادارۃ ترجمان السنۃ

لاہور، پاکستان

ناشر ـــــــــــــــ ادارہ ترجمان السنہ

طبع پنجم ـــــــــــــــ ۱۹۹۹ء

فہرست

❀❀❀❀

عرض مترجم

امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے افراق پر کتابیں لکھ کر اسلام کی خدمت کی ہے۔ تفرقہ نہیں پھیلایا۔ فرق بتایا ہے۔ لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام کی طرف پلٹنے اور اسلام کو صرف قرآن وسنت کے مطابق دیکھنے کی ترغیب دی ہے۔'' [1]

افسوسناک بات یہ ہے کہ گمراہ اور ملحد لوگوں کا رد کرنے کے لیے اگر کوئی کھڑا ہوتا ہے تو اہل سنت ہی میں سے جاہل قسم کے لوگ اسے کہتے ہیں کہ آپ کیوں مسلمانوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں؟ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ ملحد اور گمراہ لوگوں کا رد حق کو بیان کرنا اور اس کو ثابت کرنا، باطل کو مٹانا گروہ بندی اور عنصریت نہیں ہے اور نہ ہی تفرقہ بازی ہے بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔

دین میں تفرقہ پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ آدمی دین کے اندر اپنی طرف سے کوئی نئی بات نکالے اور اصرار کرے کہ اس کی نکالی ہوئی بات کے ماننے پر ہی کفر وایمان کا مدار ہے۔ پھر جو ماننے والے ہوں انہیں لے کر نہ ماننے والوں سے جدا ہو جائے، اسلام کی باطل افکار سے تطہیر فرقہ بندی نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی تصانیف باطل افکار وآراء سے اسلام کی تطہیر کا ذریعہ ہیں اور ڈاکٹر عطیہ سالم صاحب کے الفاظ میں آپ رحمہ اللہ کی کتب ہر اس طالب علم کے ہاتھ میں مضبوط اسلحہ کی مثل ہیں جو دین اسلام کی تعلیمات کا دفاع

---

[1] قومی ڈائجسٹ لاہور، فروری ۱۹۸۷ء صفحہ ۳۰۔

کرنا چاہتا ہو۔

دراصل اعدائے اسلام نے فکری جدوجہد کے ذریعے اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرنا چاہا مگر ہر دور میں علماء ومحدثین کا ایک ایسا گروہ موجود رہا جو ان کی سازشوں کو بے نقاب کرتا اور ان کے خود ساختہ فلسفوں اور عقائد و افکار کا ابطال کرتا رہا۔ آخری دور میں اس گروہ کا سرخیل علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کو قرار دیا جا سکتا ہے جنہوں نے قادیانیت، شیعیت، بابیت، بہائیت، اسماعیلیت، بریلویت اور تصوف کے نام پہ غیر اسلامی فلسفوں اور عقائد کی ترویج کرنے والوں کے خلاف ایک کامیاب جدوجہد کی اور ان کے خلاف صف آراء ہوئے۔ کویت کے شیخ احمد قطان کے الفاظ میں آپ رحمہ اللہ باطل فرقوں کے خلاف ایک متجسد ڈکشنری تھے کہ جنہیں ان فرقوں کے عقائد اور ان کی تردید میں دلائل ازبر تھے۔ آپ جس ملک میں بھی گئے فرق باطلہ کا اس انداز سے علمی و منطقی رد کیا کہ ان کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی اور فکر سلیم کے حاملین کے اذہان میں انقلاب برپا کر دیا۔

زیر نظر کتاب "الشیعة والسنة" مختصر سی ضخامت کے باوجود شیعہ افکار کے سیلاب کو روکنے میں ایک مضبوط بند ثابت ہوئی ہے، ممکن تھا کہ ملائشیا ''انڈونیشیا'' یورپی ممالک، مصر، فلپائن اور دیگر اسلامی وغیر اسلامی ممالک کے مسلمانوں میں شیعہ متعصبین اپنے شیعی انقلاب کے لیے راہ ہموار کرنے میں کامیاب ہو جاتے مگر انہوں نے جہاں بھی اس قسم کی سازش کی یہ کتاب ان کے باطل عزائم کے آگے چٹان بن کر کھڑی ہوگئی۔

اس کے درجنوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ نیز تقریباً ہر زندہ زبان میں اس کا مکمل ترجمہ یا اقتباسات شائع ہو چکے ہیں۔ اردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ کرنے کی اشد ضرورت تھی اور کافی عرصے سے مختلف حلقوں کی طرف سے اس کا مطالبہ ہو رہا تھا چنانچہ ادارہ ترجمان السنہ کی طرف سے اس کا ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے۔

میں نے اس کتاب کا ترجمہ کرتے وقت اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ آسان ترین اسلوب اور الفاظ کو اختیار کیا جائے تا کہ ہر طبقے کا قاری اس سے مستفید ہو سکے۔ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ شیعہ عقائد یہودی سازش کے تحت وضع کیے گئے ہیں اس فرقے کی بنیاد بھی ایک یہودی شخص عبداللہ بن سبا نے رکھی۔

اس کتاب میں سب سے زیادہ تفصیلی بحث اس بنیادی نکتے پہ کی گئی ہے کہ شیعہ دین میں قرآن مجید مکمل کتاب نہیں ہے بلکہ اس میں تحریف وتبدیلی کر دی گئی ہے۔ دیگر موضوعات تقیہ بداء اور سبّ صحابہ کا بھی ذکر موجود ہے البتہ ان موضوعات اور دیگر شیعہ عقائد کی تفصیل علامہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی دوسری کتب میں بیان کی ہے۔

میں نے اس کتاب کے اخیر میں ایک مختصر سا مقالہ ''شیعہ اور عقیدہ ختم نبوت'' کے نام سے تحریر کیا ہے، اس موضوع کی جزئیات تو علامہ صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفات میں موجود تھیں مگر مستقلا اس موضوع کو آپ رحمہ اللہ نے مس نہیں کیا تھا۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی سلیم الفکر شیعہ اپنے مذہب سے تائب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نہ ہی آج تک کوئی شیعہ عالم اس کتاب کا جواب دے سکا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ عرب ممالک کی طرح برصغیر پاک و ہند میں بھی یہ کتاب ان شاء اللہ شیعہ حضرات کے راہ راست پہ آنے کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مصنف کے درجات کو بلند فرمائے اور بندہ عاجز کو بھی اجر وثواب میں شریک فرمائے۔ آمین

عطاء الرحمٰن ثاقب

ادارہ ترجمان السنہ، لاہور

۶ جنوری ۱۹۹۰

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی مُحَمَّد الْمُصْطَفٰی نَبِی الھدی وَالرحمَة وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہ الطاھرین البررة۔ امّا بعد!

امت اسلامیہ کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ آج ہر انتشار واختلاف کا داعی، اتحاد و اتفاق کے بلند و بانگ دعوے کر رہا ہے۔ اہل مکرو دجل کی طرف سے اس لفظ کا استعمال اس قدر عام ہوگیا ہے کہ بہت سے سادہ لوح مسلمان ان کے فریب میں مبتلا ہو کر ان کے پھیلائے ہوئے جال کا شکار ہو چکے ہیں۔

چنانچہ قادیانی [1] جو صلیبی استعمار کے پروردہ اور اسلام کے صاف وشفاف چہرے پر بدنما داغ ہیں وہ بھی اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے زہر آلود عقائد کی نشرواشاعت کے لیے راہ ہموار کر سکیں۔

اسی طرح بہائی [2] جو کہ روس اور انگریز کی پیداوار ہیں وہ بھی اس لفظ کے پردے میں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں۔

ایسے ہی شیعہ جو کہ یہودیوں کی اولاد اور اسلام کا نقاب اوڑھنے والا ایک یہودی گروہ ہے وہ بھی اپنے مکروہ چہرے کو چھپانے کے لیے اور انکشافِ حقیقت کے خوف سے اس لفظ کا سہارا لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ تو اتحاد واتفاق کا نعرہ درحقیقت ایسا کلمہء حق ہے جس کے در پردہ باطل چھپا ہوا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب

---

[1] اس فرقے کے متعلق ہماری مستقل تصنیف ہے "القادیانیة دراسات وتحلیل"

[2] اس فرقے کے متعلق ہماری مستقل تصنیف ہے "البھائیة امام الحقائق والوقائع"

خوارج نے "لا حکم الا للہ" کا نعرہ بلند کیا تو آپ نے فرمایا "کلمة حق یراد بھا باطل" کہ بات تو سچی ہے مگر اس کا محلِ استعمال درست نہیں۔ ❶

تو اتحاد و اتفاق کا نعرہ تو حق ہے مگر اس کے پیچھے باطل کارفرما ہے تاکہ اس خوبصورت نعرے کو بدترین مقاصد کے لیے ڈھال بنایا جا سکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"ایک ایسا زمانہ آئے گا جب باطل اس قدر پَر پرُزے پھیلا چکا ہوگا کہ حق کی تلاش مشکل ہو جائے گی۔" ❷

اور وہ زمانہ یہی ہے کیوں کہ باطل فرقے اتحاد و اتفاق کے نعرے کو ڈھال بنا کر اس انداز سے اپنے باطل افکار کی ترویج میں مصروف ہیں کہ حقیقتاً اسلام کی پہچان مشکل ہوگئی ہے۔ شیعہ فرقے نے کچھ عرصہ سے مسلمان ممالک میں چھوٹے چھوٹے کتابچوں اور پمفلٹوں کی تقسیم شروع کر رکھی ہے، جن میں انہوں نے شیعہ سنی اتحاد کی طرف دعوت دی ہے اس سے ان کا مقصد اہل سنت کو شیعہ بنانا ہے۔ وہ ان کتب و رسائل سے اپنے آپ کو اہل سنت کے نہیں، بلکہ اہل سنت کو اپنے قریب [illegible]نا چاہتے ہیں تاکہ انہیں اپنے فریب کا شکار کر کے شیعہ بنایا جا سکے۔

یہ گروہ چاہتا ہے کہ اہلِ سنت اپنے عقائد سے براءت کا اظہار کر کے شیعہ عقائد کو اختیار کر لیں۔ وہ شیعہ عقائد جو یہودیت کی ایجاد ہیں اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ چاہتے ہیں کہ اہلِ سنّت بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں معاذ اللہ "بدا" کا عقیدہ رکھیں کہ اللہ کو بعض واقعات کا اس وقت تک علم نہیں ہوتا جب تک وہ رونما نہ ہو جائیں۔

اور قرآن مجید کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھیں کہ اس میں تحریف و ترمیم ہو چکی ہے اور یہ

❶ نہج البلاغہ ص ۸۲ مطبوعہ دارالکتاب اللبنانی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۸۰ء۔

❷ نہج البلاغہ ص ۲۰۴ مطبوعہ ایضاً۔

کہ رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی اور دوسرے امام افضل ہیں اور یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معاذ اللہ کفار ومرتدین اور خائن و بد دیانت تھے۔ اور امہات المؤمنین رسول اللہ ﷺ کی دشمن تھیں، اور یہ کہ امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور امام بخاری رحمہم اللہ وغیرہ سب کافر ومرتد تھے۔

یہ تو ہے وہ قبیح اور مذموم مقصد جو ''اتحاد وتقریب'' کے نعرے کے پسِ پردہ کارفرما ہے۔ اور جب اس گروہ کے ان مذموم مقاصد سے عام مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ تو ان کی طرف سے چیخ و پکار شروع ہو جاتی ہیں کہ اس قسم کی تحریروں سے اجتناب کرنا چاہیے اور اتحاد و اتفاق کی فضا قائم رہنی چاہیے۔ [1]

کوئی مسلمان بھی اپنے عقائد سے دستبردار ہو کر اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حرمت وناموس کا سودا کرکے اتحاد امت کے اس خود ساختہ نظریے کو قبول نہیں کر سکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی صاحب ایمان شخص قرآن کریم کے تقدس کو پامال کرنے والے اور تحریفِ قرآن جیسا کفریہ عقیدہ رکھنے والے سے فکری ونظری اتحاد کرلے اور ان کے ان کفریہ عقائد کی تردید کرنے کو وحدتِ امت کے خلاف تصور کرے۔ ایسا اتحاد یقیناً غیر فطری وغیر اسلامی ہے۔ کفار مکّہ نے بھی حضور اکرم ﷺ

---

[1] ایران کے ایک شیعہ عالم لطف اللہ صافی نے اتحاد کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کے ٹائیٹل پر اس نے ''ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم'' آیت درج کی ہے یعنی آپس میں مت جھگڑو تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اس کتاب کے مصنف نے اپنے اسلاف کی طرح تقیہ اور مکر وخداع کی مثال قائم کرتے ہوئے کتاب کے ابتدائی صفحات میں اتحاد کی اہمیت وضرورت پہ زور دیا ہے مگر چند صفحات کے بعد اتحاد و اتفاق کے اس مدعی نے عبقری ءامت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خلاف دریدہ دہنی کی ہے۔ یہی شخص جو مقدمے میں لکھتا ہے کہ محب الدین الخطیب کی کتاب ''الخطوط العریضۃ'' جیسی کتب نہیں لکھی جانی چاہئیں۔ اسی کتاب میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف خبثِ باطن کا اظہار کرکے اپنے موقف کی مخالفت کرتا ہے۔ لطف اللہ صافی اور اس جیسے دوسرے افراد وحدتِ امت کے نام پہ امتِ اسلامیہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

سے ایسے اتحاد کا مطالبہ کیا تھا کہ ان کے بتوں کا ابطال نہ کیا جائے اور شرک کی مذمت نہ کی جائے مگر اس پر اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان نازل ہوا تھا۔

﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ٥ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ٥ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ٥ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ٥ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ٥ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ٥﴾ (الکافرون: ۱۔۶)

''اے میرے پیغمبر! ان کافروں سے کہہ دیجیے کہ اے کفار! جس کی تم عبادت کرتے ہو میں اس کی عبادت کو جائز نہیں سمجھتا۔ اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں تم اس کی عبادت نہیں کر سکتے۔ نہ ہی میں تمہارے خداؤں کو الٰہ مان سکتا ہوں۔ اور نہ ہی تم اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود حقیقی مان سکتے ہو۔ چنانچہ تم اپنا دین اختیار کیے رکھو (میں تمہارے دین کی تصدیق نہیں کر سکتا) میں اپنے دین پہ کاربند رہوں گا۔''

نیز فرمایا:

﴿وَ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ﴾

(البقرۃ: ۱۳۹)

''ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ ہم تو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو ماننے والے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ٥﴾ (یوسف: ۱۰۸)

''اے پیغمبر! (ﷺ) فرما دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اور میرے پیروکار اس کی طرف علی وجہ البصیرت دعوت دیتے ہیں، پاک ہے اللہ کی

ذات میں اس کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۝ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ﴾

(الفاطر: ۱۹ ـ ۲۲)

یعنی...... "نابینا اور بینا، تاریکی اور روشنی، سایہ اور گرمی کی تپش برابر نہیں ہو سکتے اور نہ ہی زندہ اور مردہ برابر ہو سکتے ہیں۔"

اسلام جو ہمیں اتحاد کا تصور دیتا ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی اختلاف ہو کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے، چنانچہ ہر وہ فرقہ جو کتاب وسنت کی طرف رجوع نہیں کرتا وہ اتحاد کی دعوت میں مخلص نہیں ہو سکتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۝ ﴾ (النساء: ۵۹)

"اے ایمان والو! اللہ، رسول اور اربابِ حل وعقد کی اطاعت کرو اور اگر تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرو اگر تمہارا اللہ اور یومِ آخرت پہ ایمان ہے۔"

چنانچہ وحدتِ امت کے وہ تمام تصورات غیر اسلامی ہیں جن میں تصحیح عقائد اور رجوع الی الکتاب والسنہ کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ اختلاف ختم کرنے کا واحد حل یہی ہے کہ اپنے عقائد وافکار کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ڈھالا جائے۔

شیعہ گروہ بھی اگر رفعِ اختلاف میں مخلص ہے تو انہیں سبِ صحابہ کرامؓ جیسے یہودی

عقیدے سے اظہار برأت کرنا ہوگا کیوں کہ یہ عقیدہ واضح طور پر قرآنی آیات سے متصادم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبة : ١٠٠)

''وہ مہاجرین وانصار جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی، اِن پر اور ان کے اچھے طریقے سے اتباع کرنے والوں پر اللہ راضی ہوگیا اور وہ ان سے راضی ہوگئے، اللہ نے ان کے لیے جنت بنائی ہے جس کے درختوں تلے سے نہریں بہتی ہیں وہ اس میں تا ابد رہیں گے، یقیناً یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

نیز ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح : ١٨)

یعنی ''اللہ نے مومن (صحابہ کرام) کو اپنی رضا مندی سے نوازا جب وہ (اے نبی ﷺ!) درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔''

اسی طرح ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((لا تمسّ النار مسلماً رآني او رأى من رآني)) [1]

یعنی ''کسی ایسے مسلمان کو جس نے (ایمان کی حالت میں) مجھے دیکھا یا میرے صحابہ کو دیکھا جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

[1] جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل من رأی النبی ﷺ و صحبه، رقم الحدیث: ٣٨٥٨ عن جابر بن عبداللہ وھو حسنٌ.

((اللـه الله في اصحابي لا تتخذوهم غرضاً من بعدي ، فمن احبّهم فبحبّي احبّهم ، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم ، ومن آذاهم فقد آذاني ، ومن آذاني فقد آذى الله ، ومن آذى الله فيوشك ان يأخذه)) [1]

''اے لوگو! میرے صحابہ کے متعلق گفتگو کرتے وقت اللہ سے ڈرا کرو، میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا، ان سے وہی محبت کرے گا جسے مجھ سے محبت ہوگی اور ان سے وہی بغض رکھے گا جسے مجھ سے بغض ہوگا، جس نے انہیں تکلیف دی گویا اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی گویا اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی وہ یقیناً اس کا مواخذہ کرے گا۔''

ان آیات واحادیث کے مطالعہ کے باوجود بھی اگر کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف سینے میں بغض وعناد رکھے تو اس سے اتحاد کرنا خلاف شریعت ہے۔

اسی طرح اگر یہ گروہ واقعی اتحاد بین المسلمین کا داعی ہے تو اس گروہ کو تحریفِ قرآن کے عقیدے سے تائب ہونا ہوگا اور یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ موجودہ قرآن مجید ہر لحاظ سے مکمل ہے اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے اور اس کی ترتیب وحی الٰہی کے مطابق ہے، شیعہ گروہ کو ایسے تمام افراد سے اظہار برأت کرنا ہوگا جو اس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں خواہ وہ ان کے محدثین ومفسرین اور قدیم فقہاء ومورخین ہی کیوں نہ ہوں کیوں کہ تحریفِ قرآن مجید کا عقیدہ اتحادِ امت کے لیے زہر قاتل ہے۔

اسی طرح شیعہ گروہ کو تقیہ جو کہ کذب ونفاق کا دوسرا نام ہے سے بھی اظہار برأت کرنا ہوگا اور کذب ونفاق کو تقدس کا درجہ دینے کی بجائے کلیۃً اس سے اجتناب کرنا ہوگا۔

---

[1] جامع ترمذی ، کتاب المناقب باب فی من سب اصحاب النبی ﷺ ، رقم: ٣٨٦٢.

ان یہودی اور مجوسی عقائد سے توبہ کیے بغیر ''شیعہ سنی اتحاد'' کا نعرہ محض فریب اور لایعنی ہی نہیں بلکہ امتِ اسلامیہ کے خلاف ایک گھناؤنی سازش بھی ہے، اسی نعرے کی وجہ سے اس گروہ کو اہل اسلام کے خلاف سازشیں کرنے اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا موقعہ ملا، یہ نعرہ دراصل اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے راہ ہموار کرتا ہے، اس نعرے کی وجہ سے ہی یہودیوں اور مجوسیوں اور دوسرے اعداءِ اسلام کو مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر انہیں نقصان پہنچانے اور اسلامی عقائد کو مسخ کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ آپ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو آپ کو اس میں ایک شیعہ راہنما ابن علقمی نظر آئے گا جس نے سقوطِ بغداد میں کلیدی کردار ادا کیا، اپنے آپ کو فاطمی کہلانے والے شیعہ نظر آئیں گے جنہوں نے بارہا کعبۃ اللہ کی حرمت کو پامال کیا اور اکابرینِ اسلام کو تہِ تیغ کیا، آپ کو شیعہ ''قزلباش'' خاندان میں سے یحیٰی خان نظر آئے گا جس نے ہندوؤں سے مل کر سقوطِ مشرقی پاکستان میں بنیادی کردار ادا کیا۔ یہ سارا کچھ اسی نعرے کی وجہ سے ہوا۔ یہ نعرہ اتحاد کے لیے مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنے کے لیے لگایا جاتا ہے۔ اتحادِ امت کا راز صرف اور صرف اتباعِ کتاب وسنت میں پنہاں ہے۔ متبعینِ کتاب وسنت کا اتحاد ہی ''اتحاد بین المسلمین'' کہلا سکتا ہے، اسلامی عقائد سے انحراف کر کے اور غیبت ورجعت جیسے یہودی ومجوسی عقائد کو اختیار کر کے اتحاد کے نعرے کا مقصد شریعتِ اسلامیہ کو مسخ کرنا اور امت میں تفریق پیدا کرنا تو ہو سکتا ہے۔ ایسے نعرے سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

یہ کہنا کہ اس قسم کا اتحاد مسلمانوں کی قوت کا باعث بن سکتا ہے یا اس قسم کے اتحاد سے ہم اعداءِ اسلام کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بالکل عبث (فضول) ہے اس لیے کہ اللہ ورسول ﷺ کے نزدیک صرف اس اتحاد کی اہمیت ہے جو اللہ ورسول ﷺ کی اتباع کرنے والوں اور خالص اسلامی عقائد کو اختیار کرنے والوں کے درمیان ہو، اور صرف ایسے لوگ ہی عند اللہ مومنین ہیں، اور انہی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَ كَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ (الروم: ٤٧)
یعنی ''اصحابِ ایمان کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔''
نیز ﴿وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ﴾ (آل عمران: ١٣٩)
''اگر تم کامل مومن بن جاؤ تو ساری کائنات پہ تمہاری بالادستی قائم ہو جائے گی۔''

جب تک اسلامی عقائد میں اجنبی افکار کی آمیزش نہیں ہوئی تھی اللہ کی طرف سے نصرت وتائید کا سلسلہ جاری رہا، یہی وجہ ہے کہ صدیق وفاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کا دور فتوحات اور مسلمانوں کے تسلط کا دور تھا مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہودیت کو اسلامی عقائد سے اپنے افکار کو پیوند کرنے کا موقعہ ملا تو یکدم فتوحات کا سلسلہ رُک گیا اور حالات مسلمانوں کے لیے ناسازگار ہوگئے۔ [1]

نکتۂ استشہاد یہ ہے کہ جب تک ملت اسلامیہ صرف کتاب وسنت پہ عمل پیرا رہی اور اس نے کسی دوسرے فلسفے یا نظریے کی طرف رجوع نہیں کیا وہ متحد ومتفق رہی اور اللہ کی نصرت وتائید انہیں حاصل رہی اور جوں ہی اس نے دوسرے افکار کو اپنا لیا تو انتشار کا شکار ہوگئی۔ چنانچہ اتحاد بین المسلمین کی اساس صرف اتباعِ کتاب وسنت ہے۔ اس سے سرِ مو انحراف اتحادِ امت کے لیے زہرِ قاتل ہے۔ خلاصۂ مبحث یہ ہوا کہ شیعی افکار خالصتاً یہودی ومجوسی افکار ہیں، ان کے افکار کو قبول کر لینا انتشار و افتراق کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔

وحدت واتحاد کی دعوت ہے اور اگر شیعہ، بابی، بہائی، قادیانی، اسماعیلی اور دیگر باطل فرقے اتحاد کا نام لیتے ہیں تو وہ محض دھوکہ اور فریب ہے، مسلمانوں کو اس دھوکہ

---

[1] اس جگہ مصنف رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چند اقوال نقل کیے ہیں جو کہ شیعہ کی مذمت میں ہیں اور چونکہ وہ تمام اقوال کتاب کے آخر میں دوبارہ ذکر کیے گئے ہیں اس لیے ان کے ترجمے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ (ثاقب)

میں مبتلا ہو کر انہیں عقائد اسلامیہ کو مسخ کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔

اس کتاب کی تالیف کا محرک بھی یہی ہے کہ اہلِ سنّت کو خبردار کیا جائے کہ شیعہ دین، یہودیوں کا ایجاد کردہ و پروردہ ہے جو کہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن اور مسلمانوں اور ان کے اسلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سب سے بڑے مخالف تھے۔ انہوں نے اسلام اور اہلِ اسلام سے انتقام لینے کی غرض سے اس دین کو ایجاد کیا اور اس پہ اسلام کا نقاب چڑھانے کی کوشش کی تاکہ وہ مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر اپنے افکار کی ترویج کر سکیں اس کتاب میں ہم نے شیعہ قوم کا جو قرآن مجید کے متعلق عقیدہ ہے اسے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، اور ایسے ایسے شواہد و مستند دلائل کا ذکر کیا ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے اس کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب میں ان کا ذکر نہیں ملے گا۔ اسی طرح اس کتاب میں ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کذب و نفاق جسے وہ تقیہ کا نام دیتے ہیں پوری شیعہ قوم کا شعار ہے، اور وہ اُسے اللہ کے نزدیک تقرب کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان مباحث کے ضمن میں شیعہ کے دوسرے عقائد مثلاً، عقیدہ بداء، سبّ صحابہ و ازواج مطہرات، تفضیل ائمہ اصولِ دین شیعہ و اہلِ سنت کے مابین اختلاف کے اسباب کا ذکر بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مختصر سی کتاب دینِ شیعہ کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس سے اہل سنت بھی استفادہ کر سکتے ہیں اور وہ سادہ لوح شیعہ بھی جنہیں اپنے مذہب سے آگاہی نہیں اور وہ صرف حبّ اہلِ بیت کے دھوکے کی وجہ سے اس دین کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ ان سادہ لوح شیعہ افراد کو شیعہ دین کی اصلیت سے آگاہ کیا جائے تاکہ انہیں اِس دین سے اظہار برأت کی توفیق ہو سکے اور وہ اپنی عاقبت سنوار سکیں۔ جہاں تک ان کے واعظین و علماء کا تعلق ہے وہ اس دین کی اصلیت لوگوں کو اس لیے نہیں بتلاتے کہ انہیں اپنے دین کو چھپانے اور اُسے ظاہر نہ کرنے کا حکم

دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب ایک شیعہ روایت ہے۔

((انكم على دين من كتمه اعزه الله ومن اذاعه اذله الله)) ❶

یعنی ''حضرت جعفر صادق نے اپنے شیعہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا دین ایک ایسا دین ہے کہ جو اُسے چھپائے گا اللہ اسے عزت دے گا اور جو اس کی اشاعت کرے گا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔''

ہم نے اپنی اس کتاب میں اس امر کا شدت سے التزام کیا ہے کہ کوئی غیر مستند شیعی نص ذکر نہ کی جائے اور ہر نص اور عبارت کا حوالہ دیا جائے۔ اس سلسلہ میں اس امر کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ وہ نص شیعہ کی مشہور و معتبر کتاب میں موجود ہو۔ ❷

ہمارا ارادہ ہے کہ اس کتاب کے بعد ایک اور تصنیف کا اضافہ کیا جائے تاکہ جن موضوعات کا احاطہ نہیں ہوسکا ان کا احاطہ کیا جا سکے۔ ❸

۲۲ مئی ۱۹۷۳ء　　　　احسان الٰہی ظہیر

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ　　　　لاہور

❀❀❀❀

---

❶ اصول کافی از کلینی۔ اس کا ذکر باب ''الشیعة والكذب'' میں مفصلاً آئے گا۔

❷ لطف اللہ صافی نے ''السهم المصيب فى الرّد على الخطيب'' لکھ کر یہ گمان کرلیا تھا چونکہ محب الدین الخطیب دنیا میں نہیں رہے اس لیے شاید اس کتابچے کا جواب کسی طرف سے نہ دیا جائے اور یوں وہ لوگوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہوجائے مگر اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے فضل سے حق کا دفاع کرنے والے اب بھی موجود ہیں۔ ہمیں صافی کے اس رسالے کا تھوڑی دیر پہلے ہی علم ہوا جب ہم نے گزشتہ برس حج کے لیے سعودی سفر کیا۔ اگر اس سے قبل ہمیں اس کا علم ہوجاتا تو ہم کب کے یہ قرض چکا چکے ہوتے اس لیے جواب میں تاخیر کی وجہ سے کوئی دھوکے میں نہ رہے۔

❸ الحمدللہ مصنف رحمہ اللہ کی اس موضوع پر اس تصنیف کے بعد چار مزید کتب شائع ہوچکی ہیں:

(۱) الشيعة واهل البيت　　(۲) الشيعة والقرآن

(۳) الشيعة والتشيع　　(٤) بين الشيعة واهل السنة

باب اوّل:

شیعیت کا آغاز

جب سرورِ گرامی قدر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کا آفتاب طلوع ہوا اور اس کی کرنوں سے کفر وشرک کی ظلمتیں چھٹنے لگیں تو کفر وشرک کے حاملین اسی وقت پیغمبر اسلام اور آپ کی تعلیمات کے خلاف محاذ آراء ہو گئے اور انہوں نے پہلے تو میدانِ جنگ میں بالمقابل صف بندی کر کے دُوبدو مسلمانوں کو شکست دینا چاہی مگر جب ان کی تمام تر تدابیر مسلمانوں کے ایمان ویقین کے سامنے نہ ٹھہر سکیں اور جذبہ جہاد سے سرشار کائنات کی عظیم ہستی کے عظیم ساتھیوں نے میدان جہاد میں اربابِ کفر وشرک کو پسپا کر دیا تو انہوں نے ایک نیا لبادہ اوڑھ کر فکری محاذ پر مسلمانوں کی قوت وشوکت کو پارہ پارہ کرنے کی خفیہ جدو جہد شروع کر دی۔

چنانچہ جزیرۂ عرب میں یہودی لابی، ایران میں مجوسی عناصر اور برصغیر میں ہنود واہل اسلام کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ﴾ (الصف : ۸)

''مخالفینِ اسلام اللہ تعالیٰ کے جلائے ہوئے چراغ کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ بھی اپنے نور کو مکمل کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہے خواہ یہ بات کافروں کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔''

اسلامی عقائد کی دیوار میں سب سے پہلے جس شخص نے نقب لگانے کی کوشش کی وہ منافق ''عبداللہ بن سبا یہودی'' کے نام سے معروف ہے وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر

کر کے مسلمانوں کی صفوں میں داخل ہوا اور کفریہ عقائد کی ترویج کے لیے اپنی کوششیں شروع کر دیں۔ یہ ناپاک اور بدطینت شخص اپنے سینے میں اسلام کے خلاف بغض وحقد چھپائے حبِّ اہل بیت کا لبادہ اوڑھے اور اپنے مکروہ چہرے پر اسلام کا ماسک لگائے ہوئے اُن سادہ لوح افراد کو مکر و دجل کے جال میں پھنسا کر صحیح اسلامی عقائد سے منحرف کرنے لگا جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق روم وفارس کی سلطنتوں کے فتح ہونے کے بعد دین اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ (النور: ۵۵)

''اللہ تعالیٰ کا شریعت اسلامیہ کے مطابق عمل کرنے والے اہل ایمان سے وعدہ ہے کہ وہ انہیں اقتدار عطا فرمائے گا اور دین اسلام کو مضبوط اور غالب فرمائے گا اور مسلمانوں کے خوف کو امن وسکون میں تبدیل کر دے گا۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور روم وفارس کی سلطنتوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ یہ عظیم الشان فتوحات یہودیوں اور ایرانی مجوسیوں کو گوارا نہ تھیں چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے عقائد وافکار میں نقب زنی کر کے غیر اسلامی افکار ونظریات داخل کرنا چاہے کیوں کہ ان کے اسلاف قیصر وکسریٰ، بنو قریظہ اور بنو نضیر میدان جنگ وقتال میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے اور انہیں ختم کرنے کی کوشش کا تجربہ دہرا چکے تھے اور اس میں انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا تو یہودیوں اور مجوسیوں کے باہمی اشتراک عمل نے عبداللہ بن سبا کو جنم دیا۔ اور یہاں سے تشیع یعنی شیعہ ازم کا آغاز ہوا۔ ابن سبا نے اسلامی سلطنت کے فرمانروا، داماد رسول ﷺ ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا اس نے دُور دراز کے علاقوں کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

خلاف بے بنیاد الزامات عائد کیے، بہت سے یہودی اور مجوسی اس کے معاون بن گئے اور یوں انہوں نے اسلامی سلطنت میں ایک خفیہ تنظیم قائم کر لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا لبادہ اوڑھ کر پوری سلطنت میں اپنے نمائندوں کا جال پھیلا دیا۔

اس گروہ نے ''ولایت علی رضی اللہ عنہ'' کو بنیاد بنایا اور اپنے پیروکاروں میں ایسے عقائد کی نشر واشاعت شروع کر دی جن کا دین اسلام کے بنیادی ارکان سے کوئی تعلق نہ تھا یہ لوگ خود کو ''شیعانِ علی'' کہنے لگے جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے اور ان کے عقائد سے بریُ الذمہ تھے۔

اس طرح سے عبداللہ بن سبا اپنے یہودی اور مجوسی معاونین کے تعاون سے امّتِ اسلامیہ میں ایک ایسا فرقہ پیدا کرنے کی کوشش میں کامیاب ہوگیا۔ جو اسلام اور اہل اسلام کے لیے آگے چل کر ناسور کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس فرقے نے اسلامی عقائد کو شدید نقصان پہنچایا اور مسلمانوں کے اسلاف کے خلاف انتقامی موقف اختیار کیا۔

عبداللہ بن سبا شیعی عقائد کا بانی ہے۔ اس کا اعتراف خود شیعہ کے بعض مؤرخین نے بھی کیا ہے چنانچہ شیعہ مؤرخ ''الکشی'' جو کہ ان کے متقدم علمائے رجال میں سے ہے اور جس کے بارہ میں شیعہ علماء لکھتے ہیں کہ وہ جید عالم، صحیح العقیدہ اور مستقیم المذہب ہے، اس کی کتاب علم رجال کے موضوع پر انتہائی اہم، قدیم اور بنیادی مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، کتاب کا پورا نام "معرفۃ الناقلین عن الائمۃ الصادقین" ہے جو رجال الکشی کے نام سے معروف ہے۔" [1]

یہ نامور شیعہ مؤرخ [2] اپنی کتاب میں رقمطراز ہے:

---

[1] مقدمہ رجال الکشی حالات مصنف۔

[2] اس کا پورا نام ہے ابوعمرو بن عبدالعزیز الکشی ہے۔ چوتھی صدی کے شیعہ علماء میں سے تھا، شیعی روایات کے مطابق اس کا گھر اس وقت کے شیعہ کا مرکز تھا۔

''بعض اہل علم سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا، پھر وہ مسلمان ہوگیا اور حضرت علی علیہ السلام سے اظہار محبت کرنے لگا، اور اس کا جو عقیدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کے بارے میں تھا بعینہٖ وہی عقیدہ اس نے حضرت علیؓ کے متعلق اختیار کیا وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی کے مخالفین کی تکفیر کی۔ اسی بنا پر شیعہ کے مخالفین کہتے ہیں کہ تشیّع (شیعہ ازم) یہودیت سے ماخوذ ہے۔'' ❶

یہی روایت شیعہ محدث ومؤرّخ مامقانی نے الکشی سے اپنی کتاب ''تنقیح المقال'' میں نقل کی ہے۔ ❷

اسی طرح شیعہ مؤرخ نوبختی جس کے بارہ میں مشہور شیعہ ماہرِ علم رجال نجاشی کہتا ہے:

''الحسن بن موسیٰ ابومحمد النوبختی بہت بڑے شیعہ متکلم، اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھنے والے اور جید عالم تھے۔ ❸

شیعہ مؤرخ طوسی، نوبختی کے متعلق لکھتا ہے:

''امام ابومحمد نوبختی بہت بڑے متکلم (علم کلام کا ماہر) فلسفی، اور صحیح العقیدہ شیعہ عالم تھے۔ ❹

نوراللہ تستری نوبختی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

''نوبختی، شیعہ فرقہ کے اکابرین میں سے ہیں وہ بہت بڑے متکلم اور فلسفی تھے۔ ❺

---

❶ رجال الکشی ص ۱۰۱ مطبوعہ مؤسسة الأعلمی کربلاء – عراق

❷ تنقیح المقال از مامقا ج۲ ص ۱۸۴ / مطبوعہ طہران۔

❸ الفہرست از نجاشی ص ۴۷ مطبوعہ بھارت ۱۳۱۷ھ۔

❹ فہرست الطوسی ص ۹۸ مطبوعہ بھارت ۱۸۳۵ء

❺ مجالس المؤمنین از تستری ص ۱۷۷ مطبوعہ ایران۔

یہ شیعہ مؤرخ ''نوبختی'' اپنی کتاب ''فرق الشیعة'' میں لکھتا ہے:

''عبداللہ بن سبا ابوبکر، عمر، عثمان اور دیگر صحابہ پر طعن و تشنیع کا آغاز کرنے والوں میں سے تھا۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ علی علیہ السلام نے اُسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی کو جب علم ہوا تو آپ نے اُسے گرفتار کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اسے گرفتار کر کے لایا گیا۔ اعتراف کرنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔'' [1]

مگر اس کے ساتھی چیخ اٹھے کہ اے امیر المومنین! آپ ایسے شخص کو کیوں قتل کروا رہے ہیں جو اہل بیت سے محبت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے جس پر حضرت علی نے اسے جلاوطن کر کے ایران کے شہر مدائن کی طرف بھیج دیا۔

نوبختی لکھتا ہے:

''اہل علم سے روایت ہے کہ یہ شخص یہودی تھا پھر وہ اسلام قبول کر کے علی علیہ السلام کا معتقد ہوگیا۔ اسلام قبول کرنے سے قبل وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کے متعلق جو عقائد رکھتا تھا اسی قسم کے عقائد کا اظہار

---

[1] مصنف رحمہ اللہ ایک شیعہ عالم لطف اللہ صافی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:
اے صافی! اس بات پر غور کرو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق وفاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے خلاف زبان طعن دراز کرنے والے عبداللہ بن سبا کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اسی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے راشدین سے محبت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ جب کہ تمہارا یہ حال ہے کہ تم صحابہ کرام کی تکفیر و تفسیق بھی کرتے ہو اور پھر یہ بھی کہتے ہو کہ ہاں! یہ بعض شیعہ کو اجتہاد ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہو کہ یہ بات شیعہ سنی اتحاد میں رکاوٹ نہیں بننی چاہیے۔
صافی اور اس کے ہمنوا سن لیں! شیعوں سے اس وقت تک اتحاد نہیں ہوسکتا جب تک وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے بارہ میں وہی عقیدہ نہ رکھیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے خلاف طعن و تشنیع کرنے والوں کو واجب القتل سمجھتے تھے اسی لیے انہوں نے ابن سبا کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ فتنہ وفساد سے بچنے کی خاطر اور کسی مصلحت کے پیش نظر اُسے جلاوطن کرنے پر ہی اکتفا کرلیا۔

اس نے علی علیہ السلام کے بارہ میں کیا۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے علی علیہ السلام کی امامت وولایت کی فرضیت اور آپؑ کے دشمنوں سے برأت کے عقیدے کا پرچار کیا۔ اسی بنا پر شیعہ کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ شیعہ مذہب کی بنیاد یہودیت پر رکھی گئی ہے۔"

نوبختی مزید لکھتا ہے:

"جب عبداللہ بن سبأ کو حضرت علیؓ کے انتقال کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ اگر کوئی شخص ان کے جسم اطہر کے ستر ٹکڑے بھی مجھے دکھا دے اور ستر عینی شاہد ان کے قتل کی گواہی دیں میں تب بھی یہی کہوں گا کہ ان کی موت واقع نہیں ہوئی کیوں کہ میرا عقیدہ ہے کہ جب تک وہ پوری دنیا پر قبضہ نہیں فرما لیتے ان پر موت نہیں آ سکتی۔" [1]

یک شیعہ مؤرخ اپنی کتاب "روضة الصفا" میں لکھتا ہے:

"عبداللہ بن سبا کو جب علم ہوا کہ مصر میں عثمان بن عفان کے مخالفین موجود ہیں تو وہ مصر چلا گیا۔ وہاں جا کر اس نے بظاہر تقویٰ وطہارت کا لبادہ اوڑھ لیا اور جب اسے کچھ ہمنوا میسر آ گئے تو اس نے اپنے نظریات پھیلانا شروع کر دیئے اس نے کہا کہ ہر نبی کا ایک وصی اور نائب ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور نائب حضرت علی (رضی اللہ عنہ) ہیں۔"

اس نے یہ بھی کہا:

"امت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ظلم کیا ہے، ان کا حق غصب کیا ہے وہ خلافت کے حق دار تھے ان سے ان کا یہ حق چھینا گیا ہے اور چھیننے والے ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) تھے اور اب عثمان بن عفان نے ان کا حق غصب کیا ہوا

---

[1] فرق الشیعہ از نوبختی ص ۴۳، ٤٤ مطبوعہ نجف، عراق ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۹۵۹ء۔

ہے چنانچہ ان کے خلاف بغاوت کر کے حضرت علی کی بیعت کرنا ہمارا فرض ہے بہت مصری اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کے ساتھی بن گئے اور عثمان بن عفان کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا۔'' ❶

یہ ہیں خود شیعہ مؤرخین کی گواہیاں اور واضح نصوص جن سے ہم نے درج ذیل اشارات اخذ کیے ہیں۔

اولاً : یہودیوں کی طرف سے اسلام کے لبادہ میں عبداللہ بن سبا کی قیادت میں ایک گروہ کی ایجاد جو بظاہر مسلمان کہلائے۔ مگر در پردہ اسلام کا دشمن اور کفر وارتداد کا حامی ہو۔

ثانیاً : مسلمانوں کے درمیان انتشار پھیلانے کی گہری سازش جس میں یہودی گروہ کے بعد امت اسلامیہ واضح طور پر گروہ بندی کا شکار ہوگئی اور فتوحات کا وہ طویل سلسلہ رک گیا جس کا آغاز سرور کائنات ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں ہو چکا تھا اور دنیا کے خطے خطے پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا تھا اور یہ ساری سازش ابن سبا اور اس کی تنظیم کی طرف سے تیار کی گئی اور ''حب علی'' کے نام سے پروان چڑھی۔ ❷

سبائیوں کی کاروائیوں کے نتیجہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت واقع ہوئی اور پھر اس کے بعد فتنہ وفساد کا ایک دروازہ کھلا کہ آج تک اسے بند نہیں کیا جا سکا۔ آج بھی تیرہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ابن سبا کی معنوی اولاد ابن سبا کے مشن کی

---

❶ روضة الصفا فارسی ج ۲ ص ۲۹۲ مطبع ...

❷ مصنف نے یہ سارے حقائق اور تاریخی شواہد اپنی کتاب ''الشیعہ والتشیع'' میں بیان فرمائے ہیں اور مستند حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف طعن وتشنیع اور جنگ جمل وغیرہ کے پیچھے سبائیوں کا خفیہ اور واضح ہاتھ کارفرما تھا۔ اس کتاب کا ترجمہ بھی ان شاء اللہ عنقریب منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔

تکمیل میں مصروف ہے۔

ثالثاً...... : ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف بغض وحقد پر مبنی عقائد کی ترویج۔ یہودیوں کا مقصد تھا کہ وہ مسلمانوں کی تاریخ کو اتنا داغدار کر دیں اور اسے اس قدر معیوب بنا کر پیش کریں کہ ان کی نسلیں اپنی تاریخ پر فخر کرنے کی بجائے اس سے نفرت کا اظہار کریں اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے کارناموں پر رشک کرنے کی بجائے ان کی عیب جوئی میں مصروف رہیں۔

یہودی اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئے اور مسلمانوں میں سے ہی ایسا گروہ پیدا کر دیا جو رسول اللہ ﷺ کے اولین پیرو کاروں اور آپ ﷺ کے دست وبازو بن کر رہنے والے، آپ کے لائے ہوئے دین کو کائنات تک پہنچانے والے، آپ ﷺ کے پرچم تلے جہاد کر کے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں لٹانے والے، آپ کے اشارہ ابرو پر اپنا تن من نچھاور کرنے والے، ہاتھوں میں قرآن اور سینوں میں نور ایمان لیے اللہ کی زمین پر اللہ کا نام بلند کرنے والے، اسلام کے پودے کی اپنے خون سے آبیاری کرنے والے نبی کائنات ﷺ کے محبّ، متبع، اطاعت گزار اور وفا شعار، مقدس اور پاکباز ساتھیوں کے خلاف زبانِ طعن دراز کرنے لگا۔ ان کی قربانیوں کو ان کے عیوب بنا کر پیش کرنے لگا۔ ان کے نقش قدم پر چلنے کی بجائے ان پر طعن وتشنیع کے نشتر چلانے لگا۔ اور یوں اس گروہ نے گویا خود رسول اللہ ﷺ پر تنقید کی کہ آپ ﷺ اپنی مسلسل جدو جہد کے باوجود بھی ایسے ساتھی تیار کرنے میں ناکام رہے۔ جو آپ کے وفادار اور سچے پیرو کار ثابت ہوتے۔ آپ اپنے ساتھیوں کی تربیت نہ کر سکے۔ وہ معاذ اللہ بظاہر تو آپ کے ساتھ رہے مگر حقیقت میں ان کے دلوں میں نفاق تھا اور وہ محض اقتدار کی خاطر آپ سے وابستہ رہے۔

اس عقیدے کے بعد سورۃ النصر کا کیا مفہوم باقی رہ جاتا ہے؟ جس میں اللہ تعالیٰ

نے اپنے پیغمبر کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ o وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا o فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا o﴾

(النصر: ۱۔۳)

''یعنی جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے اور اے ہمارے نبی ﷺ! آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی تعریف وتسبیح اور استغفار کریں کہ وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

تو اگر معاذ اللہ نبی ﷺ کے ساتھی کفار ومرتدین تھے تو وہ کون لوگ ہیں جو جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہوئے؟

رابعاً...... یہودیوں کی طرف سے قرآن وحدیث پر اعتماد ختم کرنے کی کوشش، انہوں نے عام صحابہ کرامؓ کی تکفیر کی، اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست فیض یافتہ، اور آپ ﷺ سے قرآن سُن کر لوگوں تک پہنچانے والے ہی معاذ اللہ کفّار ومنافقین ٹھہریں گے تو ان کے جمع کردہ قرآن پر کون اعتماد کرے گا اور یوں قرآن کریم کی صحت مشکوک ہو جائے گی اور مسلمان کتاب ہدایت سے محروم ہو جائیں گے یا اس پر عمل کرنا ترک کر دیں گے۔

اسی وجہ سے سبائیوں نے آگے چل کر یہ عقیدہ بھی اختیار کر لیا کہ نہ صرف صحابہؓ کا ایمان مشکوک ہے بلکہ ان کا جمع کردہ قرآن بھی تحریف وتبدیلی سے محفوظ نہیں ہے، اور یہ کہ اصل قرآن اُس بارہویں امام کے پاس ہے جو غار میں چھپا ہوا ہے۔ اس کا مفصل بیان آگے آئے گا۔

جو لوگ عیاذاً باللہ قرآن کریم میں خیانت اور تحریف کرنے سے باز نہیں آئے وہ

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بیان کردہ اس کی تفسیر وتوضیح اور آپ کے ارشادات وفرامین میں ردّ وبدل سے کیوں کر باز رہیں گے۔ اور اس عقیدے کے بعد قرآن کے علاوہ حدیث کی صحت بھی مشکوک ہو جائے گی اور اسلام کی ساری بنیاد ہی منہدم ہو کر رہ جائے گی۔ یہودی اس میں بھی کامیاب ہوئے اور شیعہ قوم نے اس عقیدے کو بھی اپنے عقائد میں شامل کر لیا۔ چنانچہ ان کے نزدیک نہ موجودہ قرآن اصلی ہے اور نہ ہی حدیث کی کتب قابل اعتماد ہیں۔

شیعہ قوم کے عقائد کے مطابق اب مسلمانوں کی ہدایت وراہنمائی کے لیے کوئی کتاب موجود نہیں۔ اصلی قرآن غار میں بند ہے چنانچہ بارہویں امام کے غار سے نکلنے کا انتظار کیا جائے جو قیامت تک نہیں نکلے گا اور حدیث ویسے ہی اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔

خامساً......: یہودی عقیدہ ''عقیدۂ وصایت وولایت'' کی ترویج اس عقیدے کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ حدیث میں۔ یہودیوں نے یہ عقیدہ محض اس لیے پھیلایا کہ وہ صحابہ کرام کی تکفیر کر سکیں کیوں کہ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ اپنا وصی، نائب، اور خلیفہ مقرر فرما کر گئے تھے تو آپ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت فرض تھی اور یوں خلفائے ثلاثہ کی خلافت اور مسلمانوں کی طرف سے ان کی بیعت باطل ٹھہرتی ہے اور وہ غاصب، خائن اور ظالم قرار پاتے ہیں، اور نبی اکرم ﷺ کی صریح نص اور آپ کے واضح حکم کی مخالفت کی وجہ سے ان کا ایمان سلامت نہیں رہتا چنانچہ اسی وجہ سے ''عقیدۂ وصایت'' کو اختیار کیا گیا۔ تاکہ اسے بنیاد بنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی جا سکے اور پھر اس کے ذریعہ سے قرآن وحدیث کی صحت کو مشکوک قرار دے کر اسلامی عقائد کو باطل قرار دیا جا سکے۔

شیعہ قوم کے نزدیک اس عقیدے کی اہمیت تمام ارکان اسلام سے زیادہ ہے ان

کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصایت ونیابت کا اقرار عین ایمان اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا اقرار عین کفر ہے۔ اور اس عقیدے کے بعد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین ومفسرین اور ائمہ وفقہاء میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں رہتا۔

یہودی، حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصی ونائب قرار دیتے ہیں اور شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی ونائب قرار دیتے ہیں۔ تو یہ عقیدہ خالصۃً یہودی عقیدہ ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں یہ عقیدہ مسلمانوں کو کافروں سے جہاد کی بجائے آپس میں دست وگریبان کرنے کے لیے ابن سبا نے پھیلایا اور یہ بات شیعہ مؤرخین ''کشی'' اور ''نوبختی'' کی گزشتہ عبارتوں پر ذرا سا بھی غور کرنے سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔

سادساً......: دوسرے یہودی افکار ونظریات کی اشاعت مثلاً عقیدۂ رجعت، تصرف، بداء اور علم غیب ودیگر عقائد کا ذکر آگے آئے گا۔

یہ تمام کے تمام یہودی عقائد ابن سبا اور اس کے دوسرے یہودی ساتھیوں نے مسلمانوں میں پھیلائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابن سبا کی ان سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہ تھا جیسا کہ نوبختی کے حوالے سے پیچھے گزر چکا ہے اس کی تائید ''طوق الحمامة في مباحث الامامة'' میں یحییٰ بن حمزہ زیدی نے بھی کی ہے، سوید بن غفلہ سے مروی ہے، کہتے ہیں:

''میں نے کچھ لوگوں کو حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے خلاف گستاخی کے کلمات کہتے ہوئے سنا، میں سیدھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کچھ لوگ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کو برُا بھلا کہتے ہیں جن میں عبداللہ بن سبا بھی ہے ان کا کہنا ہے کہ آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے مگر آپ ظاہر نہیں کرتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت زیادہ پشیمان ہوئے اور فرمایا ''نَعُوْذُ بِاللّٰه ، رَحِمَنَا اللّٰه'' اللہ کی پناہ، خدا ہمارے حال پر رحم

فرمائے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ شدید غصے اور پریشانی کے عالم میں اٹھے، مجھے ساتھ لیا اور سیدھا مسجد میں تشریف لے آئے لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ منبر پہ چڑھے، اس قدر روئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر آپ نے خطبے کا آغاز کیا اور فرمایا: وہ کون بدبخت ہیں جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی، ساتھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر ووزیر، قریش کے سردار اور مسلمانوں کے آقا تھے ان کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والوں سے میں برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے خلاف طعن وتشنیع کرنے والے سُن لیں، میرا ان کے بارہ میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ زندگی بھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باوفا ساتھی بن کر رہے، نیکی کا حکم کرتے اور برائیوں سے روکتے رہے۔ ان کی خوشی بھی اللہ کے لیے تھی ان کا غضب بھی اللہ کے لیے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی رائے کا احترام کرتے، ان سے بے پناہ محبت کرتے، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہ کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے زندگی بھر خوش رہے، انہوں نے کبھی اللہ کے حکم سے تجاوز نہ کیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تابع بن کر رہے اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

خالق ارض وسماء کی قسم! ان سے محبت رکھنے والا مومن اور بغض رکھنے والا منافق ہے ان کی محبت بارگاہِ خداوندی میں تقرب کا ذریعہ اور ان سے بغض بدنصیبی اور اللہ کی رحمت سے دوری کا سبب ہے۔ اللہ اس شخص پر لعنت فرمائے جو اپنے دل میں ان کے خلاف بغض وعناد رکھتا ہے۔ [1]

خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب میں اہل سنت کی

---

[1] طوق الحمامة فی مباحث الامامة، منقول از مختصر التحفة الاثنی عشرية للشيخ محمود الالوسی ص ١٦ مطبوعه مصر ١٣٨٧ھ۔

کتب حدیث وتفسیر میں بے شمار روایات ہیں۔ نہج البلاغہ میں بھی اس طرح کی بہت سی نصوص موجود ہیں۔ مگر جہاں تک شیعہ قوم کے دین کا تعلق ہے تو وہ یہودیوں کا ایجاد کردہ ہے اس کی بنیاد ان خطوط پہ رکھی گئی ہے جو یہودی النسل ابن سبا اور اس کے دیگر یہودی ساتھیوں نے وضع کیے ہیں شیعہ قوم اپنا تعلق اسلام سے جوڑنے کے لیے یہودیت سے برأت کا اظہار کرتی ہے مگر جب تک وہ ان عقائد سے رجوع نہیں کرتی جو یہودیت سے ماخوذ ہیں اور ان افکار سے براءت کا اظہار نہیں کرتی۔ جو خالصۃً ابن سبا کی ایجاد ہیں اس وقت تک ابنِ سبا یہودی سے ان کا رشتہ نہیں توڑا جاسکتا۔ شیعی عقائد یہودی عقائد ہیں ان سے توبہ کیے بغیر یہودیت سے براءت کا کوئی فائدہ نہیں۔

شیعہ قوم کے دین کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوم یہودی منافقوں کے پھینکے ہوئے لقمے کو چبا رہی اور ان کے پھیلائے ہوئے جال کا شکار بنی ہوئی ہے۔

عبداللہ بن سبا

ہم گزشتہ صفحات میں عبداللہ بن سبا کے متعلق شرح وبسط کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ یہ شخص یہودی تھا، اس نے مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر اسلام دشمن کارروائیوں کا آغاز کیا اور اپنے بہت سے معاونین کی مدد سے اس نے مختلف شہروں میں فتنہ وفساد کا جال پھیلا کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف مسموم پروپیگنڈہ جاری رکھا جس کے نتیجہ میں امت اسلامیہ انتشار کا شکار ہوگئی اور یہودیت کے بطن سے حبّ علی رضی اللہ عنہ کے پردہ میں ایک نئے دین نے جنم لیا جس کے پیروکاروں نے شیعان علی رضی اللہ عنہ کا لقب اختیار کرلیا۔

ہم ان تمام امور کی وضاحت شیعہ مؤرخین کی اپنی نصوص کی روشنی میں کر چکے ہیں۔ یہاں ہم ابن سبا کے متعلق تکمیل موضوع کے لیے چند اور نصوص ذکر کرتے ہیں چنانچہ حضرت زین العابدین (شیعہ کے نزدیک چوتھے معصوم امام) بیان فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر تہمت لگانے والوں پر لعنت فرمائے۔ جب عبداللہ بن سبا کا ذکر ہوتا ہے تو میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس نے علی علیہ السلام کی طرف بہت غلط باتیں منسوب کیں جب کہ آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی تھے (یعنی الٰہ یا وصی ونائب رسول نہ تھے)۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جو مقام ومرتبہ ملا وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری سے ملا۔" ❶

اسی طرح حضرت جعفر صادق سے روایت ہے:

"ہمارے خاندان کی طرف بہت سے غلط عقائد منسوب کیے گئے ہیں، مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غلط دعوے کیے۔ اس طرح عبداللہ بن سبا نے علی علیہ السلام کے حوالے سے بہت سے غلط عقائد کی اشاعت کی۔" ❷

"عبداللہ بن سبا جب شام میں وارد ہوا تو اس نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسانے کی کوشش کی پھر وہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے اس کی باتیں سُن کر فرمایا: تم کون ہو؟ اظنك واللہ یھودیا یعنی مجھے تو تم یہودی معلوم ہوتے ہو۔ ❸

فتنہ وفساد:

تمام مؤرخین خواہ ان کا تعلق شیعہ سے ہو یا اہل سنت سے ان کا اتفاق ہے کہ ابن سبا نے مسلمانوں میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی۔ اپنی اشتعال انگیز کاروائیوں سے

---

❶ رجال الکشی ص: ۱۰۰۔ ❷ رجال الکشی: ص ۱۰۱۔

❸ تاریخ طبری: ج ۵ ص ۹۰ مطبوعہ مصر۔

سلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کیا ابن سبا نے ہی امیر المومنین حضرت
ثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے ساتھیوں کو اکسا کر انہیں شہید کیا اور جنگ جمل سے قبل
نب کہ حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام غلط فہمیاں دور ہو چکی تھیں اور معاہدے
پر عمل درآمد شروع ہو چکا تھا۔ ابن سبا نے دونوں لشکروں میں اپنے آدمی داخل کر کے
رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تیر اندازی کر کے جنگ کا آغاز کر دیا تھا اور
صورت حال کا علم نہ ہونے کے باعث دونوں لشکر غلط فہمی کا شکار ہو کر ایک دوسرے کے
خلاف محاذ آراء ہو گئے تھے۔ اور پھر یہی ابنِ سبا شہر شہر اور بستی بستی جا کر اپنے عقائد کا
پرچار کرتا رہا۔ مدینہ منورہ سے مصر گیا، مصر سے بصرہ اور بصرہ سے کوفہ پھر کوفہ کو اس نے
اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا اور اہل بیت سے محبت کی اوٹ میں وصایت وولایت علی، تبرا
بازی، رجعت اور دیگر عقائد کی ترویج جاری رکھی۔ یہود و مجوس میں سے اس کے بہت
سے معاونین بھی تھے۔ لعنة الله عليهم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف طعن و تشنیع

شیعہ مؤرخ نوبختی کی وہ نص پیچھے گزر چکی ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ ابن سبا
نے سب سے پہلے خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے خلاف طعن و تشنیع کا آغاز کیا
اور پھر اس کے بعد اس کے پیروکاروں نے اُسے اپنے عقائد میں شامل کر کے مستقل طور
پر تبرا بازی شروع کر دی اور یہ عقیدہ شیعہ قوم کی پہچان بن گیا چنانچہ کوئی شیعہ ایسا نہیں
جو خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرام کے خلاف اپنے سینے میں بغض وعداوت نہ رکھتا
اور انہیں برا بھلا نہ کہتا ہو۔

سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

شیعہ مؤرخ اور جرح وتعدیل میں شیعہ کا امام "الکشی" حضرت ابو بکر صدیقؓ

کے بارہ میں شیعہ قوم کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے حمزہ طیار سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا:

''ایک دن ہم نے امام جعفر صادق کے پاس محمد بن ابی بکر کا ذکر کیا تو وہ فرمانے لگے، اللہ کی رحمتیں نازل ہوں محمد بن ابی بکر پر انہوں نے علی علیہ السلام کی بیعت کرتے وقت کہا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ (یعنی علیؓ) میرے امام ہیں آپ کی اطاعت فرض ہے اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ میرا باپ، ابوبکر جہنمی ہے (معاذ اللہ) اس بات کا ذکر کر کے امام جعفر صادق فرمانے لگے کہ محمد بن ابی بکر میں نجابت وکرامت باپ کی طرف سے نہیں بلکہ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس رحمۃ اللہ علیہا کی طرف سے تھی۔'' [1]

اسی طرح کی روایت شیعہ نے امام باقرؒ سے بھی بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا:

''محمد بن ابی بکر نے علی علیہ السلام کی بیعت کرتے وقت اپنے باپ سے براءت کا اظہار کیا تھا۔'' [2]

نیز ''محمد بن ابوبکر برے گھرانے کے اچھے فرد تھے۔'' [3]

یہ تمام عبارات جو محمد بن ابی بکر، اور امام جعفر وامام باقر کی طرف منسوب ہیں بلا شبہ خودساختہ ہیں۔ مگر آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ان سے یہودی ذہنیت کی عکاسی اور یہودی بغض وحقد کس طرح سے مترشح ہو رہا ہے۔

---

[1] رجال الکشی ص ٦٠۔

[2] رجال الکشی ص ٦١۔

[3] ایضاً تحت ترجمہ محمد بن ابی بکر۔

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہ جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عبقری'' کا لقب عطا کیا❶ ان کے خلاف شیعہ قوم اپنے دل میں بہت زیادہ عداوت رکھتی ہے۔

شیعی روایت ہے ''حضرت سلمان فارسی اپنے کسی ذاتی کام کے لیے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس کر دیا، بعد میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے فعل پر شرمندگی ہوئی اور انہیں واپس بلایا تو سلمان فارسی نے عمرؓ سے کہا میں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہارے دل سے دور جاہلیت کا (اسلام کے خلاف) تعصب ختم ہو گیا یا تم ویسے کے ویسے ہی ہو۔❷

اس روایت سے شیعہ قوم تاثر یہ دینا چاہتی ہے کہ معاذ اللہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ بظاہر اسلام قبول کرنے کے باوجود بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دور جاہلیت کا سا تعصب رکھتے تھے۔

حضرت جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔

''صہیب (رضی اللہ عنہ) برا آدمی تھا کیوں کہ وہ عمر کو یاد کر کے رویا کرتا تھا۔''❸

حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

''محمد بن ابی بکر نے اپنے والد (ابو بکر صدیقؓ) سے براءت کے علاوہ علی علیہ السلام کی بیعت کرتے وقت عمر سے بھی براءت کا اظہار کیا تھا۔''❹

شیعہ محدث ابن بابویہ قمی حضرت فاروق اعظمؓ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے

---

❶ ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب عمرؓ، رقم: ۳۶۸۲۔ و مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی الله عنه، رقم الحدیث: ۲۳۹۳/۱۹۔

❷ رجال الکشی ص ۲۰ حالات سلمان فارسی۔

❸ رجال الکشی ص ۲۰ حالات سلمان فارسی۔ ❹ رجال کشی ص ۶۱۔

ہوئے کہتا ہے:

''عمر نے اپنی وفات کے وقت اظہار ندامت کرتے ہوئے کہا تھا: میں نے اور ابوبکر نے (اہل بیت سے) خلافت وامارت کا حق غصب کرکے بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔ ابوبکر کو خلافت غصب کرنے پر آمادہ کرنا اور بعض کو بعض پر فوقیت دینا میرا بہت بڑا جرم تھا۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس جرم کی معافی مانگتا ہوں۔'' ❶

شیعہ مفسر علی بن ابراہیم القمی ❷ اپنی تفسیر میں صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کے خلاف اپنے خبث باطن کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے:

''قرآن مجید کی آیت: ﴿يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ﴾ (یعنی قیامت کے روز ندامت وتاسف کی وجہ سے ظالم اپنی انگلیوں کو کاٹے گا) اس آیت میں ظالم سے مراد اول (ابوبکر) ہے۔ وہ کہے گا ﴿يَٰلَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا﴾ اے کاش میں فلاں یعنی ثانی (عمر) کو اپنا دوست نہ بناتا یہ لوگ سب کچھ جاننے کے باوجود حرام کا ارتکاب اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی فضیلت کا انکار کرتے رہے۔'' ❸

ایک دوسری جگہ ہرزہ سرا ہے:

''امام جعفر صادق نے قرآن کریم کی آیت ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ

---

❶ کتاب الخصال از ابن بابویہ قمی ص ۸۱ مطبوعہ طہران۔

❷ علی بن ابراہیم قمی کے متعلق شیعہ کہتے ہیں ''یہ حدیث میں ثقہ معتمد اور صحیح العقیدہ تھے، ان کی کتاب قدیم ترین تفسیر ہے جس نے اہل بیت کی فضیلت میں نازل شدہ آیات سے پردہ اٹھایا، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ امام باقر و امام صادق کی تفسیر ہے انہوں نے یہ تفسیر امام عسکری (شیعہ کے گیارہویں امام) کے زمانے میں تصنیف کی ہے۔ (مقدمہ کتاب ص ۱۴، ۱۵) **تنبیہ**: یہ جملہ مذکورہ صفحات کے مختلف قطعات کا مجموعہ ہے۔

❸ تفسیر القمی ج ۲، ص ۱۱۳ مطبوعہ نجف العراق ۱۳۸۶ھ

نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ کے متعلق فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیائے کرام مبعوث فرمائے ان میں سے ہر نبی کی امت میں دو شیطان ایسے گزرے ہیں جو اللہ کے اس نبی کو تکلیف پہنچاتے، اور اس نبی کے انتقال کے بعد لوگوں کو گمراہ کرتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی امت کے دو شیطان جبتر (یعنی ابوبکر) اور زریق (یعنی عمر) ہیں۔ جو آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی زندگی میں دکھ دیتے رہے اور آپ کے انتقال کے بعد مسلمانوں کی گمراہی کا سبب بنے۔"[1]

شیعہ ملعون ملا مقبول "جبتر" اور "زریق" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"زریق کا معنی ہے نیلی آنکھوں والا اس سے مراد ابوبکر ہے کیوں کہ اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور جبتر لومڑی کو کہتے ہیں۔ عمر کو جبتر اس لیے کہا گیا کہ وہ (معاذ اللہ) بڑا مکار و عیار تھا۔"[2]

قمی امام جعفر سے ذکر کرتا ہے:

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کسی انصاری کے پاس تشریف لائے، اس نے آپ کی خدمت میں گوشت بھون کر پیش کیا۔ رسول اللہ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ علی رضی اللہ عنہ فاطمہ اور حسن وحسین اس موقعہ پر آ جائیں، مگر علی رضی اللہ عنہ کی بجائے دو منافق (یعنی ابوبکر وعمر) آ گئے پھر علی علیہ السلام بھی تشریف لے آئے تو اللہ نے آیت نازل فرما دی:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ ولا محدث﴾ (وَّلَا مُحدثٍ) .... کا لفظ ملعون قوم کا اپنا اضافہ ہے، قرآن مجید میں یہ لفظ موجود نہیں) "إلا إذا تمنى ألقى الشيطان فی أمنيته فينسخ الله ما يلقى الشيطان"...... "یعنی ہم

---

[1] تفسير قمی ج ۱، ص ۲۱٤.
[2] ترجمه مقبول ص ۲۸۱ مطبوعه بھارت.

نے آپ سے قبل جتنے بھی انبیاء ورسل اور محدثین مبعوث کیے ان میں شیطان نے جب بھی اپنی خواہش کے القاء کی کوشش اللہ تعالیٰ نے اس شیطانی خواہش کو منسوخ کر دیا۔ ❶

یہی قمی ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے اپنے یہودی بغض کا اظہار یوں کرتا ہے:

"ارشاد الٰہی ہے: علی کی خلافت و امارت میں عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان (صدیق و فاروق اور دیگر صحابہ کرام) پر لعنت کی اور ان کے دل پتھر کر دیئے۔ انہوں نے علی کی امامت کو غصب کر لیا اور خود مسلمانوں کے حکمران بن کر بیٹھ گئے۔" ❷

ارشاد باری تعالیٰ ﴿لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے یہی قمی لکھتا ہے:

"جن لوگوں نے امیر المؤمنین کی خلافت چھینی، ان کا حق سلب کیا وہ روز قیامت اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے پیروکاروں کا بھی جنہیں انہوں نے گمراہی کے راستے پہ ڈالا۔ امام جعفر فرماتے ہیں۔ قیامت تک قتل، دنگا فساد، زنا غرضیکہ جتنے بھی جرائم سرزد ہوں گے ان کا گناہ ابو بکر و عمر کی گردن پہ ہوگا...... ابوبکر کہ جس نے ارتکاب حرام (غصب خلافت) کا آغاز کیا اور اپنے بعد آنے والوں کے لیے اس حرام کے ارتکاب کی راہ ہموار کی۔ بنو امیہ اور بنو عباس سمیت قیامت تک آنے والے تمام بادشاہوں اور ارباب اقتدار کا گناہ اسے ملے گا۔" ❸

شیعہ مورخ کشی شیعہ راوی ورد بن زید سے بیان کرتا ہے اس نے کہا:

---

❶ تفسير قمي ج ٢ ص ٨٦۔

❷ تفسير قمي ج ١ ص ١٦٣۔

❸ تفسير قمي ج ١ ص ٣٨٣ و ٣٨٤۔

''میں امام باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ کمیت (شیعہ قوم کا سردار) نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ امام باقر علیہ السلام نے اُسے اجازت دے دی۔ چنانچہ کمیت نے امام باقر کی خدمت میں حاضر ہو کر ابوبکر وعمر کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: آج تک جس قدر بھی اللہ، اس کے رسولؐ اور حضرت علی کے حکم کی مخالفت کی گئی ہے اس کا گناہ ان دونوں کی گردن پر ہے۔ تو کمیت نے کہا: اللہ اکبر! اتنا ہی کافی ہے۔'' [1]

ایک اور روایت میں ہے:

''امام باقر علیہ السلام نے کمیت سے کہا: آج تک جس قدر بھی ناحق خون بہایا گیا ہے چوری، ڈاکے اور زنا کا ارتکاب کیا گیا ہے اس کی سزا ان کا ارتکاب کرنے والوں کے علاوہ ابوبکر کو بھی ملے گی، اور ہم اپنے تمام بڑوں اور چھوٹوں کو ان کے خلاف لعن طعن کرنے اور تبرا بازی کا حکم دیتے ہیں۔ [2]

سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ:

شیعہ قوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی بے انتہا بغض رکھتی ہے، کیوں کہ آپؓ نے مالی طور پر اسلام کو تقویت پہنچائی، مسلمان جب اقتصادی زبوں حالی کا شکار تھے اس وقت آپؓ نے اپنی ساری دولت مسلمانوں کے لیے وقف کر دی تھی۔ شیعہ قوم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اسی جذبۂ ایثار اور آپ کی سنہری خدمات پر غیظ وغضب اور بغض عداوت کے اظہار کے لیے یہودیت سے اخذ کردہ عقائد کے مطابق اپنی کتب میں بہت سی روایات ذکر کی ہیں۔

چنانچہ شیعہ مؤرخ کشی اپنی کتاب میں خودساختہ حکایت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

---

1. رجال الکشی ص ۱۷۹ و ۱۸۰۔
2. رجال الکشی ص ۱۸۰ احوال کمیت بن زید الاسدی۔

"رسول اللہ ﷺ، حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے کہ عثمان اِترا کر چلتا ہوا ان کے قریب سے گزرا، امیر المؤمنین (علیؓ) نے حضرت عمار کو اشارہ کیا تو انہوں نے عثمان کو متوجہ کرتے ہوئے کہا:

لا یستوی من یعمر المساجدا
یظل فیھا راکعاً وساجداً
ومن تراہ عاندا معاندا
عن الغبار لا یزال حائدا

"وہ شخص جو رکوع و سجود سے مسجد کو آباد کرنے والا ہو اور وہ جو اپنے آپ کو گرد و غبار سے بچا کر غرور ونخوت سے چلنے والا ہو برابر نہیں ہو سکتے۔"

عثمان فوراً شکایت کی غرض سے رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور کہا ہم نے اس لیے اسلام قبول نہیں کیا کہ ہم پر آوازے کسے جائیں اور ہماری توہین کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کو عثمان کا یہ غرور و تکبر پسند نہ آیا اور یہ آیت نازل فرمائی:

﴿یَمُنُّونَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ﴾

"یہ لوگ اسلام قبول کر کے بڑا احسان جتلاتے ہیں ان سے کہہ دیجیے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا بوجھ نہ ڈالو۔" [1]

یہی کشی شیعہ راوی صالح الحذاء سے یہ روایت یوں بیان کرتا ہے:

"علی علیہ السلام اور حضرت عمار مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے کہ اُدھر سے عثمان کا گزر ہوا، تو کچھ گرد و غبار اس کے کپڑوں پر جا گرا جس پر عثمان نے اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ کر متکبرانہ انداز سے منہ دوسری طرف پھیر لیا تو علی علیہ السلام نے حضرت عمار سے کہا کہ جو میں کہوں تم اسے دہراتے

---

[1] رجال الکشی ص ۳۳۔

جانا تو علی علیہ السلام نے وہی شعر پڑھے:

لا يستوى من يعمر المساجدا......الخ ❶

حضرت عمار بھی ساتھ ساتھ دہراتے چلے گئے۔ اس پر عثمان آگ بگولا ہو گیا اور حضرت علی کو تو کچھ نہ کہہ سکا مگر عمار کو کہا او کمینے غلام! تو علی علیہ السلام نے حضرت عمار سے کہا جاؤ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر کے آؤ کہ عثمان نے مجھے ''کمینہ غلام'' کہا ہے۔ چنانچہ حضرت عمار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے علاوہ کسی اور نے بھی عثمان کو یہ کہتے سنا ہے۔ عمار نے علی علیہ السلام کا نام لیا، علی علیہ السلام نے بھی تصدیق کی تو آپ نے حضرت علی سے فرمایا: جاؤ تم بھی عثمان کو یہی الفاظ کہہ کر آؤ چنانچہ علی علیہ السلام گئے اور عثمان کو مخاطب کر کے کہا تم ہو گے غلام، تم ہو گے کمینے۔'' ❷ عیاذاً باللہ!

شیعہ مفسر قمی اپنی تفسیر میں نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھتے ہوئے لکھتا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز پانچ گروہ پانچ جھنڈے لے کر میرے پاس سے گزریں گے۔ پہلے گروہ کی قیادت اس امت کا ''بنی اسرائیلی بچھڑا'' (یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ معاذ اللہ) کر رہا ہوگا، میں اس گروہ سے پوچھوں گا! تم نے میرے بعد ثقلین یعنی قرآن مجید اور اہل بیت سے کیا سلوک کیا؟ تو جواب ملے گا: قرآن مجید کو ہم نے تبدیل کر دیا اور اہل بیت پر ہم نے ظلم کیا تو میں کہوں گا: تمہارے چہرے سیاہ ہوں، جہنم تمہارا ٹھکانہ ہو تم جہنم کی آگ میں بھوکے پیاسے جلتے رہو۔

❶ رجال الكشى ص ٣٣
❷ رجال الكشى ص ٣٤

دوسرے گروہ کی قیادت اس امت کا فرعون (یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ معاذ اللہ) کر رہا ہوگا، اس سے بھی میں یہی سوال دہراؤں گا تو جواب ملے گا: قرآن کریم کو ہم نے جلا دیا، پھاڑ دیا اور اس کی مخالفت کی اور اہل بیت کی ہم نے نافرمانی کی، ان سے بغض رکھا اور ان سے جنگ کی تو میں کہوں گا: جاؤ جہنم کی آگ میں جلتے رہو۔

تیسرے گروہ کی قیادت اس امت کا سامری (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ معاذ اللہ) کر رہا ہوگا۔ اس گروہ سے بھی یہی سوال و جواب ہوگا۔

چوتھے گروہ کی قیادت سب سے پہلا خارجی ذوالثدیہ کر رہا ہوگا اس گروہ سے بھی یہی سوال و جواب ہوگا۔

پانچویں گروہ کی قیادت امام المتقین وصی رسول رب العالمین (یعنی حضرت علیؓ) کر رہے ہوں گے میں اس گروہ سے پوچھوں گا۔ تم نے میرے بعد ثقلین سے کیا سلوک کیا تو جواب ملے گا ثقل اکبر (قرآن کریم) پر ہم نے عمل کیا اور ثقل اصغر (اہل بیت) کی ہم نے مدد کی تو میں ان سے کہوں گا: تمہارے چہرے منور ہوں اور تم جنت میں پر سکون زندگی بسر کرو۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ○ وَ أَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ○﴾ (آل عمران: ۱۰۶-۱۰۷)

روز قیامت کچھ لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے اور کچھ کے چہرے سیاہ، سیاہ چہرے والوں سے کہا جائے گا: تم ایمان لا کر دوبارہ کافر و مرتد ہو گئے

تھے، تم اپنے کفر کے سبب عذاب میں مبتلا رہو اور سفید چہرے والے ہمیشہ کے لیے اللہ کی رحمت کے سائے تلے رہیں گے۔'' ❶

شیعہ قوم کی بدطینتی ملاحظہ فرمایئے کس طرح وہ صحابہ کرامؓ کے خلاف یہودی افکار وخیالات کا اظہار کر رہے اور نبی اکرم ﷺ پر بہتان تراشی کر رہے ہیں۔

کشی روایت کرتا ہے:

''ایک دن امام جعفر صادق نے کچھ اشعار پڑھے جس میں پانچ گروہوں (جن کا بیان سابقہ روایت میں گزر چکا ہے) کا ذکر تھا، پھر دریافت فرمایا: یہ اشعار کس کے ہیں؟

جواب ملا! محمد الحمیری کے، فرمانے لگے! رحمہ اللہ، اس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: وہ تو شرابی آدمی تھا، میں نے خود اُسے شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام جعفر صادق نے فرمایا: محبّ علی اگر شرابی بھی ہو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے گا۔'' ❷

شیعہ محدث محمد بن یعقوب الکلینی اپنی کتاب ''الکافی'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ علی علیہ السلام نے فرمایا:

''مجھ سے پہلے حکمرانوں (خلفائے راشدینؓ) نے واضح طور پر رسول اکرم ﷺ کی مخالفت کی، عہد شکنی کے مرتکب ہوئے اور آپ کی سنت کو تبدیل کیا۔'' ❸

---

❶ تفسیر القمی ج ۱ ص ۱۰۹۔ ❷ رجال الکشی ص ۱۴۲

❸ کتاب الروضة من الکافی (۵۹/۸) مطبوعه ایران

یہی کلینی حضرت جعفر صادق سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

آیت: ((إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لن تقبل توبتهم.))

''یعنی بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر اپنے کفر میں پختہ ہوگئے ان کی توبہ کسی صورت بھی قبول نہیں ہوگی۔''

فلاں، فلاں اور فلاں کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ وہ پہلے تو نبی ﷺ پر یمان لائے پھر جب ان کے سامنے علی علیہ السلام کی ولایت ووصایت پیش کی گئی تو انہوں نے انکار کیا اور کافر ہوگئے۔ پھر وہ امیر المومنین کی بیعت پر ایمان لے آئے مگر رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد پھر کافر ہوگئے اور خود ہی ایک دوسرے کی بیعت لے کر کفر میں پختہ ہوگئے............ کلینی اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے............

فلاں، فلاں اور فلاں سے مراد ابوبکر، عمر اور عثمان ہیں۔ [1]

باقی صحابہ کرامؓ اور امہات المومنینؓ

شیعہ قوم کا حسد اور یہودی بغض وحقد فقط خلفائے راشدینؓ تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے خاندان اور اہل وعیال کیخلاف بھی خبث باطن کا اظہار کرتے ہیں نیز یہ ملعون قوم رسول اللہ ﷺ کے خلفائے راشدینؓ کے علاوہ باقی اکابرین صحابہ کرامؓ کو بھی سب وشتم کا نشانہ بناتی ہے۔ اس قوم کو ان کی ذات سے کوئی عداوت نہیں بلکہ انہیں اصل تکلیف اس بات کی ہے کہ انہوں نے دین اسلام کی نشر واشاعت میں حصہ کیوں لیا۔ چنانچہ ان کا مشہور مؤرخ کشی اپنی کتاب میں ذکر کرتا ہے:

[1] الكافي في الأصول، كتاب الحجة ج١ ص ٤٢٠ مطبوعه ایران۔

"امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک آدمی میرے بابا (حضرت زین العابدینؒ شیعہ قوم کے نزدیک چوتھے معصوم امام) کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ عبداللہ بن عباس کا دعویٰ ہے کہ اسے ہر آیت، کا شان نزول معلوم ہے تو میرے بابا (زین العابدینؒ) نے فرمایا کہ اس سے جا کر پوچھو کہ آیت ﴿وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ﴾ یعنی جو شخص دنیا میں (بصیرت سے) اندھا بن کے رہے گا وہ روز قیامت (بصارت سے) بھی اندھا اٹھایا جائے گا۔

اور آیت ﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ﴾ یعنی تمہیں میرا (رسول اللہ ﷺ کا) نصیحت کرنا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا اگرچہ میں تمہاری خیر خواہی کی نیت بھی کرلوں۔

ابن عباس سے پوچھو کہ یہ دونوں آیات کس کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں؟ چنانچہ اس آدمی نے ایسا ہی کیا اور واپس میرے بابا (زین العابدینؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ ابن عباس نے کیا جواب دیا ہے؟ اس نے عرض کیا: اس کے پاس میرے سوالوں کا کوئی جواب نہ تھا تو آپ نے فرمایا یہ دونوں آیات اس کے باپ (یعنی رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔" [1]

عیاذاً باللہ۔

یہی کشی حضرت زین العابدینؒ سے ذکر کرتا ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عباسؓ کو مخاطب کرکے فرمایا:

"اے ابن عباس! مجھے خوب معلوم ہے کہ آیت فلبئس المولی

[1] رجال کشی ص ۵۳ احوال عبداللہ بن عباسؓ

ولبئس العشیر یعنی برا ہے ساتھی اور برا ہے خاندان اس آیت کا تعلق تیرے باپ سے ہے۔ اور اگر تو جانتا نہ ہوتا تو میں تجھے یہ بھی بتلاتا کہ تیرا انجام کیا ہونے والا ہے لیکن تو خوب جانتا ہے کہ تیرا انجام کیا ہے...... اور اگر مجھے اظہار کی اجازت ہوتی تو میں اور بھی بہت کچھ کہتا لوگ اگر سنتے تو انہیں یقین نہ آتا" [1]

شیعہ عالم ملا باقر مجلسی، کلینی کے حوالے سے اپنی کتاب "حیاۃ القلوب" میں ذکر کرتا ہے:

"علی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت جعفر اور حضرت حمزہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی انتقال کر گئے اور آپ کے ساتھ دو کمزور اور ذلیل آدمی عباس اور عقیل (رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی) رہ گئے۔" [2]

یہ ہیں شیعہ قوم کے عقائد ونظریات رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کے چچا زاد بھائی حضرت عقیل کے متعلق اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں، شیعہ قوم انہیں خیانت و بددیانتی کا مرتکب قرار دیتے ہوئے اپنے بغض کا اظہار یوں کرتی ہے:

"علی علیہ السلام نے عبداللہ بن عباس کو بصرے کا گورنر مقرر کیا، تو وہ بصرہ کے بیت المال سے بیس لاکھ درہم کی رقم چرا کر مکہ میں چھپ گیا۔ علی علیہ السلام کو جب خبر ہوئی تو وہ آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے: اگر رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی کا یہ حال ہے تو باقی مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔" [3]

---

[1] رجال کشی ص۴۹

[2] حیاۃ القلوب از ملا باقر مجلسی ج۲ ص۷۵٦ مطبوعہ بھارت۔

[3] رجال کشی ص۵۷۔

اس نص سے شیعہ قوم کا مسلمانوں اور اکابرین امت محمدیہ ﷺ کے خلاف بغض اور حسد وحقد بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

نیز "علی علیہ السلام نے ابن عباس وغیرہ کے متعلق یہ بد دعا فرمائی تھی:

"اے اللہ ان پر اپنی لعنت نازل فرما، ان سے ان کی بصارت چھین لے اور انہیں بصیرت و ہدایت سے محروم فرما۔" [1]

جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خود رسول اکرم ﷺ نے سیف اللہ (یعنی اللہ کی تلوار) کا لقب عطا فرمایا: آپ تاریخ اسلام کے ہی ہیرو نہیں۔ بلکہ غیر اسلامی اقوام بھی آپ جیسا سپہ سالار لانے سے قاصر ہیں۔ فتح ونصرت آپ کا مقدر بن چکی تھی۔ آپ جس محاذ پہ بھی تشریف لے گئے اسلام کا پرچم بلند کیا اور دشمنانِ اسلام کو شکست دی، آپ کے کارناموں سے مستشرقین اور غیر مسلم مؤرخین بھی حیران وششدر ہیں آپ کی جرأت وشجاعت مسلمان امت کے لیے قابل فخر اثاثہ ہے، آپ کی ہمت و بہادری تاریخ اسلام کی ایک قابل تقلید مثال اور امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے مگر شیعہ قوم کی بد طینتی، اسلام کے خلاف بغض وعناد اور ان کا خبث نفس ملاحظہ فرمائیں کہ یہ قوم تاریخ اسلام کی اس عظیم شخصیت کے کردار پہ بھی چھینٹے اڑانے سے باز نہ آئی اور ایک حکایت وضع کرکے ان کی سیرت کو داغدار کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ شیعہ مفسر قمی اپنی تفسیر میں لکھتا ہے:

"جب حضرت علی اور ابو بکر کے درمیان مسئلہ خلافت پر اختلاف ہوا تو ابوبکر نے عمر سے مشورہ طلب کیا کہ اب علی سے کیا سلوک کیا جائے، وہ ہمارے راستے کی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں تو عمر نے کہا: کیوں نہ ہم انہیں

[1] رجال کشی ص ٥٢۔

قتل کروادیں۔

ابوبکر نے کہا: مگر یہ ذمہ داری کس کے سپرد کی جائے؟

عمر نے مشورہ دیا کہ خالد بن ولید سے علی کو قتل کروایا جا سکتا ہے۔

چنانچہ خالد بن ولید کو طلب کیا گیا اور طے ہوا کہ فلاں دن فلاں نماز میں سلام کے فوراً بعد خالد بن ولید علی علیہ السلام کو قتل کردے۔

اس سازش کا علم ابوبکر کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس کو بھی ہو گیا۔ انہوں نے حضرت علی کو پیغام بھیجا کہ آپ کو قتل کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔

علی علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ ان کی سازش کامیاب نہیں ہونے دے گا۔

فیصلے کے مطابق خالد بن ولید پہلی صف میں علی علیہ السلام کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تلوار اس کے پاس تھی۔ نیت یہ تھی کہ جوں ہی ابوبکر سلام پھیرے گا میں علی کو قتل کردوں گا۔ ابوبکر نے امامت کی مگر جب آخری تشہد پر پہنچا تو اسے اپنے فیصلے پر ندامت ہوئی اور علی علیہ السلام کی ہیبت اور قوت وطاقت سے مرعوب ہو کر اسے اپنا فیصلہ تبدیل کرنا پڑا، کافی دیر سوچنے کے بعد دوران نماز ہی خالد بن ولید کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا: "يا خالد: لا تفعل ما أمرتك به، السلام عليكم ورحمة الله"

اے خالد! جس کام کا میں نے تجھے حکم دیا تھا وہ نہ کرنا السلام علیکم و رحمة الله......یعنی یہ کہہ کر فوراً ہی سلام پھیر دیا سلام کے بعد علی علیہ السلام نے خالد بن ولید سے پوچھا! ابوبکر نے تجھے کیا حکم دیا تھا؟

کہنے لگا: کہ سلام کے فوراً بعد تمہیں قتل کردوں۔

علی علیہ السلام نے دریافت فرمایا: اگر ابوبکر کی طرف سے تجھے نہ روکا جاتا تو کیا تم ایسا کرتے؟

کہا: ہاں! میں ضرور کر گزرتا۔

اس پر علی علیہ السلام کو غصہ آ گیا اور خالد بن ولید کو پکڑ کر زمین پہ گرا لیا۔ قریب تھا کہ آپ اسے جان سے مار دیتے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اے علی! اس قبر والے کا واسطہ خالد بن ولید کو معاف کر دو۔ چنانچہ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

پھر آپ عمر کی جانب متوجہ ہوئے اور اُسے گریبان سے پکڑ کر فرمانے لگے کہ اگر مجھے رسول اللہ کے عہد کا پاس نہ ہوتا تو میں تجھے بتلاتا کہ کمزور کون ہے اور طاقتور کون؟'' ❶

شیعہ قوم کی خودساختہ اس ایک حکایت سے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف ان کے بغض اور کینے کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ قوم کس قدر بغیض وقبیح خیالات کی مالک اور یہودی افکار ونظریات سے وابستہ ہے، یہ بغض وحقد اس قوم کو یہودیوں سے ورثہ میں ملا ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے خلاف یہ سوچ یہودی فکر کی غماز نہیں تو پھر کیا ہے؟

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق شیعہ مؤرخ کشی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''عبداللہ بن عمر اپنے عہد کو توڑنے والا شخص تھا اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی۔'' ❷

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما:

حضرت طلحہ اور حواریٔ رسول ❸ حضرت زبیر رضی اللہ عنہما ان دس صحابہ میں سے ہیں جنہیں

❶ تفسیر قمی ص ج۲ ص ۱۵۸ و ۱۵۹۔ ❷ رجال کشی ص ۴۱۔

❸ بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب فضل الطلیعتمه، رقم الحدیث: ۲۸۴۶، نیز ۲۸۴۷، ۲۹۹۷ وغیرہ۔ ومسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحه و الزبیر: ۲۴۱۵/۴۸

رسول اللہ ﷺ نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ ❶

ان کے متعلق شیعہ مفسر علی بن ابراہیم قمی کہتا ہے:

آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ (الاعراف: ٤٠)

''یعنی وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اظہار تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے تاوقتیکہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے نہ گزر جائے یعنی قطعاً جنت میں داخل نہ ہوسکیں گے۔''

یہ آیت طلحہ اور زبیر کے متعلق نازل ہوئی۔'' ❷

حضرت انس بن مالک اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما:

ان دونوں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق شیعہ قوم کا عقیدہ ہے:

''علی علیہ السلام نے ان دونوں کے خلاف بددعا کی تھی جس کے نتیجہ میں براء بن عازب اندھا ہوگیا تھا اور انس بن مالک کو پھلبہری کی شکایت ہوگئی تھی۔'' ❸

لعنة الله على الكاذبين.

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن:

شیعہ قوم نے اپنی یہودی سوچ اور انتقامی جذبات کی بنا پر پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس ازواج کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں امہات المؤمنین (مومنوں کی مائیں) قرار دیا ہے۔ کے خلاف بھی طعن و تشنیع کے نشتر چلانے

❶ ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد طلحة بن عبیداللہ، رقم الحدیث: ٣٧٣٨

❷ تفسیر قمی ج١ ص ٢٣٠۔ ❸ رجال کشی ص٤٦۔

میں کوئی شرم محسوس نہیں کی، عفت وحیا کا لبادہ اپنے چہرے سے اتار کر عداوت اسلام اور بغض رسول ﷺ کا ثبوت دیتے ہوئے اس یہودی الفکر قوم کا ایک خبیث سرغنہ طبرسی اپنی کتاب الاحتجاج میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے خلاف دریدہ دہنی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''جنگ جمل والے دن جب عائشہ کے اونٹ پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی علی علیہ السلام غصے کے عالم میں فرمانے لگے: اب عائشہ کو طلاق دیئے بغیر گزارہ نہیں۔ اس پر ایک آدمی اٹھا اور کہنے لگا۔ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
>
> اے علی! میرے بعد میری بیویوں کا معاملہ تیرے سپرد ہے۔ (یعنی جسے چاہے نکاح میں رکھے اور جسے چاہے طلاق دے۔ عیاذاباللہ۔ اس آدمی کی تصدیق ۱۳ دوسرے آدمیوں نے بھی کی جن میں دو بدری بھی شامل تھے۔ جب عائشہ نے یہ سنا تو وہ رو پڑی، حتیٰ کہ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہا کے رونے کی آواز سنی۔''[1]

اللہ تعالیٰ کی ہزار لعنتیں ہوں، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف اور دیوثیت کا مظاہرہ کرنے والوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تہمت لگانے والی ابن سبا یہودی کی معنوی اولاد پر اس طرح کے ذلیل، منافقانہ اور عداوت اسلام پہ مبنی عقائد رکھنے کے بعد بھی ان لوگوں کو اسلام کی طرف اپنی نسبت کرتے ہوئے حیا محسوس نہیں ہوتی؟

بے حیا باش و آنچہ خواہی کن

مشہور شیعہ مؤرخ کشی روایت کرتا ہے:

> ''عائشہ کو شکست سے دوچار کرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ابن عباس کو اس کی طرف بھیجا۔ ابن عباس جہاں عائشہ ٹھہری ہوئی تھی وہاں گئے اور

---

[1] الاحتجاج للطبرسی ص ۲۴۰ مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ

اس سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، عائشہ نے کوئی جواب نہ دیا، ابن عباس اجازت ملنے کا انتظار کیے بغیر ہی اندر داخل ہو گئے۔

ابن عباس کہتے ہیں: میرے بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ نہ تھی میں نے کجاوے کا کپڑا اٹھایا اور اس پر بیٹھ گیا تو عائشہ پردے کے پیچھے سے مجھے کہنے لگی: اے ابن عباس! ایک تو تم میرے گھر میں بغیر اجازت داخل ہو گئے اور پھر میری اجازت کے بغیر ہی میرے گھر کے سامان کو استعمال کیا، یہ دونوں کام خلاف سنت ہیں۔ ابن عباس کہنے لگے: ہمیں تجھ سے زیادہ سنت کا علم ہے ہم نے ہی تجھے یہ باتیں سکھلائی ہیں، ہم نے نہیں تو نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی خلاف ورزی کی، اپنے آپ کو دھوکہ دیا، اپنے نفس پر ظلم کیا اور قہر خداوندی کو دعوت دی۔ تیری حیثیت ہی کیا ہے۔ تو ۹ چمڑیوں (ازواجِ مطہراتؓ کی طرف اشارہ ہے) میں سے ایک چمڑی ہے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد چھوڑا۔ تو ان سے بڑھ کر نہیں۔ نہ تیرا رنگ ان سے زیادہ سفید ہے اور نہ ہی تو حسن و جمال اور تر و تازگی میں ان سے بڑھ کر ہے، جاؤ اپنے گھر جا کر آرام کرو پھر نہ ہم تیرے گھر میں بغیر اجازت داخل ہوں گے اور نہ ہی تیرے سامان کو ہاتھ لگائیں گے ابن عباس اتنا کہہ کر امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس آئے اور انہیں سارا ماجرا کہہ سنایا تو آپ نے فرمایا: اسی لیے میں نے تمہارا انتخاب کیا تھا۔"[1]

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر:

شیعہ قوم کے یہ سارے نظریات یہودیوں کے وضع کردہ ہیں جو اسلام کے خلاف انتقامی جذبہ رکھتے تھے، انہوں نے "حب علیؓ" کے در پردہ اسلام کے خلاف سازش کی

[1] رجال کشی ص ۵۵، ۵۶، ۵۷۔

اور اپنے چہروں پر حب علیؓ کا لیبل لگا کر ''شیعہ علیؓ'' کے نام سے ظاہر ہوئے اور ازواج مطہرات، خلفائے راشدینؓ اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف بغض وحقد کا اظہار کیا اور ان کی تکفیر کی۔

چنانچہ اس قوم کا مشہور مؤرخ کشی امام باقر کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے کہا:

''نبی اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد تمام لوگ (صحابہ کرامؓ) مرتد ہو گئے تھے ما سوائے مقداد بن اسود، ابو ذر غفاری اور سلمان فارسی کے اور اس آئت کا یہی مطلب ہے۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم

''یعنی محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں اگر آپ پہ موت طاری ہو جائے یا آپ کو قتل کر دیا جائے تو کیا تم مرتد ہو جاؤ گے۔'' [1]

نیز: ''تین کے سوا تمام مہاجرین وانصار اسلام سے خارج ہو گئے تھے۔'' [2]

اپنے ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا:

''قیامت کے دن اعلان کیا جائے گا: محمد رسول اللہ ﷺ کے وہ ساتھی کہاں ہیں جنہوں نے آپ کی وفات کے بعد عہد شکنی نہیں کی تو سلمان، مقداد اور ابو ذر کے سوا کوئی نہیں کھڑا ہو گا۔'' [3]

حیرت ہے اس شیعہ روایت کے مطابق تو حضرت علیؓ، حسنؓ حسینؓ باقی اہل بیت

---

[1] رجال کشی ص ۱۲۔ [2] رجال کشی ص ۱۳۔

[3] رجال کشی ص ۱۵۔

عمارؓ، حذیفہؓ اور عمرو بن الحمق کا شمار بھی کفار و مرتدین اور رسول اللہ ﷺ سے کیے گئے عہد کو توڑنے والوں میں ہوگا؟

اس یہودی الفکر روایت کا اصل مقصد بھی یہی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی تکفیر شیعہ قوم کا نظریہ ہے ❶ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ جن کی محبت کا سہارا لے کر یہ باقی صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرتے ہیں ان کا عقیدہ بھی شیعہ کی کتاب ''نہج البلاغہ'' کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین تو درکنار جنگ صفین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والوں سے بھی عداوت کا اظہار جائز نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ شیعہ عالم محمد رضی اپنی کتاب ''نہج البلاغہ'' میں حضرت علیؓ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''ہمارا اور اہل شام (یعنی امیر معاویہؓ کے ساتھیوں) کا عقیدہ ایک ہی ہے، ہمارا معبود ایک ہے، ہماری دعوت ایک ہے، نہ ہمارا ایمان ان سے زیادہ ہے نہ ان کا ایمان ہم سے۔ ہمارے مقاصد مشترکہ ہیں اختلاف صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور انتقام کا ہے، اور ہم آپ کے قتل کی سازش سے بری الذمہ ہیں۔'' ❷

آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے لشکر کو برا بھلا کہنے والوں پر نکیر فرمائی چنانچہ نہج البلاغہ میں رضی روایت کرتا ہے:

''یہ بہت بری بات ہے کہ تم معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہو بہرحال اگر تمہیں ان کے اعمال واحوال معلوم ہو جائیں تو وہ اپنی بات کے سچے اور (اپنے اس فعل یعنی جنگ کرنے میں) سب سے زیادہ معذور ہیں۔

❶ اس کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: شیعہ کتاب ''بحار الانوار'' جلد ۸ طبع قدیم از ملا باقر مجلسی۔ یاد رہے! کتاب کا یہ حصہ بیروت سے طبع ہونے والے موجودہ جدید ایڈیشن میں بطور تقیہ شائع نہیں کیا گیا۔ البتہ ہمارے پاس یہ حصہ موجود ہے جو مطاعن صحابہ سے بھرا پڑا ہے۔

❷ نہج البلاغہ ص ٤٤٨ مطبوعہ بیروت۔

انہیں برا بھلا کہنے کی بجائے کہا کرو کہ اے اللہ! ہمارے (فریقین کے)
گناہوں سے درگزر فرما اور ہمارے درمیان اتحاد و اتفاق پیدا فرما۔''[1]

تو کہاں حضرت علیؓ اور کہاں یہودیوں کی یہ ناپاک اولاد جو اکابرین صحابہؓ کی تکفیر کرتی، ان سے بغض رکھتی اور ان کے خلاف دریدہ دہنی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گمراہ قوم کو غارت کرے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل سنت کے نزدیک

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرور کائنات ﷺ کے جاں نثار ساتھی تھے۔ جنہوں نے دین اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے اپنے مال و جان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کیا۔

اسلامی تاریخ کی عظمت کا سہرا کائنات کی ان عظیم شخصیات کے سر پہ ہے، جو اپنے گھر بار اور مال و متاع کو خیر باد کہہ کر اللہ کی راہ میں نکلے اور پیغمبر اسلام فخر کونین ہادی ثقلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اشارۂ ابرو پر اپنی جانوں کو قربان کر دیا، جن کے دن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے باغیوں سے جہاد و قتال اور راتیں اللہ کے حضور قیام اور رکوع و سجدے میں گزرتیں۔ جنہوں نے اس وقت اسلام کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا جب کائنات کے لوگ آپ ﷺ کو اپنے دیار سے ہجرت پر مجبور کر رہے اور آپ کے قتل کے منصوبے بنا رہے تھے، جنہوں نے اس وقت اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف کیا جب کائنات کے باسی عیش و عشرت میں اپنی دولت لٹا رہے تھے جنہوں نے اس وقت اللہ کی توحید کا نعرہ بلند کیا جب پوری دنیا غیر اللہ کے سامنے سجدہ ریز تھی۔ جنہوں نے اس وقت اسلام کا پرچم بلند کیا جب طاغوت کی طاقتیں اپنے عروج پہ تھیں، نبی کائنات ﷺ کے یہ مقدس ساتھی جب مل کر اللہ کی توحید کا نعرہ لگاتے تو کفر و شرک کے ایوانوں میں زلزلہ آ جاتا دنیا حیران و ششدر تھی کہ غربت و افلاس کے پسے ہوئے

[1] نهج البلاغه ص ۳۲۳ مطبوعه بیروت۔

نحیف و ناتواں، صحراؤں میں رہ کر گزارہ کرنے والے، بھیڑ بکریاں پال کر اپنا پیٹ پالنے والے جنگ کے اصولوں سے ناواقف، فن حرب سے نا آشنا یہ لوگ کون ہیں جو روم وفارس کی طاقتوں کو للکار رہے ہیں اور ان سلطنتوں پہ اپنا پرچم بلند کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں، اور پھر چشم کائنات نے دیکھا کہ ان دھمکیوں کو ''مجذوب کی بڑ'' کہنے والے ان کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال چکے تھے۔

ان ہستیوں سے وہی شخص عناد رکھ سکتا ہے جو اسلام کا دشمن اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا باغی ہو، اسلام سے محبت کرنے والا اور اللہ اور اس کے رسول کا فرماں بردار کوئی شخص ان سے عداوت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

ذیل میں شیعہ قوم کے برعکس اہل سنت کی کتب میں موجود چند احادیث نبویہ ذکر کی جاتی ہیں جن میں فضائل صحابہ کا بیان ہے: فرمان نبوی ﷺ ہے:

حدیث نمبر ۱......

''میرے صحابہ کو برُا بھلا مت کہو، اگر بعد میں آنے والا کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں صرف کر دے تو ان کے خرچ کیے ہوئے ایک مد (تقریباً آدھ سیر) کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔'' [1]

حدیث نمبر ۲......

''جس طرح ستارے آسمان کی امن وسلامتی کا نشان ہیں اسی طرح میرے صحابہ میری امت کے لیے عذاب الٰہی سے امن کا باعث ہیں۔'' [2]

حدیث نمبر ۳......

''میرا ہر صحابی قیامت کے روز ایک قائد وراہنما کی حیثیت سے اٹھایا

---

[1] بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۳۶۷۳_مسلم، کتاب فضائل الصحابه، باب تحریم سب الصحابه، رقم: ۲۵۴۰/۲۲۱.

[2] مسلم، کتاب فضائل الصحابه، باب ان بقاء النبی امان لا صحابه، رقم الحدیث: ۲۰۷(۲۵۳۱)

جائے گا۔'' ❶

حدیث نمبر۴......

''جب تمہیں ایسے لوگ نظر آئیں جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہوں تو تم کہو لعنة الله علی شرّکم تمہاری اس بری حرکت پر اللہ کی لعنت ہو۔'' ❷

حدیث نمبر۵......

''میری امت میں سے میرے اوپر سب سے زیادہ احسانات ابوبکرؓ کے ہیں۔'' ❸

حدیث نمبر۶......

''اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان وقلب کو حق کا مہبط ومرکز بنا دیا ہے۔'' ❹

حدیث نمبر۷......

''ابوبکر وعمر ادھیڑ پن کی عمر میں مرنے والے جنتیوں کے سردار ہوں گے۔'' ❺

حدیث نمبر۸......

''جنت میں ہر نبی کا ایک دوست ہوگا اور میرے دوست عثمان بن عفان ہوں گے۔'' ❻

حدیث نمبر۹......

''اے لوگو! جس نے میرے چچا عباس کو تکلیف دی گویا اس نے مجھے

---

❶ ترمذی، کتاب المناقب، باب فی من سب اصحاب النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۳۸٦۵

❷ ایضاً، رقم الحدیث: ۳۸٦٦.

❸ بخاری، فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب سدوا الابواب الا باب ابی بکر، رقم: ۳٦۵٤.
مسلم، فضائل الصحابہ، باب من فضائل ابی بکر رضی اللہ عنہ ۲(۲۳۸۲)

❹ ترمذی، کتاب المناقب، باب الله هل اهلحق علی لسان، رقم الحدیث: ۳٦۸۲.

❺ ترمذی، کتاب المناقب، باب ابوبکر و عمر، سیا کهول اهل الجنة تاخلا النبیین، رقم الحدیث: ۳٦٦۵ عن علی رضی اللہ عنہ و ابن ماجه، مقدمه، باب فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ رقم الحدیث: ۱۰۰

❻ ترمذی، کتاب المناقب، باب و رفیقی فی الجنة عثمان، رقم الحدیث: ۳٦۹۸

تکلیف دی بلاشبہ چچا کا مرتبہ باپ کے برابر ہے۔" ❶

حدیث نمبر۱۰......

"اے اللہ عباس اور ان کے بیٹوں کے ظاہری و باطنی گناہ معاف فرما اور ان کی حفاظت فرما۔" ❷

حدیث نمبر۱۱......

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا گیا:

"آپ کو سب سے زیادہ عزیز کون ہے؟

فرمایا: عائشہ۔ پوچھا گیا: مردوں میں سے؟ فرمایا: عائشہؓ کے باپ ابوبکر۔" ❸

حدیث نمبر۱۲......

"خالد بن ولید اللہ کی تلوار ہیں۔" ❹

حدیث نمبر۱۳......

"اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت یافتہ اور مسلمانوں کے لیے ہادی و راہنما بنا۔" ❺

حدیث نمبر۱۴......

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

"براء بن مالک اللہ تعالیٰ کے ان نیک اور سادہ بندوں میں سے ہیں جو اگر

---

❶ ترمذی ، باب مناقب الی الفضل، رقم الحدیث: ۳۷۵۸.

❷ ترمذی، ایضاً ، باب اللھم اغفر للعباس وولدہ، رقم الحدیث: ۳۷٦٢.

❸ بخاری ، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب رقم الحدیث: ۳٦٦٢

❹ مسند احمد: ۹۰/٤، ۲۹۹/٥، ۳۰۰ والترمذی ، کتاب المناقب ، باب مناقب خالد بن الولید ، رقم: ۳۸٤٦.

❺ ترمذی، ایضاً ، باب مناقب معاویة ، رقم الحدیث: ۳۸٤۲.

اللہ کی قسم کھا کر کچھ کہہ دیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کر دے۔"❶

حدیث نمبر ۱۵......

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نیک ہونے کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا:

"عبداللہ بن عمر نیک آدمی ہیں۔"❷

یہ ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاکباز ساتھی جن کے متعلق شیعہ قوم کے نظریات بھی آپ نے ملاحظہ فرمائے اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات بھی۔

یہود و مجوس نے ان کے خلاف بغض وعناد اور کینہ وحسد کے اظہار کے لیے عبداللہ بن سبا یہودی کو قائد بنایا اور "شیعان علی" کے نام سے ظاہر ہو کر بے بنیاد حکایات وضع کیں اور ان پر شیعہ مذہب کی بنیاد رکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف بدزبانی اور فحش گوئی کر کے ان سے اس بات کا انتقام لینا چاہا کہ انہوں نے یہودیوں کے اسلاف بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ کو مدینہ منورہ سے نکالا تھا اور ان کی سرکوبی کی تھی اور مجوسیوں کے عبادت خانوں کی اس آگ کو بجھایا تھا جسے پوجنے کے لیے انہوں نے صدیوں سے جلا رکھا تھا۔ ان کے نزدیک صحابہ کرامؓ کا یہ بہت بڑا جرم تھا کہ انہوں نے قیصر وکسریٰ کے تاج کو پاؤں تلے روند کر روم وفارس پر اسلام کا پرچم لہرا دیا تھا۔

☆☆☆☆

❶ ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب البراء بن مالک، رقم الحدیث: ٣٨٥٤.

❷ بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عبداللہ بن عمر، رقم الحدیث: ٣٨٣٩۔ مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبداللہ بن عمر، رقم الحدیث: ٢٤٧٩/١٤٠

ایران میں شیعہ مذہب کی ترویج کا سبب

ایران (فارس) کی سرزمین پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں پرچم توحید بلند ہوا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں کی قوت وشوکت کو پارہ پارہ کیا، انہیں ان کی سرزمین پر شکست دی، وہاں سے مجوسیت کا قلع قمع کیا اور صدیوں سے حکومت کرتے ہوئے الوہیت کے دعویدار ساسانی خاندان کا خاتمہ کیا۔ اسی وجہ سے مجوسیت کے پیروکار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوگئے اور انہیں اپنا دشمنِ اول گرداننے لگے۔ چنانچہ یہودیوں نے اپنے ناپاک عقائد کی ترویج اور اسلامی حکومت کے خلاف فتنہ وفساد کے بیج بونے کے لیے ایران کی سرزمین کو زرخیز خیال کیا اور پھر اتفاق سے ایرانی شہنشاہ یزدجرد کی بیٹی شہر بانو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے عقد میں آگئی کیوں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فتح ایران کے بعد ایرانی قیدیوں کے ساتھ آنے والی یزدجرد کی بیٹی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی تھی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کر لی تھی۔ ایرانیوں نے جب دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے شیعہ کے چوتھے امام علی زین العابدین شہر بانو کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں اور اس اعتبار سے ماں کی طرف سے ان کی رگوں میں ایرانی خون گردش کر رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے شیعہ مذہب کے قبول کرنے میں ذرا سا بھی تأمل نہ کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف انتقامی جذبات کو تسکین دینے اور ساسانی خون کی تقدیس کے لیے فوراً ابن سبا یہودی کے ہمنوا بن گئے۔

ابن سبا نے ایرانی شہر کوفہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا کر مجوسیوں کے تعاون سے خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف محاذ بنا لیا اور یہودی ومجوسی عقائد کی

ترویج شروع کر دی۔

برطانوی مستشرق جس نے ایران میں طویل عرصہ گزار کر وہاں کی ثقافت وتاریخ کا گہرا مطالعہ کیا اپنی تصنیف میں لکھتا ہے:

''ایرانیوں کی طرف سے مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب کی مخالفت و معاندت کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ کہ انہوں نے فارس کو فتح کیا اور ان کی قوت و شوکت کو کمزور کر کے وہاں اسلام کا پرچم بلند کیا تھا۔ البتہ ایرانی کھل کر عمر بن خطاب کی مخالفت نہ کر سکے اور انہوں نے اسے مذہبی رنگ دے کر اور کچھ خود ساختہ عقائد کا سہارا لے کر ان سے بغض و عداوت کا اظہار کیا۔'' [1]

ایک دوسری جگہ رقمطراز ہے:

''اہل ایران کی طرف سے عمر بن خطاب کی مخالفت کا سبب یہ نہ تھا کہ انہوں نے علی اور فاطمہ کے حقوق غصب کیے تھے بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ عمر بن خطاب نے ایران کو فتح کر کے ساسانی خاندان کا خاتمہ کیا تھا...... اس سلسلے میں برطانوی مصنف ڈاکٹر براؤن نے ایک ایرانی شاعر کے فارسی اشعار بھی نقل کیے ہیں:

بشکست عمر پشت ہزبران اجم را
برباد فناد ادرگ وریشہ جم را
ایں عربدہ بر غصب خلافت زعلی نیست
با آل عمر کینہ قدیم است عجم را

یعنی عمر نے ایرانیوں کی کمر توڑ دی اور آل جمشید (شہنشاہ فارس کا نام) کی بیخ کنی کی۔ علی سے خلافت کا غصب کرنا تو ایک بہانہ ہے عمر کی مخالفت کا

[1] تاریخ ادبیات ایران مصنفہ ڈاکٹر براؤن ج ۱ ص ۲۱۷، اردو ترجمہ مطبوع بھارت۔

اصل سبب تو ان عجمیوں کا وہ کینہ وحسد ہے جو زمانۂ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔'' ❶

نیز: ''جب ایرانیوں نے دیکھا کہ علی بن حسین زین العابدین میں ایرانی خون کی آمیزش ہے تو یہ بات ان کے اس عقیدے کی پختگی کا باعث بنی کہ ملوکیت اسی خاندان کا حق ہے۔'' ❷

ولایت ووصایت

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ عبداللہ بن سبا نے ''اسلام'' کے لبادہ میں ایک ایسا دین ایجاد کیا جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اس دین کے عقائد میں سے ایک عقیدہ ''وصایت وولایت'' بھی ہے جو خالصتاً یہودی عقیدہ ہے اور سب سے پہلے اس کا اظہار منافق عبداللہ بن سبا نے کیا، یہ عقیدہ شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد میں سے ہے چنانچہ اس عقیدے کا ذکر کرتے ہوئے شیعہ محدّث محمد بن یعقوب کلینی اپنی اس کتاب میں جسے شیعہ عقائد کے مطابق بارہویں (موہوم ومزعوم) امام پر پیش کیا گیا اور اس نے اس میں موجود روایات کی تصدیق کی، امام باقرؒ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا: ''اسلام کے پانچ ارکان ہیں: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت، اور جتنی اہمیت عقیدہ ولایت کی ہے اتنی کسی رکن کی نہیں۔'' ❸ یہیں سے شیعہ اور مسلمانوں کے مابین اختلاف کا آغاز ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک اسلام کا بنیادی اور پہلا رکن توحید ورسالت پہ ایمان ہے مگر شیعہ قوم کے نزدیک اس رکن کی کوئی حیثیت نہیں اور عقیدہ وصایت

---

❶ تاریخ ادبیات ایران ج ٤ ص ٤٩۔

❷ ایضاً ج ١ ص ٢١٥۔

❸ اصول کافی، باب دعائم الاسلام ج ٢ ص ٢٠ مطبوعہ ایران۔

وولایت تمام ارکان سے افضل واہم ہے۔ شیعہ قوم کے نزدیک وصایت وولایت علی رضی اللہ عنہ کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور آپ کے مقرر کردہ خلیفہ ونائب تھے۔ خلافت آپؓ کا اور آپ کی اولاد کا حق تھا مگر ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے یہ حق غصب کر لیا اور خود خلیفہ بن گئے۔ شیعہ کے نزدیک اس عقیدے پر ایمان لانا تمام ارکانِ اسلام سے اہم ہے۔ شیعہ کہتے ہیں: ''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اسلام کے ارکان تین ہیں: نماز، زکوۃ اور ولایت۔'' [1]

گویا حج اور روزے کی بھی کوئی حیثیت نہ رہی۔ ایک روایت میں ہے:

''ہماری ولایت (خلافت ووصایت) اللہ کی ولایت ہے۔ تمام انبیائے کرام نے ہماری ولایت کی طرف دعوت دی۔'' [2]

اسی پر بس نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''میری ولایت اہل ارض وسماء پر پیش کی گئی، ایمان لانے والے ایمان لے آئے اور انکار کرنے والوں نے انکار کر دیا۔ یونس علیہ السلام نے میری ولایت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے بطور سزا انہیں مچھلی کے پیٹ میں اس وقت تک قید رکھا جب تک وہ میری ولایت پر ایمان نہ لے آئے۔'' [3]

ایک اور روایت میں ہے:

''حضرت علی کی ولایت تمام صحف انبیاء میں مکتوب ہے اور ہر نبی کو

---

[1] اصول الکافی ج ۲ ص ۱۸، مطبوعہ ایران۔

[2] بصائر الدرجات للصفار، ج ۲ باب ۹، ص ۷۵ مطبوعہ ایران ۱۲۸۵ھ و ایضاً "کتاب الحجۃ من الکافی" ج ۱ ص ۴۳۸۔

[3] بصائر الدرجات ج ۲ باب ۱۰۔ ص ۹۵، ۹۶۔

محمد ﷺ کی نبوت اور علی علیہ السلام کی وصایت دے کر مبعوث کیا گیا۔"❶

ایک روایت میں ہے:

"اللہ تعالیٰ نے جس طرح انبیائے کرام سے حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کا عہد لیا اسی طرح علی علیہ السلام کی ولایت کے اقرار کا بھی عہد و میثاق لیا۔"❷

شیعہ مفسر قمی آیت: ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ﴾ کے تحت لکھتا ہے:

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت آدم سے لے کر جتنے نبی بھی مبعوث ہوئے سب کے سب دنیا میں واپس آئیں گے اور امیر المؤمنین (علیؓ) کی مدد کریں گے اور یہی مطلب "وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" کا ہے، اور "لَتُوْمِنُنَّ بِهٖ" سے مراد رسول اللہ، "وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" سے مراد امیر المؤمنین" علی (علیہ السلام) یعنی اللہ نے تمام انبیاء و رسل سے عہد لیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی مدد کریں گے۔"❸

یہ ہے اس یہودی الاصل مذہب کا بنیادی رکن جس کے بارے میں شیعہ مؤرخین نوبختی اور کشی کا قول گزر چکا ہے کہ اس عقیدے کی ترویج کے لیے سب سے پہلے عبداللہ بن سبا نے آواز اٹھائی۔

تعطیلِ شریعت

عقیدۂ وصایت کے متعلق پیش کردہ نصوص کے بعد اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ شیعہ مذہب یہود کا ایجاد کردہ و پروردہ ہے، یہودیوں نے یہ

❶ کتاب الحجة من الكافي ج۱ ص۴۳۸، مطبوعہ ایران۔

❷ بصائر الدرجات ج۲ باب۸، ص۹۳ مطبوعہ ایران۔

❸ تفسير القمي ج۱ ص۱۰۶، مطبوعہ ایران۔

عقائد اسلامی شریعت کو نقصان پہنچانے کی غرض سے وضع کیے اور انہیں ''اسلامی'' رنگ دے کر مسلمانوں کو حقیقی اسلام سے دور کرنے کی کوشش کی، شیعہ قوم لاکھ اس حقیقت سے انکار کرے مگر جب تک وہ ان عقائد سے برأت کا اظہار نہیں کرتی اور وصایت وتبرا بازی جیسے مذموم اور یہودی نظریات واعتقادات سے تائب نہیں ہوتی اس وقت تک اس قوم سے وابستہ افراد کو اسلام سے اپنا تعلق قائم کرنے کا کوئی حق نہیں۔

شیعی عقائد کے مطابق نجات کا دارومدار عمل پر نہیں بلکہ جس طرح یہودیوں کا عقیدہ تھا:

> ''نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ'' ہم اللہ کے بیٹے (معاذ اللہ) اور اس کے محبوب ہیں چنانچہ روز قیامت ہم عذاب سے محفوظ رہیں گے اسی طرح شیعہ قوم کا عقیدہ ہے چونکہ ہم محبان علی واہل بیت ہیں لہٰذا ان کی محبت کی بدولت ہماری بخشش یقینی ہے، حبِ اہل بیت کے بعد عذاب الٰہی کا ہمیں کوئی خوف وڈر نہیں۔''

چنانچہ شیعہ مفسر قمی اپنی تفسیر میں لکھتا ہے:

> ''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو آواز دی جائے گی، وہ لبیک کہیں گے ...... پھر باقی تمام آئمہ کرام کو آواز دی جائے گی ...... پھر شیعان علی کو اور وہ اپنے اماموں کے ساتھ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔''[1]

ایک روایت جو پیچھے بھی گزر چکی ہے اس میں بھی اس عقیدے (تعطیل شریعت) کی وضاحت کی گئی ہے:

> ''امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس کسی شرابی آدمی کا ذکر کیا گیا جس نے

---

[1] تفسیر قمی: ج ۱ ص ۱۲۸۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف اور علی علیہ السلام کی محبت میں اشعار کہے تھے تو امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا:

((وما ذالک علی اللہ أن یغفر لمحب علی))

کہ اگرچہ وہ ایک شرابی شخص تھا مگر علی سے تو محبت کرتا تھا، اور محب علی اگر شرابی بھی ہو تو اللہ اسے معاف فرما دے گا۔ ❶

امام جعفر صادق سے ہی ایک اور روایت ہے کہ انہوں نے ایک شیعہ شاعر (مرثیہ خواں) سے چند اشعار سنے جن میں اہل بیت پر ظلم کا ذکر تھا، اشعار سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، پھر فرمانے لگے:

اے جعفر بن عفان! (مرثیہ خواں کا نام) فرشتوں نے بھی تمہارے شعر سنے اور ان کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے، اور تیرے ان اشعار کی بدولت ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ معاف فرما کر تجھ پر جنت واجب کر دی ہے۔

''پھر فرمایا: جو شخص بھی شہادت حسین بیان کر کے خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلائے اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔'' ❷

(یعنی محفل عزاء کا اہتمام کرو اور خود ساختہ واقعات پڑھ پڑھ کر رولو اور رلاؤ اور ساتھ گناہ معاف کروا لو، کوئی ضرورت نہیں نماز روزے اور دوسرے واجبات وغیرہ پر عمل کرنے کی یہی وجہ ہے کہ شیعہ مذہب میں جمعہ جماعت کی کوئی حیثیت نہیں نہ ان کے نزدیک جمعہ فرض ہے اور نہ ہی نماز با جماعت کی ادائیگی، آج بھی ایران وغیرہ میں ان کے امام باڑوں میں جمعہ جماعت کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ سال بعد انہیں محرم میں کھولا جاتا ہے اور باطل

❶ رجال کشی ص۱۴۳۔ ❷ رجال کشی ص۲۴۶۔

روایات وحکایات کے ذریعے لوگوں کو رلایا جاتا، صحابہ کرام کی تکفیر کی جاتی، ان کے خلاف ہرزہ سرائی ودریدہ دہنی کی جاتی ہے اور جنت کی بشارت سنادی جاتی ہے۔ (مترجم)

اس طرح کی روایات سے شیعہ کتب بھری پڑی ہیں، شیعہ مذہب کی ایجاد کا مقصد ہی یہی تھا کہ اسلامی تعلیمات کو مسخ اور شریعت اسلامیہ کو معطل کیا جائے، اسی لیے اس قسم کی روایات کو عام کیا گیا اور اس قسم کے اعتقادات کی ترویج کی گئی۔

مسئلہ بداء

شیعہ مذہب کا یہ عقیدہ بھی ابن سبا یہودی کی ایجاد واختراع ہے اس عقیدے کا مفہوم ہے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو بعض واقعات کے ہونے کا علم نہیں ہوتا تاوقتیکہ وہ وقوع پذیر نہ ہو جائیں۔

شیعہ محدث کلینی نے اپنی کتاب میں ''البداء'' کے عنوان سے بہت سی روایات ذکر کی ہیں، لکھتا ہے:

''امام علی رضا علیہ السلام ...... شیعہ کے آٹھویں امام ...... فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء نے اللہ کے لیے عقیدہ بداء کا اقرار واعتراف کیا ہے۔'' [1]

اس عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے نوبختی لکھتا ہے:

''امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے بیٹے اسماعیل بن جعفر کو اپنے بعد امامت کے لیے نامزد کیا تھا کہ میرے بعد وہ امام ہوں گے، لیکن ان کے بیٹے اسماعیل کا امام جعفر کی زندگی میں ہی انتقال ہو گیا ...... جس پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت! آپ نے تو انہیں امامت کے لیے نامزد فرمایا تھا آپ کو اپنے بیٹے کے انتقال کا علم نہ تھا؟ ...... تو

[1] اصول کافی کتاب التوحید، باب البداء ج۱ ص۱۴۸، مطبوعہ ایران۔

آپ نے فرمایا: (صرف مجھے ہی نہیں) اللہ کو بھی علم نہ تھا، اللہ تعالیٰ کو بداء (یعنی علم بعد الجہل) ہوا ہے۔'' 2 عیاذاً باللہ۔

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی ارادہ تھا کہ اسماعیل بن جعفر ہی امام جعفر صادق کے بعد امام بنیں اور اللہ تعالیٰ نے ہی امام جعفر کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کی امامت کا اعلان کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ اسماعیل کی وفات کے بعد پتہ چلا کہ یہ فیصلہ غلط تھا۔

(اسماعیلیوں اور شیعہ اثنا عشریہ کے درمیان اختلاف کا آغاز بھی یہیں سے ہوا، اسماعیلیوں کا موقف تھا کہ چونکہ امامت باپ کے بعد بیٹے کی طرف کی منتقل ہوتی ہے اس لیے اسماعیل کے بعد امامت ان کے بیٹے محمد بن اسماعیل کا حق تھا نہ کہ اسماعیل کے بھائی موسیٰ کاظم کا۔ جب کہ شیعہ اثنا عشریہ نے ان کے موقف کی مخالفت کرتے ہوئے موسیٰ کاظم کو امام مان لیا اور ان کی امامت کے لیے عقیدۂ بداء کا سہارا لیا کہ غلطی امام جعفر صادق کی نہیں بلکہ معاذ اللہ .... اللہ کی تھی۔) (مترجم)

اس طرح کی صورتِ حال سے موسیٰ کاظم کو بھی دو چار ہونا پڑا چنانچہ کلینی لکھتا ہے:

''ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ امام موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بیٹے ابو جعفر کا چونکہ انتقال ہو گیا ہے لہٰذا اب امامت آپ کے دوسرے بیٹے ابو محمد کو ملے گی جس طرح کہ اسماعیل کے انتقال کے بعد امامت آپ کو مل گئی تھی، جوں ہی میرے دل میں یہ خیال گزرا، آپ فرمانے لگے:

ہاں ابو ہاشم! تم درست سوچ رہے ہو، میرے بیٹے ابو جعفر کے متعلق اللہ تعالیٰ کو اس طرح بداء ہوا ہے جس طرح اسماعیل کے متعلق ہوا تھا، اب میرے بعد میرا بیٹا ابو محمد امام ہوگا، اسے غیب کا علم حاصل ہے اور اس کے

2 فرق الشیعة از نوبختی ص ٨٤ مطبوعه نجف۔

پاس آلہٗ امامت ہے۔'' ❶

گویا شیعہ قوم کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بعض واقعات وقوع پذیر ہونے سے پہلے مخفی ہوتے ہیں۔ کلینی ہی کی روایت ہے:

''عبدالمطلب روز محشر اکیلے ہی امت کی حیثیت سے اٹھیں گے۔ ان پر بادشاہوں کا سا جلال اور انبیائے کرام کا سا حلیہ ہوگا۔ کیوں کہ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے عقیدۂ بداء کا اظہار کیا۔'' ❷

عقیدہ رجعت

یہ بھی ایک یہودی عقیدہ ہے۔ شیعہ مذہب میں اس عقیدے کے مطابق بارہ امام دنیا میں دوبارہ ظاہر ہوں گے۔

شیعہ قوم اور بارہ امام:

شیعہ قوم کے نزدیک عقیدۂ وصایت (علی) وامامت ائمہ کی اہمیت تمام اسلامی ارکان سے زیادہ ہے۔ اس عقیدہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے واجب الاطاعت امام ووصی تھے۔ ان کے بعد حضرت حسنؓ پھر حضرت حسینؓ پھر ان کے بیٹے زین العابدینؒ پھر ان کے بیٹے امام باقرؒ اور آخری امام ووصی محمد بن عسکری شیعہ عقیدے کے مطابق بچپن میں ہی ایک غار کے اندر چھپ گئے تھے۔ شیعہ قوم آج تک اس امام کے غار سے نکلنے کا انتظار کر رہی ہے حالانکہ یہ سب افسانوی باتیں ہیں، اس کا پیدا ہونا ہی ثابت نہیں غار میں چھپنا اور ابھی تک اس کے زندہ ہونے کا عقیدہ رکھنا تو ویسے ہی خلاف عقل اور مضحکہ خیز عقیدہ ہے۔

شیعہ قوم اپنے اماموں کے بارہ میں بہت سے خلاف اسلام عقائد رکھتی ہے۔ ان

---

❶ اصول کافی ج۱ ص۳۲۷ ❷ اصول کافی ج۱ ص۲۳۸

کے مطابق بارہ امام انبیاء ورسل سے افضل ہیں یہی نہیں بلکہ وہ خدائی اختیارات و تصرفات کے مالک اور صفات الٰہیہ سے متصف ہیں، مخلوق کے حاجت روا اور مشکل کشا ہیں، ساری دنیا ان کے تابع ہے، فرشتے اور انبیاء ورسل ان کے مطیع ہیں کوئی چیز ان سے مخفی نہیں۔

ائمہ اور علم غیب

کلینی اپنی کتاب "الکافی" میں روایت کرتا ہے:

"امام کو ہر چیز کا علم ہوتا ہے، جب کسی بھی واقعہ کے متعلق جاننا چاہیں انہیں فوراً اس کا علم ہو جاتا ہے۔" ❶

مزید لکھتا ہے:

"ہر امام اپنی موت سے آگاہ اور اس سلسلے میں با اختیار ہوتا ہے، جب تک وہ خود نہ چاہے اس پر موت واقع نہیں ہو سکتی۔"

حضرت جعفر سے روایت کرتے ہیں:

"جو امام غیب کا علم نہیں رکھتا ❷ اور اپنے انجام سے باخبر نہیں ہوتا وہ لوگوں کے لیے حجت نہیں۔" ❸

غلو ومبالغہ آرائی

شیعہ قوم کے نزدیک ان کے اماموں کا رتبہ انبیائے کرام سے زیادہ ہے، انبیاء ومرسلین ان کے عقیدہ کے مطابق اماموں سے معاذ اللہ کمتر ہیں البتہ نبی آخر الزمان

---

❶ اصول کافی کتاب الحجة ج ۱ ص ۲۵۸

❷ اس واضح نص کے بعد لطف اللہ صافی کا یہ کہنا کہ شیعہ اپنے اماموں کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے کذب و بددیانتی کا مظہر ہے۔ لطف اللہ صافی کہتا ہے کہ محب الدین الخطیب نے شیعہ پر بہتان لگایا ہے کہ وہ اپنے اماموں کو عالم الغیب سمجھتے ہیں، لطف اللہ صافی بتلائے کہ کذاب ومفتری کون ہے؟ تم یا محب الدین الخطیب؟

❸ اصول کافی ج ۱ ص ۲۸۵

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں ان کا کہنا ہے کہ بارہ امام آپ سے افضل واعلیٰ تو نہیں مگر ان کا مقام و مرتبہ آپ سے ادنیٰ بھی نہیں گویا موسیٰ کاظم اور علی رضا وغیرہ امتی ہونے کے باوجود رتبے کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کے برابر ہیں جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو اس قوم کے نزدیک رسول اکرم ﷺ سے بھی افضل ہیں چنانچہ شیعی روایت ہے:

''امیر المومنین علی علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن جنت اور دوزخ کی تقسیم میرے سپرد ہوگی (جسے چاہوں جنت میں داخل کروں اور جسے چاہوں جہنم میں داخل کروں)...... حضرت جبریل علیہ السلام، تمام فرشتوں اور تمام رسولوں نے میرے لیے بھی ان فضائل ومناقب کا اقرار کیا ہے...... جو محمد ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔ البتہ مجھے چند ایسی صفات عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ مجھے اموات، مصائب و تکالیف اور حسب و نسب کا علم عطا کیا گیا۔ نیز: مجھے قوت خطابت سے بھی نوازا گیا اسی طرح مجھے گزشتہ اور مستقبل کے تمام واقعات عالم کا بھی علم ہے۔ مجھ پر کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔'' [1]

یہ وہ ''چند صفات'' ہیں جو ان کے بقول حضرت علی سے قبل کسی کو حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی عطا نہیں کی گئیں۔ البتہ حضرت علی کے بعد آنے والے باقی امام ان صفات سے متصف ہیں۔

چنانچہ کلینی، شیعہ کے آٹھویں امام علی رضا سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

''ہم اللہ کے امین ہیں یعنی ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کے امین ہیں، ہمیں لوگوں پر نازل ہونے والی مصائب، مشکلات اور ان کی اموات کے وقت کا

[1] اصول کافی ج۱ ص۱۹۶، مطبوعہ ایران

اوران کے حسب ونسب کا علم ہے۔ ہم شکل دیکھ کر ہی کسی کے مومن یا منافق ہونے کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔" [1]

اماموں کے لیے علم غیب کا یہ عقیدہ قرآنی آیات سے واضح طور پر متصادم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

(النمل: ٦٥)

"اے نبی (ﷺ) فرما دیں آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔"

نیز......

﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ (الانعام: ٥٩)

"اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیبی امور کا علم ہے اس کے علاوہ انہیں کوئی نہیں جانتا۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اعلان فرما دیں:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ﴾ (الانعام: ٥٠)

"فرما دیجیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی مجھے غیب کا علم ہے اور نہ تم سے میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔"

نیز......

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ

---

[1] كتاب الحجة من الكافي ج١ ص٢٢٣

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف : ۱۸۸)

''فرما دیجیے میں اپنی ذات کے لیے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جس قدر اللہ چاہے۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرتا اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچتی، میں تو اہل ایمان کے لیے بشیر (خوشبری دینے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) کے سوا کچھ نہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ (لقمان : ۳۴)

''اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے، وہی رحم مادر کے اندر جو کچھ ہے اس کا علم رکھتا ہے۔ کسی شخص کو علم نہیں کہ اسے کس مقام پر موت آگھیرے گی بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمام امور کو جاننے والا اور باخبر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نبی مکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ﴾

(التوبہ : ۱۰۱)

''اہل مدینہ میں سے کچھ ایسے منافقین ہیں جو اپنے نفاق پر پختہ ہو چکے ہیں، (اے نبی ﷺ!) آپ انہیں نہیں جانتے ہم ہی جانتے ہیں۔''

اب ہر قاری خود ہی قرآنی آیات اور شیعی عقائد کے درمیان موازنہ کر سکتا ہے قرآن کے مطابق غیبی امور کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں مگر شیعہ قوم کے مطابق ان

کے اماموں پر آسمان وزمین کی کوئی چیز مخفی نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنی ذات کے لیے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے مگر شیعہ قوم کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی جنت اور دوزخ کے مالک ہیں جسے چاہیں جنت میں داخل کر دیں اور جسے چاہیں جہنم میں۔

اسی طرح قرآن مجید کے مطابق موت کے وقت اور مقام کا تعین، قیامت کا علم، بارش کے نزول کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی سے خاص ہے مگر شیعہ قوم کے نزدیک ان تمام امور کا علم ان کے اماموں کو بھی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کے مطابق امام الانبیاء ﷺ کو مدینہ میں موجود منافقین کا علم نہ تھا مگر شیعہ قوم کا عقیدہ ہے کہ ان کے امام شکل دیکھ کر ہی کسی کے منافق یا مومن ہونے کا اندازہ کر لیتے تھے۔

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں ایک طرف اللہ کا دین ہے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا اور دوسری طرف شیعہ قوم کا دین ہے جو یہودیت اور مجوسیت سے اخذ کیا گیا ہے۔

شیعہ قوم اپنے اماموں کے فضائل بیان کرتے وقت انبیائے کرام کی توہین میں بھی کسی قسم کا تردد محسوس نہیں کرتی چنانچہ ان کا محدث کلینی یوسف التمار سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کہا:

”ہم ایک روز امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ فرمانے لگے: ہمارے درمیان کوئی جاسوس بیٹھا ہوا ہے۔ ہم نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی ہمیں کوئی مشکوک شخص نظر نہ آیا۔ ہم نے کہا: ہمارے خیال میں یہاں کوئی جاسوس نہیں ہے۔

(اپنی بات کی تردید پر آپ غصے میں آ گئے) اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! اگر میں موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے ساتھ موجود ہوتا تو میں انہیں بتلاتا کہ میں ان

دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ اس لیے کہ ان دونوں کے پاس ماضی کا علم تو تھا مگر وہ حال اور مستقبل کے بارہ میں کچھ نہ جانتے تھے جب کہ مجھے قیامت تک کے تمام واقعات کا علم ہے۔'' ❶

ایک اور روایت میں ہے:

''امام جعفر صادق نے فرمایا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے مجھے سب اشیاء کا علم ہے، اور جو کچھ جنت اور دوزخ میں ہے مجھے اس کا بھی علم ہے، اسی طرح مجھے گزشتہ واقعات اور ہونے والے واقعات کا بھی علم ہے۔'' ❷

شیعہ قوم جانتی تھی کہ اگر انہوں نے براہ راست انبیاء اور رسل کی توہین کی تو یہ تحریک عوام میں پھیل نہیں سکے گی اس لیے انہوں نے حب اہل بیت کی آڑ میں انبیاء کرام کو تنقیص کا نشانہ بنایا اور خود امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تنقیص سے بھی باز نہ رہے۔ اپنے اماموں کے فضائل بیان کرتے وقت ان کا مقام و مرتبہ نبی محترم ﷺ سے بھی بڑھا دیا اور اس قدر غلو کیا کہ تمام انبیاء کرام اور آپ ﷺ کی ذات اقدس ان کے اماموں کے مقابلے میں معاذ اللہ ہیچ اور کمتر نظر آنے لگی۔ چنانچہ بصائر الدرجات کا مصنف اور کلینی کا استاذ ابو حمزہ سے روایت بیان کرتا ہے:

''امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے ہمارے پاس ایک ایسا فرشتہ آتا ہے جو جبرائیل اور میکائیل سے بھی بڑا ہے۔'' ❸

❶ اصول الکافی ج ۱ ص ۲۶۱، مطبوعہ ایران، و بصائر الدرجات جزء ۳ ص ۱۲۸ و بحار الانوار، ج۲۶ ص ۱۹۶، مطبوعہ بیروت کتاب الامامة، باب انهم اعلم من الانبیاء علیهم السلام۔

❷ اصول کافی باب ''اماموں کو تمام واقعات کا علم ہے اور ان پر کوئی چیز مخفی نہیں'' ج ۱ ص ۲۶۱

❸ بصائر الدرجات للصفار ج ۵ باب ۷ ص ۲۵۲ مطبوعہ ایران

یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیائے کرام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوا کرتے تھے مگر شیعہ کے اماموں پر حضرت جبرائیلؑ سے بھی افضل واعلیٰ کوئی اور عظیم فرشتہ نازل ہوتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے ایک شیعہ راوی کہتا ہے:

"جب آپ کو فتح خیبر کے لیے بھیجا گیا تو آپ کچھ دیر الگ ہو کر کھڑے رہے، آپ ﷺ کے ساتھیوں نے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہیں۔

واپسی پر کسی نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ حضرت علی سے ہم کلام ہو چکا ہے یوم طائف کے موقعہ پر، تبوک کے مقام پر اور حنین کے مقام پر۔" [1]

حضرت جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

"رسول اللہ ﷺ نے طائف والوں سے کہا کہ میں تمہاری طرف ایک ایسے شخص کو روانہ کروں گا جو میری مانند ہے۔ پھر آپ نے حضرت علی کو طائف بھیجا اور خود رسول اللہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت علی کے پیچھے روانہ ہو گئے جب وہاں پہنچے تو حضرت علی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے تھے۔ لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! حضرت علی وہاں کیوں کھڑے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "حضرت علی اپنے رب سے مناجات کر رہے ہیں۔" [2]

کس قدر مقامِ افسوس ہے کہ شیعہ قوم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے اماموں کی فضیلت کی آڑ میں عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کر رہی ہے، کیا یہ عقیدہ رکھنا کہ جبرائیل علیہ السلام سے بڑا

---

1. بصائر الدرجات، للصفار ج۸ باب ۱۶، ص: ۴۳۱ مطبوعہ ایران
2. بصائر الدرجات، للصفار ج۸ باب ۱۶ ص ۴۳۲، مطبوعہ ایران

فرشتہ سرورِ کائنات ﷺ کے بعد اماموں پر نازل ہوتا تھا انکار ختم نبوت نہیں ہے؟

اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ براہ راست حضرت علیؓ سے ہم کلام ہوتا تھا یہ نبوت و رسالت کی توہین نہیں تو کیا ہے؟ مگر شیعہ مذہب کا تو ہدف ہی یہی ہے، ان کے نزدیک انبیائے کرام کا رتبہ اماموں سے کمتر ہے۔

شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"جان لیجیے! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ ہاں ہمارے علماء کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا ہمارے امام مطلقاً تمام انبیاء سے افضل ہیں یا الو العزم رسولوں کا مرتبہ مساوی ہے لیکن اکثریت کا عقیدہ ہے اور یہی درست ہے کہ ائمہ مطلقاً تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں ماسوائے محمد رسول اللہ کے۔ [1]

جہاں تک "ماسوائے محمد رسول اللہ" کا تعلق ہے تو یہ بھی محض تکلفاً کیا گیا ہے ورنہ شیعہ مذہب کے مطابق بارہ امام معاذ اللہ رسول اکرم ﷺ سے بھی افضل و اعلیٰ ہیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ نیز: ملا باقر مجلسی اپنی کتاب (بحار الانوار) میں لکھتا ہے:

"رسول اللہ نے حضرت علی سے کہا: اے علی! تم کچھ ایسی فضیلتوں کے مالک ہو جن سے میں محروم ہوں۔ مثلاً فاطمہ تمہاری بیوی ہے جب کہ میں اس طرح کی بیوی سے محروم ہوں، اسی طرح تمہارے دو بیٹے حسن اور حسین ہیں جب کہ میں اس مقام و مرتبے والی اولاد سے محروم ہوں۔ خدیجہ تمہاری ساس ہے جب کہ میری اس طرح کی کوئی ساس نہیں۔ میں تمہارا سُسر ہوں، تمہارے سسر کی طرح کا میرا کوئی سُسر بھی نہیں۔ جعفر تمہارا بھائی ہے۔ میرا اس طرح کا کوئی بھائی نہیں۔ فاطمہ ہاشمیہ تمہاری

[1] الانوار النعمانیہ از سید نعمت اللہ الجزائری مطبوعہ ایران ج۱ ص ۲۰.

والدہ ہیں جب کہ خیری ماں کا مقام ان کی مثل نہیں۔"[1]

نیز مجلسی ایک اور باب قائم کرتے ہوئے رقمطراز ہے باب انهم اعلم من الانبیاء یعنی امام تمام انبیاء سے زیادہ علم رکھتے ہیں بہرحال ان کے اس غلو کو جاننے کے لیے جلد نمبر ۲۶ بضائر الدرجات کا مطالعہ مفید ہے۔[2]

شیعہ مؤرخ مفید حضرت حذیفہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

"ابھی ابھی جو شخص مجھے ملا تھا کیا تو نے اسے دیکھا؟ حضرت حذیفہ نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ فرشتہ تھا اس سے پہلے یہ کبھی بھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! میں حضرت علی کو سلام کہنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی درخواست کو قبول فرمایا اور علی کو سلام کرنے کی اجازت دے دی چنانچہ وہ صرف علی کو سلام کرنے آیا تھا۔"[3]

یہ ہیں شیعہ قوم کی روایات جن کے پس پردہ جب علی کی آڑ میں وہ انبیائے کرام کی توہین اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کر کے یہودی افکار و نظریات کی ترویج کرنا چاہتے اور انہیں اسلامی شریعت کا حصہ بنا کر اسلام کی حقیقی شکل کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

---

[1] بحار الانوار ج ۳۹ ص ۸۹ مطبوعہ بیروت لبنان

[2] **توضیح**:...... بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ج ۲۶ ص ۲۶۷ پر باقاعدہ باب قائم کیا گیا ہے کہ باب تفضیلهم السلام علی الانبیاء وعلی جمیع الخلق...... یعنی ائمہ کرام کے تمام انبیاء اور ساری مخلوق سے افضل ہونے کا بیان۔ نیز مجلسی ایک اور باب قائم کرتے ہوئے رقمطراز ہے: "باب انهم اعلم من الانبیاء" یعنی امام تمام انبیاء سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ بحار الانوار از مجلسی، کتاب الامامۃ ۲۶/۱۹۴
بہرحال ان کے مزید غلو کو جاننے کے لیے بصائر الدرجات اور بحار الانوار ج ۲۶ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

[3] الأمالی للمفید المجالس الثالث ص ۲۳ طبعه ثانیه قم، ایران.

"رسول اللہ ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ علی علیہ السلام بھی سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیے تو آپ ﷺ نے علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:
جس نے آدم کو اپنی خلقت میں، نوح کو اپنی حکمت میں اور ابراہیم کو اپنے حلم میں دیکھنا ہو تو وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔" ❶

شیعہ قوم درحقیقت اپنے اماموں کو بتدریج الوہیت کے مقام پر فائز کرنا چاہتی ہے چنانچہ کلینی نے اپنی کتاب "الکافی" میں عنوان باندھا ہے:

"زمین امام کی ملکیت ہے۔"

اس عنوان کے تحت وہ حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب ایک روایت ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"دنیا اور آخرت امام کے قبضۂ اختیار میں ہے جسے چاہے اور جو چاہے عطا کر دے۔" ❷

حضرت جعفر سے ہی روایت کرتا ہے، کہ انہوں نے کہا:

"ہم حکومت الٰہیہ کے نگہبان ہیں۔ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے علوم اور وحی خداوندی کا خزانہ ہے۔" ❸

حضرت باقر کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے کہا:

"ہم علوم الٰہیہ کے خازن ہیں، ہم وحی خداوندی کے ترجمان ہیں اور ہم آسمان سے نیچے اور زمین کے اوپر بسنے والوں کے لیے واضح حجت ہیں۔" ❹

---

❶ الامالی للمفید ،المجلس الثانی صف ١٤ ، مطبوعه قم، ایران.

❷ اصول کافی ج١ ص٤٠٩ ، مطبوعه ایران. ❸ ایضاً، ص١٩٢.

❹ الکافی فی الاصول ج١ ص ١٩٢.

شیعہ قوم نے اپنے اماموں کو مافوق البشر ثابت کرنے اور انہیں خدائی صفات سے متصف کرنے کے لیے جھوٹی حکایات اور باطل روایات کا سہارا لیا ہے اور ایسی ایسی کہاوتیں وضع کیں ہیں جنہیں سن کر شیعہ قوم کی عقل کا ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ چنانچہ شیعہ محدّث نعمت اللہ الجزائری واقعہ خیبر میں حضرت علیؓ کی شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''مرحب کے قتل کے بعد جبرائیل علیہ السلام بشارت دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس بشارت کی نسبت دریافت فرمایا تو جبرائیل نے عرض کی: یا رسول اللہ! جب علی نے اپنی تلوار مرحب کو قتل کرنے کے لیے اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے اسرائیل ومیکائیل کو حکم دیا کہ علی کا بازو ہوا میں روک لو تا کہ پوری قوت سے نہ ماریں۔ مگر علی کی تلوار کی ضرب اتنی شدید تھی کہ اس کے باوجود وہ مرحب اور اس کے گھوڑے کو دو ٹکڑے کرتی ہوئی طبقات زمین میں پہنچ گئی یہ صورتِ حال دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ اے جبرائیل! جلدی زمین کے نیچے پہنچ اور علی کی تلوار کو اس بیل تک نہ پہنچنے دے جس نے زمین کو اپنے سینگوں پر اٹھایا ہوا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین زیر وزبر ہو جائے لہٰذا میں گیا اور تلوار کو روکا۔ وہ تلوار میرے بازو پر قوم لوط کے شہر سے بھاری تھی جو کہ سات شہر تھے جن کو میں نے ساتویں زمین سے اکھیڑ کر اپنے بازو پر آسمان کے قریب تک اٹھایا اور صبح کے وقت تک حکم کا منتظر رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان شہروں کے الٹانے کا حکم دیا۔ علی کی تلوار کا بوجھ ان سات شہروں کے بوجھ سے بھی زیادہ تھا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ تو نے ان شہروں کو اٹھاتے ہی کیوں نہ الٹ دیا؟

جبرائیل نے عرض کی: یا رسول اللہ! ان میں ایک بوڑھا کافر پیٹھ کے بل سو رہا تھا اور اس کے سفید بال آسمان کی طرف تھے۔ اللہ سبحانہ نے ان سفید بالوں کی حیا کرتے ہوئے انہیں عذاب دینے کا اس وقت تک حکم نہ دیا جب تک کہ اس بوڑھے نے کروٹ نہ لے لی۔ پھر اللہ نے مجھے عذاب کا حکم دیا۔

اسی دن جب قلعہ فتح ہوا اور ان کی عورتیں اسیر ہوگئیں ان میں شاہِ قلعہ کی بیٹی صفیہ بھی تھی۔ وہ رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کے منہ پر ضرب کا نشان تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا سبب دریافت کیا۔ وہ کہنے لگی کہ جب علی قلعہ کی طرف آئے تو انہیں اسے فتح کرنے میں دشواری ہوئی علی غصہ میں آگئے اور قلعے کے ایک برج کو زور سے ہلایا تو سارے قلعہ میں زلزلہ آ گیا اور جتنے لوگ اونچی جگہ پر تھے گر پڑے۔ میں اپنے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس پر سے گر پڑی اور میرے چہرے پر ضرب لگی۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے صفیہ! جب علی غضب میں آیا اور قلعے کو ہلایا تو علی کے غضب سے خدا غضب میں آیا اور تمام آسمانوں میں زلزلہ آ گیا یہاں تک کہ فرشتے ڈر گئے اور اپنے منہ کے بل گر گئے۔

رہا درہ خیبر تو چالیس آدمی مل کر اس کو رات کے وقت بند کیا کرتے تھے جب علی علیہ السلام قلعہ میں داخل ہوئے تو کثرتِ ضرب سے آپ کی ڈھال پارہ پارہ ہو کر گر پڑی۔ آپ نے اس دروازے کو اکیلے ہی اکھیڑ لیا (جسے چالیس آدمی مل کر بند کرتے تھے) اور اسے بطور ڈھال استعمال کرنے لگے۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام جنگ کرتے رہے اور وہ دروازہ آپ کے ہاتھ

میں تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمادی۔''❶

یہ ہے وہ خود ساختہ حکایت جس میں حضرت علی کو خدائی اوصاف سے متصف کیا گیا ہے ﴿یُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ﴾ یہ لوگ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے کفار کی سی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ انہیں غارت کرے یہ کہاں بھٹک رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ شیعہ دین میں بارہ امام نہ صرف تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں بلکہ وہ خدائی صفات کے حامل بھی ہیں۔

عقیدۂ تحریف قرآن

اہل سنت اور شیعہ کے درمیان بنیادی اختلاف یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید مکمل کتاب ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ نہ اس میں کسی آیت کا اضافہ ہے اور نہ ہی کمی۔ صرف یہی نہیں بلکہ قیامت تک قرآن مجید کے کسی ایک حرف کو بھی تبدیل نہیں کیا جا سکے گا۔ یہ مقدس کتاب اسی حالت میں ہے جس حالت میں نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ اپنی امت کے لیے چھوڑ کر گئے تھے۔ بخلاف دوسری آسمانی کتب اور صحائف کے کہ انہیں تبدیلی سے محفوظ نہ رکھا جا سکا بلکہ بعد میں آنے والوں نے اپنی منشا کے مطابق ان میں تبدیلی کر دی جب کہ قرآن کی نسبت ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝﴾ (الحجر : ۹)

''ہم نے ہی ذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔''

❶ الانوار النعمانیه لنعمت الله الجزائری ج۱ ص ۵۵ و ۵٦.

دوسری آیت ہے:

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ٥ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ٥ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ٥﴾ (القیامة : ۱۷ ـ ۱۹)

''قرآن مجید کو جمع کرنے اور اس کی قرأت کی ذمہ داری ہماری ہے۔ جب ہم اس کی تلاوت کریں (تو اے نبی ﷺ!) آپ بھی دہراتے جائیں۔ پھر قرآن مجید کی تفسیر بھی ہماری ذمہ داری ہے۔''

نیز ارشاد ہے:

﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ٥﴾ (حم السجدة : ۴۲)

''قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس پر باطل اثر انداز نہیں ہو سکتا نہ سامنے آ کر نہ پیچھے چھپ کر یہ اس ذات کا نازل کردہ ہے جو دانا اور تعریفوں کے لائق ہے۔''

سو اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں نہ تغیر و تبدل کیا گیا ہے، اور نہ قیامت تک کیا جا سکتا ہے یہ ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہے، اس میں کمی یا زیادتی کا کوئی احتمال نہیں کیوں کہ اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرن کریم بھی پہلی آسمانی کتب کی طرح تبدیلی سے محفوظ نہیں رہ سکا تو شریعت اسلامیہ کا ابطال لازم آتا ہے، اور تمام اسلامی عقائد تشکیک کی نذر ہو جاتے ہیں اس لیے کہ اگر کسی قرآنی آیت کی نسبت یہ یقین نہ رہے کہ وہ منزل من اللہ ہے تو اس سے کوئی عقیدہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ عقائد کے اثبات کے لیے کسی یقینی امر کا ہونا ضروری ہے۔ ظنیات و محتملات سے ایمانیات کا اثبات ممکن نہیں۔

یہ تو اہل سنت کا عقیدہ ہے، جہاں تک شیعہ قوم کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک

قرآن مجید اصلی شکل میں محفوظ نہیں بلکہ ان کے عقیدے کے مطابق اس کی بہت سی آیات میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور قرآن مجید کا ایک بہت بڑا حصہ حذف کر دیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک موجودہ قرآن اصلی قرآن نہیں۔

یہ ہے وہ بنیادی اور حقیقی اختلاف جو اہل سنّت اور شیعہ بلکہ صحیح تعبیر کے مطابق مسلمانوں اور شیعہ کے درمیان پایا جاتا ہے۔ [1] اس لیے اگر کوئی شخص قرآن مجید میں کمی یا زیادتی کا عقیدہ رکھے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کا انکار درحقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار ہے۔ تو شیعہ اس مسئلے میں نہ صرف یہ کہ اہل سنّت کے مخالف ہیں بلکہ درحقیقت وہ قرآن وحدیث اور عقل ومشاہدہ کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو چھوڑ کر باطل کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔

---

[1] شیخ محب الدین خطیب نے اپنی کتاب ''الخطوط العریضہ'' میں درست کہا ہے کہ ہمارے درمیان اور شیعہ عقائد کے درمیان اتحاد کی کوئی گنجائش نہیں رہنے دی گئی۔ کیونکہ ہمارا اور ان کا اتحاد قرآن مجید پر ہو سکتا تھا مگر ان کے نزدیک قرآن مجید بھی اصلی نہیں۔ بعد ازیں شیخ خطیب نے وہ مثالیں ذکر کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ مذہب میں موجودہ قرآن محرف اور ناقص ہے۔

ایک شیعہ عالم لطف اللہ صافی نے اپنی کتاب ''مع الخطیب فی خطوطہ العریضہ'' میں صفحہ ۴۸ سے صفحہ ۸۲ تک شیخ خطیب کے دلائل کا جواب دینے کی سعی کی ہے اور کہا ہے کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں مگر یہ مجرد انکار ہے جو تقیہ پر مبنی ہے۔ لطف اللہ صافی اپنے اس موقف کی کوئی دلیل فراہم کرنے سے عاجز رہے ہیں۔

اولاً: شیعہ عالم لطف اللہ صافی، شیخ محب الدین الخطیب کی ان نصوص کا انکار نہیں کر سکا جن سے شیعہ عقیدہ ''تحریف قرآن'' کا ثبوت ملتا ہے، اسی طرح صافی کو نوری طبرسی کی کتاب (فصل الخطاب جس میں شیعی عقیدہ تحریف قرآن کی وضاحت کی گئی ہے) کے انکار کی بھی جرأت نہیں ہو سکی بلکہ اس نے نوری طبرسی کی عظمت اور علمی فضیلت کا اعتراف کیا ہے۔

ثانیاً: خود صافی نے اپنی کتاب میں ایسی عبارتیں ذکر کی ہیں جن سے عقیدہ تحریف قرآن کا اثبات ہوتا ہے۔

ثالثاً: آخر میں یہ شیعہ عالم اپنے جرم پہ پردہ ڈالنے کے لیے یہ کہنے پر مجبور ہوا ہے کہ اس طرح کے مسائل کو زیر بحث لانا مناسب نہیں کیونکہ اس سے غیر مذاہب کو یہ کہنے کا موقعہ ملتا ہے کہ قرآن مجید بھی بقیہ کتب کی طرف محرف کتاب ہے اور یہ کہ قران مجید کا اصل اور محفوظ من اللہ ہونا مسلمانوں کے نزدیک اتفاقی مسئلہ نہیں۔

(غلط! مسلمانوں میں قرآن مجید کا مکمل اور محفوظ من اللہ ہونا اتفاقی مسئلہ ہے البتہ اس سے ⇦⇦⇦

اب وہ نصوص ملاحظہ فرمائیں جو اس شیعہ عقیدہ کی وضاحت کرتی ہیں۔ کلینی کہ جس کا شیعوں کے نزدیک وہی مقام و مرتبہ ہے جو مسلمانوں کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ وہ اپنی کتاب "الکافی فی الاصول" میں حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"وہ قرآن جو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد ﷺ پہ لے کر نازل ہوئے تھے اس کی ۱۷ ہزار آیات تھیں۔"❶

جب کہ موجودہ قرآن مجید کی آیات چھ ہزار سے کچھ اوپر ہیں جس طرح کہ خود شیعہ مفسر ابو علی الطبرسی نے اپنی تفسیر میں اس بات کا یوں اقرار کیا ہے:

"قرآن کی آیات کی تعداد ۶۲۳۶ ہے۔"❷

اس کا مطلب یہ ہوا کہ شیعہ قوم کے نزدیک قرآن مجید کا ایک تہائی تو ہمارے پاس موجود ہے جب کہ دو تہائی قرآن ضائع ہو چکا ہے۔ ایک اور شیعی روایت سے بھی

⇦⇦⇦ اختلاف کرنے والوں کی وہی حیثیت ہے جو یہود و نصاریٰ کی ہے ان کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں)

رابعاً: صافی اپنے "معصوم" اماموں سے ایک روایت بھی ایسی نہیں لا سکا جس سے اس عقیدے کی تردید ہوتی ہو جب کہ شیخ محب الدین نے دو ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے اس شیعہ عقیدے کی وضاحت ہوتی ہے۔

ہم اس بات میں بہت سی ایسی شیعہ روایات ذکر کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ مذہب کے مطابق قرآن مجید میں تحریف و تبدیلی ہو چکی ہے اور یہ اصلی قرآن نہیں ہے اور جو شیعہ رسوائی سے بچنے کی خاطر اس عقیدے سے انکار کرتا ہے اس کا انکار تقیہ اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے پر مبنی ہے (ورنہ یہ کہنا کہ شیعہ مذہب تو برحق ہے مگر قرآن کی تحریف کا عقیدہ درست نہیں یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ عیسائیت تو سچا دین ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر لٹکائے جانے کا عقیدہ درست نہیں۔ تو جس طرح صلیب پہ لٹکایا جانا عیسائیت کا بنیادی عقیدہ ہے اس طرح قرآن مجید کا محرف و تبدیل شدہ ہونا شیعیت کا بنیادی عقیدہ ہے)

❶ اصول کافی کتاب فضل القرآن باب النوادر ج ۲ ص ۶۳۴

❷ مجمع البیان للطبرسی ج ۱۰ ص ۴۰۶ مطبوعہ طھران۔

اس نظریے کی تصدیق ہوتی ہے۔ اصول کافی میں ابو بصیر سے مروی ہے، وہ کہتا ہے کہ:
''میں جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا، میں نے کہا: آپ پر قربان جاؤں میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں امام نے فرمایا: ''یہاں کوئی ہے تو نہیں جو میری بات سنے؟''

راوی کہتا ہے کہ امام جعفر صادق نے وہ پردہ اٹھا کر دیکھا جو ان کے اور دوسرے گھر کے درمیان تھا پھر فرمایا: ''جو تمہارے دل میں ہے بلا جھجک پوچھو۔''
میں نے عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے شیعہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو ایک دروازے کی تعلیم دی کہ جس سے ہزار دروازے آپ پر کھلتے تھے؟ امام نے فرمایا: رسول اللہ نے حضرت علی کو ایک ہزار دروازے کی تعلیم دی جن میں سے ہر ایک سے دو ہزار دروازے آپ پر کھلتے تھے۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! بہت بڑا علم ہے۔
امام صاحب نے ایک لمحہ کے لیے ہاتھ سے زمین کو کریدا پھر فرمایا: ''بیشک یہ علم ہے اور وہ اس قدر نہیں جتنا تو نے خیال کیا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''ہمارے پاس جامعہ ہے۔ اور مخالفین کو کیا علم کہ جامعہ کیا علم ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''میں آپ پر قربان جاؤں: جامعہ کیا ہے؟
آپ نے فرمایا: ''وہ ایک صحیفہ ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے۔ وہ حضرت علی علیہ السلام کا لکھا ہوا ہے۔ اس جامع میں ہر حلال وحرام کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اس میں ہر وہ چیز ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے حتی کہ خراش بدن کی دیت بھی اس میں ہے۔''
پھر آپ نے اپنا ہاتھ مجھ پہ مارا اور فرمایا: ''کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے؟''
میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں۔ میں تو آپ کے لیے ہوں آپ کریں جو چاہیں۔ پھر امام نے اپنے ہاتھ سے مجھے ٹٹولا اور فرمایا: ''یہاں تک کہ اس کی

دیت گویا آپ غضبناک ہیں۔"

میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! یہ علم ہے تو آپ نے فرمایا: "بے شک یہ علم ہے اور اس قدر نہیں جتنا تو نے خیال کیا۔" پھر ایک لمحہ کے لیے خاموش رہے اور فرمایا: "ہمارے پاس جفر ہے اور مخالفین کو کیا معلوم جفر کیا ہے۔ جفر ایک چمڑے کا صندوق ہے جس میں نبیوں اور وصیوں اور بنی اسرائیل کے علماء کا علم ہے۔"

پھر فرمایا: "ہمارے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام ہے اور مخالفین کو کیا خبر کہ مصحف فاطمہ کیا ہے؟" فرمایا: "وہ ایک مصحف ہے جس میں تمہارے اس قرآن کی مثل تین گنا ہے۔ اللہ کی قسم! اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔"[1]

قطع نظر باقی خرافات اور لایعنی امور کے اس روایت میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ قرآن مجید کا تین چوتھائی حصہ غائب کر دیا گیا ہے۔ موجودہ قرآن اصلی قرآن کا صرف ایک چوتھائی ہے۔ باقی تین حصے معاذ اللہ صحابہ کرام نے قرآن مجید سے حذف کر دیئے ہیں۔ ان دو روایات کے بعد کسی کے لیے یہ گنجائش نہیں رہتی کہ وہ کہے کہ شیعہ قوم قرآن مجید کو مکمل کتاب مانتی ہے اور اگر کوئی شیعہ اپنے مذہب کو برحق بھی سمجھتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ وہ تحریف قرآن کا قائل نہیں تو وہ یقیناً تقیہ کر رہا اور مسلمانوں کو دھوکہ دے رہا ہے۔ کیوں کہ یہ دونوں روایات شیعوں کی اس حدیث کی کتاب میں درج ہیں جس کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ یہ کتاب ان کے بارھویں مزعومہ غائب امام پر پیش کی گئی تھی اور اس امام نے اس کتاب کی تصدیق کی تھی اور شیعوں کے لیے کافی ومکمل کتاب قرار دیا تھا۔

اس کتاب کے مصنف کا نام محمد بن یعقوب کلینی ہے۔ اس کے متعلق شیعوں کا کہنا

---

[1] اصول کافی کتاب الجمعه باب ذکر الصحیحة والنامعة و مصحف فاطمة ج ۱ ص ۲۳۹، ۲۴۰ مطبوعه طهران.

ہے کہ اس کے ان سفیروں کے ساتھ روابط تھے جو شیعہ عوام اور غار میں چھپے ہوئے بارھویں امام کے درمیان واسطے کا کام دیتے تھے۔

کتاب کا نام "الکافی" ہے۔تو وہ کتاب جوان کے افسانوی امام کی مصدقہ ہو اس کتاب کی یہ روایات ہی شیعہ مذہب کے اس عقیدے کی وضاحت کے لیے کافی ہیں۔ اہلِ انصاف غور کریں اور بتلائیں کہ مجرم کون ہے؟ جرم کا ارتکاب کرنے والا! یاارتکاب جرم کی نشاندہی کرنے والا!

ہم تو صرف مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ وہ ایسے مذہب کو اختیار نہ کریں جس مذہب میں قرآن مجید ایک تبدیل شدہ کتاب ہو۔ اور جس مذہب کے نزدیک اصل قرآن دنیا میں ہی موجود نہ ہو بلکہ وہ غار میں چھپے ہوئے بارھویں امام کے پاس ہو۔ (تفصیل آگے آئے گی)

مجرم ہم نہیں کہ ہم تو صرف جرائم کی نشاندہی کرتے ہیں تاکہ امتِ اسلامیہ کو ان جرائم سے محفوظ رکھا جا سکے۔

مجرم وہ ہیں جو شیعہ سنی اتحاد کا نام لے کر یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ جرائم کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ اس سے چشم پوشی کرتے اور امت اسلامیہ کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔

تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات ایک یا دو نہیں بلکہ ہزار کی تعداد میں ہیں جو شیعہ قوم کی تفسیر، حدیث اور فقہ و تاریخ کی کتب میں پھیلی ہوئی ہیں۔

شیعہ محدث صفار (جو کہ کلینی کا استاد ہے) کی کتاب بصائر الدرجات میں حضرت باقر سے روایت ہے:

"رسول اللہ نے منیٰ میں صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ: اے لوگو! میں تمہارے پاس تین چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

۱-قرآن مجید ۲-اہل بیت ۳-کعبہ

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدس شعائر ہیں تم ان کی حفاظت کرنا۔ حضرت باقر فرماتے ہیں:

مگر افسوس! انہوں نے قرآن مجید میں تبدیلی کر دی۔ کعبہ کو منہدم کر دیا۔ اور اہل بیت کو قتل کر ڈالا۔'' ❶

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ کلینی اپنی ''کافی'' میں روایت کرتا ہے:

''حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام نے علی بن سوید کو خط لکھا جس میں اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''جو شیعہ نہیں اس کے دین سے محبت نہ رکھ کیوں کہ وہ خائن ہیں۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے اور کیا تجھے معلوم ہے کہ انہوں نے امانتوں میں خیانت کیسے کی؟

"ائتمنوا علی کتاب اللہ فحرّفوہ وبدّلوہ"

''انہیں قرآن مجید امانتاً سپرد کیا گیا انہوں نے اس میں تحریف کر دی اور اسے بدل ڈالا۔'' ❷

کلینی ہی کی روایت ہے:

''ابوبصیر کہتے ہیں: میں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت تلاوت کی "ھذا کتاب اللہ ینطق علیکم بالحق" یہ اللہ کی کتاب ہے تمہارے خلاف ٹھیک کہتی (گواہی دیتی) ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: کتاب کیسے بول سکتی ہے؟ یہ اصل میں صیغہ مجہول کے ساتھ ہے، "یُنْطَقُ" یعنی اس سے ٹھیک کہلوایا جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں ہم تو اسے یَنْطِقُ پڑھتے ہیں۔

---

❶ بصائر الدرجات للصفار الجزء الثامن الباب السابع عشر ص ۴۳۳، ۴۳۴ مطبوعہ ایران.

❷ الکافی کتاب الروضة ج۸ ص۱۲۵ مطبوعہ طهران و ص ۶۱، مطبوعہ ہندوستان

آپ نے فرمایا: جبریل امین نے تو رسول خدا پر اسی طرح نازل کیا تھا مگر یہ ان مقامات میں سے ہے جن میں تحریف کر دی گئی ہے۔'' ❶

شیعہ عالم ابن بابویہ قمی جسے شیعہ قوم صدوق کے لقب سے موسوم کرتی ہے اپنی کتاب ''الخصال'' میں رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''قیامت کے دن قرآن مجید، مسجد اور عترت (اہل بیت) اللہ کے حضور اپنی شکایات لے کر آئیں گے۔'' قرآن کہے گا: اے اللہ! انہوں نے مجھے بدل ڈالا اور میرے ٹکڑے کر دیئے'' ❷

شیعہ مفسر محسن الکاشی جس کا شمار ان کے بڑے مفسرین میں ہوتا ہے (اپنی تفسیر میں حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اگر قرآن مجید میں کمی اور زیادتی نہ ہوئی ہوتی تو ہمارے حقوق کسی سے مخفی نہ رہتے۔ اور جب ہمارا قائم (بارھواں امام) نمودار ہو کر کوئی کلام کرتا تو قرآن اس کی تصدیق کرتا۔'' ❸

یعنی چونکہ قرآن مجید میں کمی پیشی کر دی گئی ہے اور ان آیات کو نکال دیا گیا ہے جن میں ہمارے حقوق اور فضائل ومناقب کا بیان تھا اور بارھویں امام کے غائب ہونے اور اس کے نمودار ہونے کا ذکر تھا لہٰذا عوام ہمارے حقوق سے ناواقف ہیں اور قرآن مجید میں آخری (افسانوی) امام کا ذکر بھی نہیں ہے۔ بصورتِ دیگر قرآن مجید اگر اپنی اصلی حالت میں ہوتا تو ان تمام اشیاء کا ذکر قرآن مجید میں ہوتا۔

---

❶ کتاب الروضة من الکافی ج۸ ص ۵۰ مطبوعه طهران و ص ۲۵ مطبوعه هندوستان.

❷ کتاب الخصال لابن بابویه القمی ص ۱۷۵، مطبوعه ایران.

❸ تفسیر الصافی للمحسن الکاشی۔ المقدمه السادسة ص ۲۵، مطبوعه ایران.

قرآن مجید میں تبدیلی کس نے کی؟:

شیعہ قوم کے نزدیک قرآن مجید میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے معاذ اللہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل اور اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ سازش کر کے اصلی قرآن مجید کو غائب کروا دیا اور اس کی جگہ اپنی مرضی کا ایک قرآن تالیف کروایا جس میں سے وہ تمام آیات نکال دی گئیں جن میں ان کے عیوب ومطاعن اور اہلِ بیت کے مناقب وفضائل کا ذکر تھا۔

چنانچہ شیعہ محدّث طبرسی اپنی کتاب "الاحتجاج" میں جو تمام شیعہ کے نزدیک معتمد ہے۔ صحابہ کرامؓ کے خلاف اپنے بغض وحقد کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"رسول اللہ ﷺ کی وفات کے فوراً بعد حضرت علی نے قرآن مجید جمع کر کے اسے مہاجرین وانصار پر پیش کیا۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اس کی وصیت فرمائی تھی۔ جب ابوبکر نے حضرت علی کا جمع کردہ قرآن مجید کھول کر دیکھا تو پہلے صفحہ پر ہی ان لوگوں (مہاجرین وانصار) کے عیوب ونقائص پر مبنی آیات درج تھیں۔ ان آیات کو دیکھ کر عمر بن خطاب اچھل پڑا اور علی علیہ السلام سے کہنے لگا۔ علی! اسے واپس لے جاؤ، ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ علی علیہ السلام نے قرآن مجید پکڑا اور واپس گھر تشریف لے گئے۔ پھر زید بن ثابت کو طلب کیا گیا جو کہ قرآن کا قاری تھا۔

عمر نے اس سے کہا: علی ہمارے پاس ایک قرآن لے کر آئے تھے جس میں مہاجرین وانصار کی برائیوں اور نقائص وعیوب کا ذکر تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم ایک ایسا قرآن ترتیب دیں جس میں سے یہ ساری آیات حذف کر دیں۔ زید بن ثابت کہنے لگا: مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں لیکن

اگر علی نے اپنا جمع کردہ (اصلی) قرآن عوام پر ظاہر کر دیا تو کیا ہماری ی محنت اکارت نہیں چلی جائے گی؟ عمر کہنے لگا: پھر کیا صورت ہونی چاہیے؟ زید نے کہا: آپ زیادہ جانتے ہیں۔

عمر کہنے لگا: میرے خیال میں علی کو قتل کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ عمر نے خالد بن ولید کے ذریعے علی علیہ السلام کو قتل کروانے کی سازش تیار کی مگر اس میں ناکامی ہوئی۔ پھر جب عمر نے خلافت سنبھالی تو علی علیہ السلام سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنا جمع کردہ قرآن ان کے سپرد کر دیں۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ وہ اس میں بھی تبدیلی کر دیں۔ چنانچہ عمر کہنے لگا: اے ابو الحسن! (حضرت علیؓ کی کنیت) جو قرآن تم ابوبکر کے پاس لے کر آئے تھے وہ ہمارے پاس بھی لے آؤ تاکہ ہم سب اس پر اتفاق کر لیں۔ علی علیہ السلام فرمانے لگے:

ناممکن! ناممکن! اب کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔ میں تو ابوبکر کے پاس وہ قرآن صرف اس لیے لے کر آیا تھا کہ تم پر حجت قائم ہو سکے اور قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ سکو "إنا کنا عن هذا غافلین" کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی ورنہ ہم اس پر ایمان لے آتے۔ میرے جمع کردہ قرآن کو صرف ائمہ ہی ہاتھ لگا سکیں گے جو میری نسل میں سے ہوں گے۔

عمر کہنے لگا: هل وقت لإظهاره معلوم؟ وہ قرآن کب ظاہر ہوگا؟

علی علیہ السلام نے فرمایا: إذا قام القائم من ولدی۔ "جب قائم (بارھواں امام) غار سے باہر نکلے گا وہ قرآن اسی کے پاس ہوگا اور وہ لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دے گا۔" [1]

---

[1] الاحتجاج للطبرسی ص ۲۲۵ تا ۲۲۸، مطبوعه ایران ۱۳۰۲ھ۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اصلی قرآن حضرت علیؓ نے ہی جمع کیا تھا۔ چونکہ اس قرآن میں مہاجرین وانصار کی برائیاں بیان کی گئی تھیں۔ لہٰذا ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اسے مسترد کر دیا تھا۔ بعد ازیں شیخین (ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) نے زید بن ثابت کے ذریعے ایک نیا قرآن تالیف کروایا جس میں بہت سی آیات کو حذف کر دیا گیا۔

اصلی قرآن کے ظاہر کیے جانے کے خوف سے ابو بکر وعمر نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت علی نے وہ قرآن صیغہ اخفاء میں رکھا اور دوبارہ طلب کرنے پر بھی لوگوں کو نہ دکھایا۔ وما إلى ذلك من الخرافات۔ کہاں ہیں انصاف پسند؟ کہاں ہیں عدل کرنے والے؟ کہاں ہیں حق وصداقت کی بات کرنے والے؟

اگر معاذ اللہ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما پر اس قسم کے الزامات عائد کیے جائیں تو باقی کون ہے جس کی دیانت کی گواہی دی جا سکے؟ اور کون ہے جسے قرآن کا محافظ قرار دیا جا سکے؟ اور کون ہے جسے اسلام کا بطل جلیل کہا جا سکے؟

اگر ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے متعلق ہی یہ رائے قائم کر لی جائے کہ انہوں نے قرآن مجید میں تبدیلی کی اور کئی آیات کو قرآن مجید سے نکال دیا تو باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف کیا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس واضح نص اور ابو بکرؓ وعمرؓ کے خلاف اس نیچ اور یہودی ذہنیت کے اظہار کے بعد "روشن خیال" طبقے کا کیا موقف ہے؟

کیا اب بھی وہ شیعہ قوم کے ساتھ اتحاد واتفاق کی تلقین کریں گے اور کیا اب بھی وہ "شیعہ سنی بھائی بھائی" والا مکر وفریب پہ مبنی نعرہ لگا کر شیعہ قوم کو صحابہ کرام کے خلاف طعن وتشنیع اور دریدہ دہنی کی اجازت دیں گے کیا کوئی مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف اس ہرزہ سرائی کرنے والے سے اتحاد واتفاق کا تصور کر سکتا ہے؟ کیا کوئی مسلمان ان ہستیوں کے خلاف زہر اگلنے کی اجازت دے سکتا ہے جنہوں

نے اسلام کا پرچم لہرایا، اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا؟ کیا اہل سنت میں سے کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے متعلق اس قسم کی گستاخی کا سوچ سکتا ہے؟ سو ''وحدت اسلامی'' اور ''اتحاد امت'' کے نعروں کا کیا مقصد ہے؟ کیا اس قسم کے شعار کو بلند کرنے والوں کا یہی مطمع نظر ہے کہ ہم اپنے عقائد سے دستبردار ہو جائیں، اپنے اسلام کی بے حرمتی پر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنے ''شیعہ بھائیوں'' کو دریدہ ذہنی کرنے، زہر اگلنے اور اتحاد امت کے نام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ناموس پہ چھینٹے اڑانے کی کھلی چھٹی دے دیں؟ کیا اتحاد امت کے درس کا یہی مفہوم ہے کہ ہم تو ان کی عزت کریں اور وہ ہمارے اسلام کو گالیاں دیں؟ ہم ان کا احترام کریں اور وہ ہماری تحقیر کریں؟ ہم انہیں اپنا بھائی کہیں اور وہ ہمارے اکابر کی توہین کریں؟

"تلك اذن قسمة ضيزى"

''ہمیں اتحاد و اتفاق کی ایسی ٹیڑھی تقسیم کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

تحریف قرآن کے متعلق شیعہ محدث کلینی اپنی کتاب الکافی میں احمد بن ابی نصر سے روایت کرتا ہے:

''حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام (آٹھویں امام) نے مجھے اصلی مصحف (قرآن) دیا اور ہدایت کی کہ میں اسے کھول کر نہ دیکھوں۔ مگر جب میں نے اسے کھولا تو میری نظر سورہ "لم یکن الذین کفروا" پر پڑی، مجھے اس سورت میں ستر کے قریب ایسے نام نظر آئے جن کا تعلق قریش سے تھا۔ میں نے قرآن مجید بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے پیغام بھیجا کہ وہ مصحف واپس کر دو۔'' [1]

---

[1] الكافی فی الاصول كتاب فضل القرآن ج۲ ص ۶۳۱، مطبوعه ایران و ص ۶۲، مطبوعه هند

یعنی اگر چہ شیعہ کے امام ابوالحسن رضا نے اس شخص کو وہ مصحف کھولنے سے منع کیا تھا مگر اس نے ان کے حکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے کھول کر دیکھ لیا۔ اور اسے کفار کی فہرست میں ۷۰ ایسے نام نظر آئے جو کہ موجودہ قرآن مجید میں نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ (بقول شیعہ) خلفائے راشدین نے ان ناموں کو ساقط کر دیا کیوں کہ معاذ اللہ ان کے نام بھی اس فہرست میں شامل تھے۔

کمال الدین میثم البحرانی نہج البلاغہ کی شرح میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر شیعہ کے مطاعن (الزامات) بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''عثمان کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ اس نے لوگوں کو زید بن ثابت کی قرأت پر جمع کیا اور بقیہ نسخوں کو جلا دیا۔ اسی طرح عثمان بن عفان نے بہت سی ایسی آیات ختم کر دیں جو بلا شک وشبہ قرآن مجید کا حصہ تھیں۔'' [1]

ایک اور شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری اپنی مشہور کتاب "الانوار النعمانية" میں کہتا ہے:

"قد استفاض في الأخبار أن القرآن كما انزل لم يولفه الا أمير المؤمنين" [2]

''یعنی بہت ساری ایسی (شیعہ) احادیث ہیں جن میں وارد ہوا ہے کہ قرآن کو اصلی شکل میں یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا حضرت علی کے سوا کسی نے جمع نہیں کیا۔ ''استفاض'' کا مفہوم ہے کہ تحریفِ قرآن پر دلالت کرنے والی احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ وہ حد تواتر

---

[1] شرح نهج البلاغه از میثم البحرانی ج ٢ ص ١١٥، مطبوعه طهران.

[2] الانوار النعمانیه فی بیان معرفة النشأو الانسانیة از نعمت الله. الجزائری ج٢ ص ٣٦٠ مطبوعه ایران.

سے ذرا سی ہی کم ہیں۔ کلینی وضاحت کرتے ہوئے جابر جعفی سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا: ''میں نے امام باقر علیہ السلام کو کہتے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ مکمل قرآن جمع کیا ہے تو وہ کذّاب ہے۔ "ما جمعه و حفظه كما انزل الا على بن ابى طالب والائمة بعده" یعنی مکمل قرآن حضرت علی اور دوسرے اماموں کے سوا کسی نے جمع اور حفظ نہیں کیا۔''[1]

گویا شیعہ دین کے مطابق اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کا جمع کردہ قرآن مکمل ہے۔ تو وہ کذاب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ سارے قرآن کا حافظ ہے تو وہ بھی جھوٹا ہے۔ اسی بنا پر شیعہ قوم نہ صرف یہ کہ قرآن مجید حفظ نہیں کرتی بلکہ حفاظ قرآن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

اصلی قرآن کس کے پاس ہے؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر موجودہ قرآن مجید ناقص اور نامکمل ہے تو آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ اصلی اور مکمل قرآن جسے حضرت علیؓ نے مدوّن کیا وہ کہاں ہے؟

اس کا جواب دیتے ہوئے کلینی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''سالم بن سلمہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی موجودگی میں کچھ ایسی آیات تلاوت کیں جو موجودہ قرآن میں نہ تھیں تو آپ فرمانے لگے:

"اقرأ كما يقرأ الناس حتى يقوم القائم" جس طرح عام لوگ

---

[1] اصول كافى كتاب الحجة، باب أنه لم يجمع القرآن كله الا الأئمة ج١ ص٢٢٨، مطبوعه طهران.

قرآن پڑھتے ہیں تم بھی اسی طرح پڑھا کرو تا وقتیکہ قائم (یعنی غار میں چھپے ہوئے بارھویں افسانوی امام) ظاہر ہو جائیں، جب ان کا ظہور ہو گا تو وہ علی علیہ السلام کا لکھا ہوا قرآن نکالیں گے۔

پھر آپ نے فرمایا: علی علیہ السلام جب اپنے قرآن کی تدوین سے فارغ ہوئے تو وہ ابوبکر وعمر وغیرہ کے پاس آئے اور فرمایا: هذا كتاب الله عز وجل كما أنزله الله على محمد صلى الله عليه وآله وقد جمعته من اللوحين یعنی یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اپنی اصل شکل میں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی، میں نے اسے تختیوں سے نقل کر کے مدوّن کیا ہے۔ علی علیہ السلام کی یہ بات سن کر ابوبکر وعمر اور ان کے ساتھی کہنے لگے: ہمارے پاس اپنا قرآن موجود ہے، ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں جس پر علی علیہ السلام نے فرمایا:

''تم آج کے بعد اس قرآن کو نہ دیکھ سکو گے میری فقط اتنی ذمہ داری تھی کہ تمہیں آ کر خبر دوں کہ میں نے مکمل قرآن جمع کر لیا ہے۔'' [1]

اسی بنا پر شیعہ قوم کا یہ عقیدہ ہے کہ اصلی قرآن اس امام کے پاس موجود ہے جو غار میں چھپ گیا تھا اور ابھی تک وہیں چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ مشہور شیعہ مصنف احمد بن ابی طالب طبرسی متوفی ۵۸۸ھ اپنی کتاب "الاحتجاج على اهلى اللجاج" کہ جس کے متعلق مصنف کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

''ہم اپنی اس تصنیف میں صرف احادیث کے متن پر ہی اکتفا کریں گے اور ہم سند بیان نہیں کریں گے۔ کیوں کہ اس تصنیف میں موجود تمام روایات بالاتفاق صحیح عقل کے مطابق یا مخالفین وموافقین کے ہاں مشہور

[1] اصول کافی ج۲ ص۶۳۳، مطبوعہ ایران.

ومتداول ہیں۔"[1]

اپنی اس کتاب میں طبرسی ذکر کرتا ہے:

"جب امام مہدی ظاہر ہوں گے ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا اسلحہ اور آپ ﷺ کی تلوار ذوالفقار ہوگی (نا معلوم ان کے امام مہدی میزائلوں اور بموں کے دور میں اس اسلحے سے کیا کام لیں گے؟) اور ان کے پاس ایک رجسٹر ہوگا جس میں قیامت تک کے شیعوں کے نام درج ہوں گے۔ اسی طرح امام مہدی کے پاس "الجامعۃ" بھی ہوگا جو کہ ایک رجسٹر ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے اس میں انسانی ضرورت کی ہر چیز کا ذکر ہے۔ نیز ان کے پاس "جفر اکبر" بھی ہوگا۔ جو کہ چمڑے کا ایک برتن ہے جس میں تمام علوم بھرے ہوئے ہیں حتیٰ کہ خراش کی دیت اور تازیانوں کا بھی اس میں ذکر موجود ہے۔ نیز ان کے پاس مصحف فاطمہ یعنی حضرت فاطمہ علیہا السلام والا قرآن بھی ہوگا۔"[2]

الکافی میں کلینی روایت بیان کرتا ہے:

"کسی نے امام ابوالحسن رضا علیہ السلام۔ شیعہ کے آٹھویں امام سے دریافت کیا کہ ہم ایسی آیات سنتے ہیں جو ان آیات کی طرح نہیں ہوتیں جو ہمارے پاس ہیں اور آپ کے واسطہ سے پہنچی ہیں، تو کیا ہم ان (یعنی محرف آیات) کی تلاوت سے گنہگار تو نہیں ہوں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں تم ان آیات کو اسی طرح پڑھو (جس طرح عام لوگ پڑھتے ہیں) فیجیئکم من یعلمکم تمہیں سکھلانے والا

---

[1] الاحتجاج للطبرسی، مقدمہ ج ۱ ص ٤.

[2] الاحتجاج للطبرسی ص ۲۲۳، مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ ھ بحوالہ تحفہ شیعہ ج ۱ ص ٤٦.

عنقریب آئے گا۔'' ❶

نعمت اللہ الحسینی الجزائری جو کہ مشہور شیعہ مفسر تفسیر صافی کے مصنف محسن الکاشی کا شاگرد ہے اپنی کتاب "الانوار النعمانية فی بیان معرفة النشأة الانسانیة" کہ جس کے متعلق مقدمے میں لکھا ہے:

''ہم نے اپنی اس تصنیف میں بالالتزام صرف ایسی روایات ذکر کی ہیں جو ائمہ معصومین سے روایت کردہ ہیں۔ اور جن کی صحت میں کوئی شک نہیں، تاریخی روایات چونکہ مستند نہیں ہوتیں اس لیے ہم نے ان کے ذکر سے اجتناب کیا ہے۔'' ❷

یہ شیعہ محدث اپنی اس کتاب میں لکھتا ہے:

''احادیث سے ثابت ہے کہ ائمہ معصومین نے اپنے شیعوں کو اسی قرآن کے پڑھنے کا ہی حکم دیا ہے تاوقتیکہ مولانا صاحب الزمان (آخری امام) ظاہر ہو جائیں۔ ان کے ظاہر ہونے پر موجودہ قرآن آسمان پر اٹھا لیا جائے گا اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا جمع کردہ اصلی قرآن اس کی جگہ نکل آئے گا۔'' ❸

تحریف قرآن کے اس عقیدے پر گنتی کے چند افراد کے ماسوا کہ جن کی کوئی حیثیت نہیں۔ شیعہ قوم کے تمام اسلاف کا اجماع ہے۔ ان چند افراد نے بھی کچھ مصلحتوں کے پیش نظر تحریفِ قرآن کا انکار کیا جن کا ذکر ہم اگلے صفحات میں کریں گے۔

علاوہ ازیں ان کے انکار کی کوئی بنیاد بھی نہیں ہے کیوں کہ ان کا انکار کسی دلیل

---

❶ اصول کافی، باب أن القرآن یرفع کما أنزل ج۲ ص۶۱۹، مطبوعه طهران وص ٦٦٤، مطبوعه هند.

❷ الانوار النعمانية للجزائری۔ مقدمه حواله پہلے گذر چکا ہے۔

❸ الانوار النعمانية للجزائری۔ ج۲ ص ۲٦۳.

وجحت پر مبنی نہیں جب کہ عقیدہ تحریف قرآن کا ثبوت بے شمار شیعی احادیث وروایات سے ہوتا ہے۔ ہمارے اس نظریے کی تصدیق مشہور شیعہ محدث نوری طبرسی کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو اس نے اپنی کتاب "فصل الخطاب فی اثباتِ تحریف کتاب رب الارباب" میں نعمت اللہ الجزائری سے نقل کی ہے، لکھتا ہے:

> ''تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات دو ہزار سے بھی زائد ہیں، شیعہ محدثین ومفسرین کی ایک بڑی تعداد نے ان احادیث کے مستفیض (یعنی متواتر سے ذرا کم) ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ان میں شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ سرِ فہرست ہیں۔'' [1]

ایک اور جگہ لکھتا ہے:

> ''شیعہ علماء کا اتفاق ہے کہ وہ تمام احادیث جن سے تحریف قرآن کا اثبات ہوتا ہے وہ نہ صرف صحیح اور مستفیض بلکہ متوتر ہیں اور صراحتاً قرآن کی تحریف وتبدیلی پر دلالت کرتی ہیں۔'' [2]

علمائے حدیث کے نزدیک متواتر اس حدیث کو کہا جاتا ہے جسے ہر زمانے میں راویوں کی اتنی بڑی تعداد نے روایت کیا ہو کہ جن کا کذب پر جمع ہونا محال اور ناممکن ہو یعنی اس حدیث کے صحیح الثبوت ہونے میں ذرا سے بھی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔

تو گویا تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی احادیث متواتر ہیں جن کے صحیح ہونے میں شیعہ محدّث نعمت اللہ الجزائری اور شیعہ محدّث نوری طبرسی کے مطابق شک وشبہ کا کوئی احتمال نہیں اور ان کے صحیح ہونے پر پوری شیعہ امت کا اجماع واتفاق ہے۔ مشہور شیعہ مفسر محسن الکاشی اپنی تفسیر "الصافی" میں بیان کرتا ہے:

---

[1] فصل الخطاب للنوری الطبرسی ص ۲۲۷ مطبوعہ ایران ۱۲۹۸ھ۔

[2] ایضاً ص ۳۰۔

’’تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی تمام احادیث اہلِ بیت (بارہ اماموں) سے منقول ہیں۔ ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں ہے جس طرح کہ محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا بلکہ آپ پر نازل ہونے والے قرآن میں تبدیلی کر دی گئی ہے، اس قرآن کا کچھ حصہ اصلی قرآن کے مخالف ہے، کچھ تبدیل شدہ ہے اور بہت سی آیات ویسے ہی نکال دی گئی ہیں ...... نیز موجودہ قرآن کی آیات کی ترتیب بھی اصلی قرآن کے مطابق نہیں ہے۔‘‘ [1]

شیعہ مفسر علی بن ابراہیم القمی جو کہ شیعہ کا قدیم ترین مفسر ہے اور جس کی تعریف کرتے ہوئے شیعہ ماہر علم رجال نجاشی لکھتا ہے:

’’علی بن ابراہیم القمی حدیث میں ثقہ، معتمد اور صحیح المذہب تھے۔ ان کی تفسیر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حقیقت میں امام باقر اور امام جعفر صادق کی تفسیر ہے یعنی ان کے اقوال وافکار پر مبنی ہے۔‘‘ [2]

چنانچہ یہ شیعہ مفسر اپنی تفسیر کے مقدمہ میں کہتا ہے:

’’قرآن میں ناسخ منسوخ بھی ہے اور محکم ومتشابہ بھی ...... اور قرآن کے مقدمہ کا کچھ حصہ ایسا ہے جو کہ اصلی قرآن کے مطابق نہیں ہے (یعنی اس میں تبدیلی کر دی گئی ہے) [3]

تفسیر قمی کے حاشیہ میں ایک شیعہ عالم تحریف قرآن کی بحث میں لکھتا ہے:

’’متقدمین ومتاخرین علماء اور محدثین قرآن میں کمی اور تبدیلی کے قائل ہیں

---

[1] تفسیر الصافی ـ مقدمه السادسة.

[2] رجال نجاشی ۱۸۳.

[3] تفسیر القمی ـ مقدمه ج۱ ص۵، مطبوعه نجف ۱۳۷٦ھ.

مثلاً کلینی، برقی، عیاشی، نعمانی، فرات الکوفی، احمد بن ابو طالب طربسی، ملاباقر مجلسی، الحر العاملی، علامہ فتونی اور سید بحرانی وغیرہم۔

ان سب کا عقیدہ تھا کہ موجودہ قرآن اصلی قرآن سے کم ہے اور قرآن کا بہت سارا حصہ غائب کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنے اس عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی آیات اور احادیث کا سہارا لیا ہے جنہیں نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے۔" [1]

تو یہ بعض روایات و احادیث ہیں جنہیں شیعہ قوم نے اپنے "معصوم" اماموں کی طرف منسوب کیا ہے۔ شیعہ مذہب کے مطابق یہ تمام احادیث صحیح اور معتمد ہیں جو ان کی کتبِ تفسیر، حدیث، فقہ، رجال اور کتب میں منقول ہیں۔ ان تمام روایات اور شیعہ اکابرین کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ قوم قرآن مجید کو ناقص، نامکمل اور محرف وتبدیل شدہ کتاب مانتی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس میں بہت ساری آیات کو معاذ اللہ خلفائے راشدین نے اپنے مقاصد کی تکمیل اور اہلِ بیت کو اقتدار سے محروم رکھنے کے لیے نکال دیا تھا۔

نیز یہ کہ اصلی قرآن اس وقت کرہ ارض پہ موجود نہیں بلکہ وہ اس امام کے پاس ہے جو عراق میں موجود ایک غار میں چھپا ہوا ہے۔ اور شیعہ عقیدے کے مطابق نہ صرف مسلمانان اہلِ سنت بلکہ خود شیعہ بھی مکمل قرآن مجید سے محروم ہیں۔

شیعوں کے اس باطل عقیدے کی تردید کے لیے ہم ذیل میں چند قرآنی آیات نقل کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ (البقرہ : ۱)

"قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔"

---

[1] مقدمہ تفسیر القمی للسید طیب الموسوی ص ۲۳ و ۲۴.

﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ (حم السجدة : ٤٢)

''قرآن مجید پر باطل اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کے سامنے سے نہ پیچھے سے یہ اس ذات کی طرف سے نازل کردہ ہے جو صاحب حکمت اور قابل تعریف ہے۔''

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر : ٩)

''قرآن پاک کو نازل بھی ہم نے کیا ہے اور اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمے ہے۔''

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ (القيامة : ١٧)

''قرآن مجید کو جمع کرنا اور اس کی قرأت کا اہتمام کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔''

﴿أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ (هود : ١)

''قرآن مجید کی آیات کو محکم (یعنی مضبوط اور واضح) کیا گیا پھر اس کی اللہ کی طرف سے تفصیل کی گئی جو کہ حکیم و خبیر ہے۔''

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾ (التكوير : ٢٤)

''وہ (محمد رسول اللہ ﷺ) غیب (یعنی وحی) کی تبلیغ میں بخل سے کام لینے والے نہیں ہیں۔''

بعض شیعہ علماء کا عقیدہ ہے کہ ''قرآن مجید کے کچھ حصے کا علم صرف حضرت علیؓ ہی کو تھا کیوں کہ بعض اوقات نزولِ وحی کے وقت آپ کے پاس صرف حضرت علیؓ ہی موجود ہوتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ آیات جو کہ صرف علیؓ ہی کی موجودگی میں نازل ہوئی تھیں۔ آپ نے جمع کیں۔ باقی صحابہ کو ان آیات کا علم نہ

تھا۔''❶

اسی طرح شیعہ قوم رسول اللہ ﷺ پر یہ الزام لگاتی ہے کہ آپ ﷺ نے مکمل قرآن مجید تمام صحابہ کرام تک پہنچانے میں بخل سے کام لیا ہے۔ جب کہ گزشتہ آیت اس نظریے کی نفی کرتی ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدہ: ٦٧)

''اے رسول (ﷺ) جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے آپ اسے لوگوں تک پہنچایئے۔''

سو یہ عقیدہ رکھنا کہ کچھ آیات کا علم صرف حضرت علیؓ ہی کو تھا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ وحی کے فریضے میں تغافل برتا ہے اور یہ عقیدہ بلاشبہ کفر وارتداد پر مبنی ہے۔ أعاذ اللّٰہ المسلمین منھا . اللہ تعالیٰ اس قسم کے عقائد سے تمام مسلمانوں کو پناہ میں رکھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾(محمد: ٢٤)

''کیا یہ لوگ قرآن مجید میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پہ تالے لگے ہوئے ہیں۔''

ثابت ہوا کہ موجودہ قرآن مجید ہی ہدایت کے لیے کافی ہے۔ ورنہ اس پر غور وفکر کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کیوں کہ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ قرآن محرف ہے تو اس پر فکر وتدبر کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی بے معنی قرار پاتا ہے:

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ (بنی اسرائیل: ٩)

''یہ قرآن بالکل سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔''

تو معاذ اللہ! اگر یہ کہا جائے کہ موجودہ قرآن مجید میں بنیادی عقائد وارکانِ اسلام

❶ ملاحظہ ہو: الانوار النعمانیة لنعمت اللہ الجزائری بحث فی تحریف القرآن۔

پر مبنی بہت سی آیات موجود نہیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ یہ قرآن کریم ہدایت وراہنمائی کے لیے کافی نہیں۔ بلکہ حقیقی اسلام کو پہچاننے کے لیے۔ عیاذا باللہ، اس امام کے نکلنے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ جو شیعہ قوم کے مطابق اصلی قرآن سمیت غار میں چھپ کر پوری امت کو ہدایت وراہنمائی سے محروم کیے بیٹھا ہے۔

تحریف قرآن کی چند مثالیں:

گزشتہ صفحات میں ہم نے شیعہ قوم کی معتبر کتابوں کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ شیعہ مذہب کے مطابق موجودہ قرآن مجید دوسری آسمانی کتابوں کی طرح اپنی اصل شکل میں جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا محفوظ نہیں رہا بلکہ اس میں بہت سی تبدیلیاں کردی گئی ہیں۔ اور بہت سی آیات کو نکال دیا گیا ہے۔

ذیل میں ہم شیعہ قوم کی معتبر کتابوں میں سے تحریف کی چند مثالیں ذکر کرتے ہیں چنانچہ شیعہ مفسر اپنے معصوم اور واجب الاطاعت امام ابوالحسن موسی الرضا کے متعلق نقل کرتا ہے کہ وہ آیت الکرسی کو یوں پڑھا کرتے تھے:

"الم - أللہ لا إلٰه إلا هو الحی القیومُ، لا تاخذه سنة ولا نوم، له ما فی السموت وما فی الارض وما بینهما وما تحت الثریٰ - عالم الغیب والشهادة، الرحمن الرحیم۔"[1]

تو شیعہ قوم کے مطابق ان کے آٹھویں امام ابوالحسن رضا آیت الکرسی موجودہ قرآن مجید کے مطابق نہیں پڑھتے تھے بلکہ ایسے الفاظ اس میں شامل کر دیتے تھے جو آیت الکرسی کا حصہ نہیں ہیں چنانچہ آخری سطر موجودہ قرآن مجید کے مطابق آیت الکرسی میں شامل نہیں جب کہ شیعوں کے مطابق یہ سطر آیت الکرسی کا حصہ ہے۔

یہی مفسر قمی قرآن کی آیت ﴿لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ﴾..... الخ" کی تفسیر

[1] تفسیر القمی ج١ ص٨٤، تحت آیة الکرسی.

کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی موجودگی میں یہ آیت تلاوت کی ﴿لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾ (یعنی ان میں سے ہر ایک کے لیے پہرے دار ہیں اس کے سامنے اور اس کے پیچھے جو اس کی نگہبانی کرتے ہیں اللہ کے حکم سے) یہ آیت سن کر امام علیہ السلام فرمانے لگے: کیا تم عرب نہیں ہو؟ کیف تکون المعقبات من بین یدیه؟"

یعنی "معقبات، (پیچھے رہنے والے) سامنے کس طرح ہو سکتے ہیں "معقب" تو پیچھے رہنے والے کو کہا جاتا ہے۔ اس آدمی نے پوچھا: میں آپ پر قربان جاؤں! تو یہ آیت کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی:

"لـه معقبات من خلفه ورقيب من بين يديه يحفظونه بامر الله."

(یعنی اس کے لیے پہرے دار ہیں، پیچھے اور نگہبان ہے آگے جو اس کی اللہ کے حکم سے نگہبانی کرتے ہیں)۔ [1]

اس روایت میں شیعہ مفسر قمی کے بقول حضرت جعفر صادق نے "لـه معقبات من بين يديه ومن خلفه" پڑھنے والے کو عربی قواعد سے ناواقف قرار دیا ہے حالانکہ غور کیا جائے تو خود امام جعفر صادق بقول شیعہ عربی سے ناواقف قرار پاتے ہیں اس لیے کہ عرب "المعقب" کو دو معنوں میں استعمال کرتے ہیں ایک معنی ہے "الذی یجیء عقب الآخر" یعنی کسی کے پیچھے آنے والا اور دوسرا معنی ہے.......

---

[1] تفسیر القمی ج ۱ ص ۳۶۰، اس کے مثل تفسیر العیاشی ج ۲ ص ۲۰۵ اور تفسیر الصافی ج ۱ ص ۸۶۶ میں بھی ہے۔

.... یعنی بار بار آنے والا اور یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔ جیسا کہ عربی شاعر لبید کہتا ہے:

طلب المعقب حقه المظلوم

یہاں "المعقب" کا معنی ہے المکرّر۔ نیز سلامہ بن جندل کا شعر ہے:

إذا لم یصب فی أول الغزو عقبا

یعنی غزا غزوةً أخری۔ ❶

اسی طرح اس آیت میں "مِنْ" "با" کے معنی ہیں استعمال کیا گیا ہے جو کہ عربی زبان میں عام رائج ہے۔ بہر حال یہ تو عربی قواعد سے متعلق بحث تھی، ہمارا استشہاد یہ ہے کہ قمی کے مطابق قرآن مجید کی اس آیت میں تحریف کی گئی ہے۔ نیز قمی آیت:

"واجعلنا للمتقین إماما" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''امام صادق علیہ السلام کی موجودگی میں کسی نے یہ آیت تلاوت کی "واجعلنا للمتقین اماما" تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت اصل میں یوں نازل ہوئی تھی۔ "واجعل لنا من المتقین اماما" ❷

شیعہ مصنف طبرسی اپنی کتاب ''الاحتجاج'' میں لکھتا ہے:

''کسی زندیق نے حضرت علی بن ابی طالب سے قرآن کریم کی آیت "فإن خفتم أن لا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ماطاب لکم من النساء" کے متعلق پوچھا کہ آیت فصاحت کے خلاف ہے تو آپ نے جواب دیا کہ یہ آیت بھی ان مقامات میں سے ہے جن میں تحریف وتبدیلی کر دی گئی ہے، منافقین نے قرآن مجید کی بہت سی آیات کو

---

❶ لسان العرب ج۱ ص٦١٤ و٦١٥، مطبوعه بیروت ١٩٦٨.

❷ تفسیر القمی ج۲ ص١١٧.

بدل ڈالا اور بہت سی آیات کو نکال دیا۔ "فی الیتامیٰ" اور "فانکحوا" میں ایک تہائی قرآن تھا جو حذف کر دیا گیا ہے۔" ❶

کلینی اپنی کتاب الکافی میں کہتا ہے:

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت یوں نازل ہوئی "ومن یطع اللہ ورسولہ فی ولایة علی والائمة بعدہ فقد فاز فوزاً عظیما" (یعنی جو شخص علی علیہ السلام اور ان کے بعد اماموں کی ولایت کے معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا......تو وہ یقیناً عظیم کامیابی حاصل کرے گا۔" ❷

اس آیت میں "فی ولایة علیّ والائمة بعدہ" کے الفاظ قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں۔ شیعہ مذہب کے مطابق یہ کلمات اصلی قرآن میں موجود تھے مگر صحابہ کرام نے نکال دیے۔

محسن الکاشی اپنی تفسیر صافی میں نقل کرتا ہے:

"آیت "یا أیها النبی جاهد الکفار والمنافقین" (اے نبی ﷺ! کفار و منافقین سے جہاد کرو) اہل بیت کی قرأت کے مطابق یوں ہے "یا أیها النبی جاهد الکفار بالمنافقین" یعنی اے نبی! کفار سے جہاد کرو منافقین کو ساتھ ملا کر۔" ❸

تحریف قرآن کی مثال بیان کرتے ہوئے کلینی اپنی کتاب میں حضرت جعفر صادق سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

---

❶ الاحتجاج للطبرسی سوال کے لیے ملاحظہ ہو ج ۱ ص ۳۶۶ اور جواب کے لیے ج ۱ ص ۳۶۶ کو دیکھیے، تفسیر الصافی ج ۱ ص ۳۳.

❷ کتاب الحجة من الکافی ج ۱ ص ٤١٤ مطبوعہ طهران.

❸ تفسیر الصافی ج ۱ ص ٧١٤، مطبوعہ طهران.

"ولقد عهدنا إلى آدم من قبل كلمات فنسى" (ہم نے آدم علیہ السلام کو پہلے ہی سے کچھ کلمات یاد کروا دیئے تھے مگر وہ (عین موقعہ پر) بھول گئے یہ اصل میں یوں تھی "ولقد عهد نا الى آدم من قبل كلمات فى محمد وعلى وفاطمة والحسن والحسين والأئمة من ذريتهم فنسى" یعنی ہم نے آدم کو چند کلمات سکھائے (اور وہ کلمات یہ تھے) محمد، علی فاطمہ، حسن اور حسین مگر آدم بھول گئے۔ اللہ کی قسم! یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی۔"[1]

رب کعبہ کی قسم! یہ جھوٹ ہے۔ شیعہ مفسر قمی کہتا ہے:

"آیت "ان تكون أمة هى اربى من امة" اصل میں یوں تھی "أن تكون أئمة هى أركى من أئمتكم" کہا گیا کہ اے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو اسے "أربى من امة" پڑھتے ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا: تیرا بیڑہ غرق! "هى أربى" کیا ہوتا ہے؟ اور ساتھ ہی ہاتھ ہلایا جیسے کہ اس لفظ کو ترک کرنے کا اشارہ کر رہے ہوں۔"[2]

ان روایات کے علاوہ بھی بے شمار ایسی روایات ہیں جو شیعہ قوم کے اس عقیدے کی وضاحت کرتی ہیں، جنہیں ہم اگلے صفحات میں مناسب جگہ پر ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

شیعہ تحریف کے قائل کیوں ہیں؟

شیعہ قوم نے تحریف قرآن کا عقیدہ مختلف وجوہات کی بنا پر اختیار کیا، ان وجوہات میں سے ایک وجہ مسئلہ امامت وولایت ہے۔

---

[1] اصول کافی، کتاب الحجة، باب فيه نكت ونتف منالتنزيل فى الولاية، ج۱ ص۴۱٦

[2] تفسیر قمی ج۱ ص ۳۸۹۔

تحریف قرآن اور عقیدہ امامت وولایت:

شیعہ مذہب کے مطابق بارہ اماموں کی امامت پر ایمان لانا بنیادی عقائد میں شامل ہے، ان کے نزدیک اگر کوئی شخص اس عقیدے پر ایمان نہیں لاتا تو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ شیعہ قوم کے ہاں ایمان بالامامت، ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی مانند ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا فرض ہے اسی طرح بارہ اماموں کی امامت پر ایمان لانا بھی فرض ہے۔ چنانچہ کلینی شیعہ راوی ابوالحسن عطار سے روایت کرتا ہے:

''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: امام اور رسول اطاعت کے لحاظ سے برابر ہیں۔'' [1]

اسی طرح کافی ہی کی روایت ہے:

''امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: نحن الذین فرض اللہ طاعتنا ...... الخ'' اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت لوگوں پر فرض کی ہے، ہمیں نہ جاننے والے کا عذر قابلِ قبول نہ ہوگا، ہماری معرفت (پہچان) ایمان اور ہمارا انکار کفر ہے۔ جو ہمارا منکر ہے وہ گمراہ ہے جب تک کہ وہ ہماری معرفت حاصل نہ کرلے اور ہماری اطاعت نہ کرے۔'' [2]

حضرت باقر سے روایت کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی معرفت اس وقت تک کافی نہیں جب تک امام کی معرفت حاصل نہ ہو۔ اسی طرح اللہ کی عبادت بھی اس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک امام کی معرفت حاصل نہ ہو۔ امام کی پہچان کے بغیر عبادت کرنے

---

[1] ایضاً ص ۱۸۷

[2] اصول کافی باب فرض طاعة الائمة ج ۱ ص ۱۸۷، مطبوعه طهران.

والا حقیقت میں غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور یوں ہی گمراہی میں اپنی محنت ضائع کرتا ہے۔" [1]

شیعہ قوم کے نزدیک امامت کا مرتبہ تمام ارکان اسلام سے زیادہ ہے چنانچہ کلینی حضرت باقر سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت یعنی امامت "ولم يناد بشئى ما نودى بالولاية" اور اسلام میں جتنا زور اماموں کی امامت وولایت پر ایمان لانے کے اوپر دیا گیا ہے اتنا زور کسی بھی رکن اسلام پر نہیں دیا گیا۔" [2]

شیعہ راوی زرارہ اپنے امام حضرت باقر سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں: نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور امامت وولایت۔ زرارہ کہتا ہے: میں نے پوچھا: ان میں سے اہمیت وافضلیت کس کی زیادہ ہے؟" امام علیہ السلام نے جواب دیا: "الولاية افضل" یعنی ولایت (امامت) کی اہمیت وافضلیت سب سے زیادہ ہے۔" [3]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اماموں کی ولایت وامامت کی اس قدر اہمیت ہے تو کیا وجہ ہے کہ نماز روزے اور دیگر ارکان کا ذکر تو قرآن مجید میں بالتفصیل اور متعدد مقامات پہ موجود ہے مگر ولایت وامامت کا کوئی نام ونشان تک نہیں جب کہ امامت نہ صرف یہ کہ ارکان اسلام میں سے ایک رُکن اور اس کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے

[1] کتاب الحجة من الكافی باب معرفة الامام ج۱ ص۱۸۱، مطبوعه طهران.

[2] الكافی فی الاصول كتاب الايمان والكفر باب دعائم الاسلام ج۲ ص۱۸، مطبوعه ایران وص۳۶۹ مطبوعه هند.

[3] اصول كافی ج۲ ص۱۸، مطبوعه ایران وج۱ ص۳۲۸ مطبوعه هند.

بلکہ یہ وہ ''میثاق'' ہے جو اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں انبیائے کرام سے لیا تھا۔ چنانچہ بصائر الدرجات میں صفار شیعی حضرت باقر سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

''اللہ نے انبیاء کرام سے علی علیہ السلام کی امامت وولایت پر ایمان لانے کا عہد لیا تھا۔'' ❶

تعجب ہے! یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن مجید میں اتنے اہم میثاق اور عہد کا ذکر تک موجود نہ ہو؟ شیعہ مذہب میں ''امامت'' انبیائے کرام سے لیا جانے والا عہد و میثاق ہی نہیں بلکہ یہ وہ امامت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام آسمان والوں اور زمین والوں پہ پیش کیا، شیعہ محدث صفار جو کلینی کا استاد بھی ہے اپنی کتاب ''بصائر الدرجات'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے میری ولایت آسمان والوں اور زمین والوں پہ پیش کی۔ جس نے اس پر ایمان لانا تھا وہ ایمان لایا اور جس کی قسمت میں انکار تھا اس نے انکار کیا۔

"انكرها يونس فحبسه الله فى بطن الحوت حتى أقرّ بها"

میری ولایت کا یونس نبی نے -عیاذاً باللہ- انکار کیا تو اللہ نے انہیں (بطور سزا) مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا حتی کہ وہ میری ولایت پر ایمان لے آئے۔'' ❷

شیعہ قوم کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کی توہین کرتے ہوئے ذرا سی بھی شرم محسوس نہ ہوئی اور آپ علیہ السلام پر یہ الزام لگا دیا کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی امامت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا جس پر آپ کو یہ سزا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ

---

❶ بصائز الدرجات للصفار الجزء ۲ باب ۸ ص ۹۳، مطبوعه ایران ۱۲۸۵

❷ بصائر الدرجات للصفار الجزء۲ باب ۱۰ ص ۹۵، مطبوعه ایران.

کو چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں قید رکھا، اور چالیس دن کے بعد انہوں نے حضرت علیؓ کی امامت کو تسلیم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے مچھلی کے پیٹ سے آزاد کر دیا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

شیعہ کی ایک روایت کے مطابق آسمان کے تمام فرشتوں کا بارہ اماموں کی امامت وولایت پر ایمان ہے، کلینی کا استاد صفّار، بصائر الدرجات میں لکھتا ہے:

"امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: آسمان میں فرشتوں کی ستر قسمیں ہیں۔ اگر تمام زمین والے مل کر بھی انہیں شمار کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں وہ تمام کے تمام ہماری ولایت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔" [1]

تو جس عقیدے کی اتنی اہمیت وحیثیت ہو اور اس کا قرآن مجید میں ذکر نہ ہو۔ کیا عقلاً اس بات کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔؟ یعنی اگر بارہ اماموں کی امامت کو تسلیم کرنا اتنا ہی اہم ہے تو قرآن مجید میں اس کا مفصل نہیں تو کم از کم اشارۃً ہی ذکر ہوتا۔ نیز کلینی امامت وولایت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت جعفر صادق سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"اسلام کے ستون تین ہیں: نماز، زکوٰۃ، اور ولایت ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے بغیر عند اللہ قابل قبول نہیں۔" [2]

نیز اپنے آٹھویں امام ابوالحسن رضا سے روایت کرتا ہے:

"علی علیہ السلام کی امامت (صرف قرآن مجید میں ہی نہیں بلکہ) تمام گزشتہ صحیفوں میں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء مبعوث فرمائے سب نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور علی علیہ السلام کی وصایت وامامت کی تبلیغ

---

[1] ایضاً باب ٦ ص ٨٧.

[2] اصول کافی ج٢ ص١٨، مطبوعہ ایران.

کی۔"❶

عقیدہ امامت تحریف قرآن کے افسانے کو وضع کرنے کے اسباب ومحرکات میں سے ایک سبب تھا کہ جب ان پر اعتراض کیا جاتا کہ اگر حضرت علیؓ اور دیگر اماموں کی امامت پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے اور اس قدر اہمیت کا حامل ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا جب کہ بقول شیعہ اس عقیدے سے کم اہمیت کے حامل عقائد کا ذکر بالوضاحت قرآن مجید کی آیات میں موجود ہے۔ شیعہ قوم نے اس اعتراض سے نجات کے لیے یہ عقیدہ وضع کیا کہ امامت ائمہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود تھا مگر موجودہ قرآن چونکہ اصلی قرآن کے مطابق نہیں ہے۔ بلکہ یہ محرف اور تبدیل شدہ ہے۔ چنانچہ صحابہ نے حضرت علی اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت کی بنا پر ان تمام آیات کو قرآن مجید سے نکال دیا۔ جن میں ان کی امامت وخلافت کا ذکر تھا۔

چند مثالیں:

اس کی مثال دیتے ہوئے کلینی اصول کافی میں روایت کرتا ہے:

"امام باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ حضرت علی بن ابی طالب کا لقب امیر المؤمنین کس نے رکھا؟ آپ نے جواب دیا کہ: "اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت علی کو امیر المؤمنین کہا ہے۔" پوچھا گیا کون سی آیت میں؟ جواب دیا:

"و اذ اخذ ربك من بني آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على انفسهم الست بربكم وان محمدا رسولی

---

❶ كتاب الحجة من الكافي۔ باب فيه نتف وجوامع من الرواية في الولاية ج١ ص٤٣٧، مطبوعه ایران.

وأن علياً أمير المؤمنين"

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم سے انہیں گواہ بنا کر یہ عہد لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ اور کیا محمد ﷺ میرے رسول نہیں؟ اور کیا علی امیر المؤمنین نہیں تو سب نے کہا "بلی" ہاں یا رب۔" ❶

شیعہ قوم نے اس آیت کا آخری حصہ "وان محمدا رسولی وان علیا امیر المومهین" اپنی طرف سے قرآن مجید میں شامل کر دیا۔ جب کہ یہ الفاظ وکلمات قرآن مجید میں موجود نہیں مگر شیعہ مذہب کے مطابق اصلی قرآن میں موجود تھے مگر عیاذا باللہ صحابہ کرام نے حذف کر دیے یعنی یہ قوم ایک یہودی الفکر عقیدے کے اثبات کے لیے اللہ تعالیٰ پر بہتان لگانے اور ان کی طرف جھوٹ منسوب کرنے سے بھی باز نہیں آئی۔

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں:

"آیت: "وان كنتم فی ريب مما نزلنا على عبدنا فی علی فأتوا بسورة من مثله"

یعنی اگر تمہیں ان آیات میں کسی قسم کا شک ہو جو ہم نے اپنے بندے علی کی شان میں نازل کی ہیں تو اس قرآن جیسی ایک سورت بھی بنا کر دکھاؤ۔"

اس آیت میں سے "فی علی" کے کلمات نکال دیے گئے ہیں۔" ❷

حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

"حضرت جبریل علیہ السلام اس آیت کو یوں لے کر آئے تھے۔ "فأبى اكثر الناس بولاية علی إلا كفوراً." ❸

---

❶ اصول کافی باب النوادر ج۱ ص۴۱۲، مطبوعہ ایران وص۲۶۱، مطبوعہ ھند

❷ کتاب الحجة من الکافی ج۱ ص۴۶۲، مطبوعہ ایران وص۲۶۶، مطبوعہ ھند.

❸ ایضا ج۱ ص۴۲۵، مطبوعہ ایران وص۲۶۸، مطبوعہ ھند.

یعنی لوگوں کی اکثریت نے حضرت علی کی ولایت کے انکار کو اختیار کیا اسی طرح اس آیت کو یوں لے کر آئے تھے:

"وقل الحق من ربکم فی ولایة علی، فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر إنا أعتدنا للظالمین آل محمد نارا"

''کہہ دیجیے کہ علی کی ولایت کے متعلق حق تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ جو چاہے (علی کی ولایت پر) ایمان لے آئے اور جس کی مرضی ہو انکار کر دے ہم نے آل محمد پہ ظلم کرنے والوں کے لیے جہنم تیار کی ہے۔'' [1]

اس روایت سے بھی شیعہ قوم یہ ثابت کرنا چاہتی ہے کہ اصلی قرآن مجید میں "فی ولایة علی" اور "آلِ محمد" کے کلمات موجود تھے مگر موجودہ قرآن سے انہیں نکال دیا گیا ہے۔ کلینی ایک روایت بیان کرتا ہے:

''امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی "ولو انهم فعلوا ما یوعظون به فی علی لکان خیرا لهم" یعنی اگر یہ لوگ اس نصیحت پر عمل کرتے جو انہیں علی کے بارہ میں کی گئی تھی تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔'' [2]

اس آیت میں بھی شیعہ قوم نے "فی علی" کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے۔
حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

''یہ آیت جبریل علیہ السلام یوں لے کر نازل ہوئے تھے "یا أیها الذین اوتو الکتاب آمنوا بما نزل فی علی نورا مبینا" اے اہل

---

[1] ایضاً ج۱ ص۴۲۵، مطبوعه ایران و ص۲۶۶، مطبوعه هند.
[2] اصول کافی ج۱ ص۴۲۴، مطبوعه ایران و ص۲۲۸، مطبوعه هند.

کتاب! تم ان آیات پر ایمان لے آؤ جو ہم نے علی کی شان میں نازل کی ہیں اور وہ واضح نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔"❶

"فی علیّ" کا لفظ قرآن مجید میں نہیں۔ یہ شیعوں کا اضافہ ہے۔

"نیز یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی: "بئسما اشتروا به أنفسهم أن یکفروا بما أنزل الله فی علی بغیا"...... "بری ہے وہ چیز جو انہوں نے حضرت علی کے بارہ میں نازل ہونے والی آیات کے بدلہ میں ظلم کا ارتکاب کرتے ہوئے خریدی ہے۔"❷

شیعہ مفسر علی بن ابراہیم قمی اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

"قرآن مجید میں تغیر وتحریف واقع ہوئی ہے...... آیت "کنتم خیر امة" اصل میں یوں تھی "کنتم خیر أئمة" موجودہ قرآن میں یہ آیت اصل قرآن کے مطابق نہیں کیوں کہ یہ امت (امت محمدیہ) بہترین امت کیوں کر ہو سکتی ہے؟ اس امت نے تو امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا۔ یہ اصل میں اماموں کے بارہ میں تھی۔ "کنتم خیر أئمة" یعنی تم بہترین امام ہو۔ چند سطور کے بعد مزید لکھتا ہے:

اسی طرح یہ آیت یوں تھی "لکن الله یشهد بما انزل الیك فی علیّ" اس میں سے "فی علیّ" کے کلمات نکال دیے گئے ہیں۔

نیز یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی "یا ایها الرسول بلّغ ما أنزل الیك من ربك فی علی" اے رسول! جو کچھ علی کی شان میں آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ اسے لوگوں تک پہنچایئے۔"❸

---

❶ ایضاً ج۱ ص۴۱۷، مطبوعه ایران وص۲۶۲، مطبوعه هند.

❷ کتاب الحجة ج۱ ص۴۱۷، مطبوعه ایران وص۲۶۲، مطبوعه هند.

❸ تفسیر القمی مقدمه ج۱ ص۱۰، مطبوعه نجف.

شیعہ مفسر الکاشی اپنی تفسیر الصافی میں عیاشی سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا: اگر قرآن مجید اپنی اصل حالت میں موجود ہوتا تو اس میں تمام اماموں کے نام ذکر ہوتے۔'' ❶

کلینی روایت کرتا ہے:

'' ایک آدمی نے امام صادق علیہ السلام کی موجودگی میں یہ آیت تلاوت کی:

"وقل اعملوا فسیر الله عملکم ورسوله والمومنون"

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت یوں نہیں ہے بلکہ اصلی قرآن کے مطابق "المؤمنون" کی بجائے "المأمونون" تھا اور اس سے مراد ہم ہیں۔'' ❷

حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' یہ آیت جبریل علیہ السلام یوں لے کر نازل ہوئے تھے:

"یا أیها الناس قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم فی ولایة علی فآمنوا خیرا لکم وإن تکفروا بولایة علیّ فإن لله ما فی السمٰوات والارض۔"

اے لوگو! اللہ کا رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے علی کی ولایت لے کر آیا ہے جو کہ برحق ہے، تم اس عقیدے پر ایمان لے آؤ جو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم علی کی ولایت سے انکار کرو گے۔ (تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں) وہ آسمانوں اور زمینوں اور ان میں موجود ہر چیز کا مالک ہے۔'' ❸

---

❶ تفسیر الصافی۔ المقدمه السادسه ج۱ ص۵۵ مطبوعه ایران.

❷ کتاب الحجة من الکافی ۱/ ۴۲۴، طهران و ۱/ ۲۶۸ الهند.

❸ ایضاً.

وصایت کے متعلق کلینی لکھتا ہے:

”فبأی آلاء ربکما تکذّبان - أبا النبیّ ام بالوصّی“

سورۃ رحمان میں یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی: یعنی اے انسانو! اور جنو! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟ کیا نبی کا ازکار کرو گے یا وصّی کا۔“ [1]

شیعہ قوم کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی یعنی ولی عہد تھے، وہ تمام اختیارات جو آپ کو حاصل تھے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ نص کے مطابق حضرت علی کی طرف منتقل ہو گئے تھے اس لیے خلافت وامامت کے حق دار حضرت علی ہی تھے۔ ”ام بالوصّی“ میں وصی سے مراد یہی ہے۔

اس قسم کی روایات سے شیعہ قوم کی تفسیر وحدیث کی کتب بھری ہوئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں چونکہ امامت وولایت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور قرآن مجید اس عقیدے کے ذکر سے خالی ہے۔ بنابریں انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ قرآن مجید میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور امامت کی اہمیت بیان کرنے والی آیات حذف کر دی گئی ہیں، امامت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے شیعہ اپنے آٹھویں امام ابوالحسن رضا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

”امامت اسلام کی بنیاد بھی ہے اور شاخ بھی۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور حج امام کے بغیر قبول نہیں ہوتے۔“ [2]

چنانچہ اس یہودی الاصل عقیدے ”وصایت وامامت“ کو باقی رکھنے کے لیے تحریف قرآن کا افسانہ وضع کیا گیا۔

---

[1] اصول کافی ۲۱۷/۱۔

[2] اصول کافی ۔ باب النوادر ج۱ ص ۲۰۰ ۔ ایران۔

تحریف قرآن اور تکفیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

شیعہ قوم جن اسباب ووجوہ کی بنا پر قرآن مجید میں تحریف وتبدیلی کا عقیدہ رکھتی ہے ان میں سے ایک سبب تو عقیدۂ امامت وولایت ہے جس کی توضیح ہم پیچھے کر چکے ہیں۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مذہب شیعہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالعموم - ما سوائے تین اور ایک روایت کے مطابق چار کے- اور خلفائے ثلاثہ ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے کفار ومرتدین ہیں۔ یہ شیعہ قوم کا عقیدہ ہے مگر قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو بے شمار ایسی آیات نظر آئیں گی جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور ان کا مقام ومرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے ایمان میں شک وشبہ نہیں بلکہ ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسرے لوگوں کے لیے قبولیت کا معیار ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (البقرة: ۱۳۷) یعنی یہ لوگ اگر اس طرح ایمان لائیں جس طرح کہ (اے میرے نبی کے ساتھیو!) تم ایمان لائے ہو تو یہ لوگ ہدایت یافتہ تصور ہوں گے۔ قرآن کریم کی لا تعداد ایسی آیات ہیں جن میں مہاجرین وانصار کی تعریف کی گئی ہے۔ اور انہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (توبہ: ۱۰۰)

”ایمان قبول کرنے میں سبقت حاصل کرنے والے پہلے مسلمان مہاجر

والانصار اور ان کی اچھے طریقے سے پیروی کرنے والوں پر اللہ راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی جنت تیار کی ہے جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ (الانفال: ۷۴)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے (ان مہاجرین کو) پناہ دی اور ان کی مدد کی یہ لوگ پکے مومن ہیں۔ ان کیلیے بخشش اور پاکیزہ ومکرم رزق ہے۔''

اس آیت میں مہاجرین وانصار کے پکے مومن، ہونے کی شہادت ہے، ان کے ایمان میں شک کرنا قرآن مجید میں شک کرنے کے مترادف ہے۔ ایک اور روایت میں ہے:

﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (الحدید: ۱۰)

''(اے میرے نبی ﷺ کے ساتھیو!) تم میں سے فتح مکہ سے قبل خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے مقام ومرتبہ میں ان لوگوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور اللہ کے راستے میں جنگ کی (ہاں مگر) اللہ نے سب کے ساتھ بہتری (یعنی جنت) کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے قبل ایمان قبول کرنے والے، اللہ کی خاطر خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے صحابہ کرام اور فتح مکہ کے بعد ایمان قبول کرنے والے، اللہ کی خاطر خرچ کرنے والے اور اس کے راستے میں جہاد کرنے والے صحابہ کرام کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ اللہ نے سب سے اچھائی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

نیز فرمایا:

﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

”وہ لوگ جو محمد ﷺ کے ساتھ ایمان لائے اور ان کے دست و بازو بنے اور ان کی مدد کی اور اس نور ہدایت کی اتباع کی جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہیں۔“

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں کامیابی کی ضمانت دی ہے۔ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر موت کی بیعت کرنے والے صحابہ کرام کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ (الفتح: ۱۰)

”وہ لوگ جو آپ کی بیعت کر رہے تھے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر تھا۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی بیعت کو شرف قبولیت سے نوازا ہے اور ان کے اس عمل کی تحسین فرمائی ہے۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو اپنی رضا مندی کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا٥﴾ (الفتح: ١٨)

''اللہ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔ اللہ نے ان کے دلوں کی حالت کو جان لیا اور ان پر اطمینان وسکینت نازل فرمائی اور ان کے اس عمل کے بدلہ میں جلد ہی انہیں فتح نصیب فرمادی۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت الرضوان میں شریک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں اپنی رضا مندی سے نوازا ہے۔ ایک اور آیت میں ارشاد ربانی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ (الفتح: ٢٩)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھی ہیں وہ کفار کے لیے سخت اور آپس میں نرم ہیں۔ آپ انہیں رکوع وسجود کی حالت میں دیکھیں گے وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی کی جستجو میں رہتے ہیں سجدوں کے نشانات ان کے چہروں سے عیاں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے ہاں صحابہ کرام کی جو عزت وشان ہے اسے بیان کرنے کے لیے یہی ایک آیت ہی کافی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ٥ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾

(الحشر ۸ ـ ۹)

''وہ غریب مہاجرین جنہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا اور انہیں اپنی جائیداد سے محروم کر دیا گیا وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کی تلاش میں رہتے اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مدد کرتے ہیں (یعنی ان کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں) وہی سچے لوگ ہیں اور وہ انصار جنہوں نے ان کو اپنے گھروں میں پناہ دی اور ان کے لیے پہلے ایمان قبول کر لیا وہ ایسے شخص کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو اپنے گھربار کو خیر باد کہہ کر ان کی طرف ہجرت کرے۔ اللہ نے ان کو جتنا عطا کیا ہے وہ اس پر قناعت کرتے ہیں اور اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود اس کی شدید طلب ہی کیوں نہ ہو۔

یہ آیت بھی مہاجرین وانصار کے مناقب وفضائل اور اللہ کے ہاں ان کے رتبے کو بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ٥﴾

(الحجرات : ۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اللہ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب اور پسندیدہ چیز بنا دیا اور اس سے تمہارے دلوں کو مزین کیا اور کفر وفسق اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ چیز بنا دیا۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں صحابہ کرام کے مومن ہونے اور کفر وفسق سے پاک ہونے کی گواہی دیتے ہوئے انہیں ہدایت یافتہ قرار دیا ہے۔ ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں جس کا مصداق خلفائے راشدین ہیں۔ اس آیت سے خلفائے راشدین کا مومن اور نیک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشادی باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾

(النور: ۵۵)

”تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو مومن ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی اور اللہ ان کے دور میں ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مضبوط فرمائے گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کر دے گا۔“

اس آیت سے خلافت کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ اللہ نے اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کے بعد خلیفہ بننے والوں کے ایمان کی شہادت دی ہے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت کا مصداق کون ہیں؟ کس کے دور میں اسلام پوری دنیا میں مضبوط قوت بن کر ابھرا؟ کس کے دور میں اسلامی فتوحات سے کمزور مسلمانوں کو قوت وہیبت اور شان وشوکت عطا ہوئی؟ اور کس کے دور میں مسلمانوں کا خوف امن میں تبدیل ہوا؟

اگر تاریخ اسلام سے خلافت راشدہ کے پہلے ۲۳ سالہ سنہری دور کو خارج کر دیا جائے۔ تو کوئی دور بھی اس آیت کا مصداق قرار نہیں پا سکتا۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد منصب خلافت پر فائز ہونے والی پہلی شخصیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد

باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (التوبہ: ۴۰)

''اے لوگو! اگر تم میرے (ﷺ) نبی کی مدد سے دستبردار بھی ہو جاؤ تو (اللہ ان کا مددگار ہے) اللہ نے اپنے نبی کی اس وقت بھی مدد کی جب انہیں کافروں نے اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا، جب وہ اپنے دوسرے ساتھی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ہمراہ غار میں تھے اور وہ اسے کہہ رہے تھے کہ گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے اللہ نے ان پر اطمینان کا نزول فرمایا اور اپنے لشکروں سے ان کے ہاتھ مضبوط کیے وہ خدائی لشکر تمہیں نظر نہیں آتے اور اللہ نے کافروں کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ یہی کافروں کی سزا ہے۔''

تو یہ تمام آیات شیعہ قوم اور شیعی فکر کے حاملین کے لیے ایٹم بم سے کم نہیں کہ یہ آیات ان کے مذہب اور ان کے باطل افکار کو کچلنے کے لیے کافی ہیں یہ ممکن نہیں کہ ان آیات پر بھی ایمان رکھا جائے اور پھر یہ بھی کہا جائے کہ ابوبکر، عمر، عثمان اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معاذ اللہ کفار ومرتدین تھے۔ ایسی پاکیزہ ہستیاں کہ خود رب العالمین جن کا ثناء خواں ہو اور جن کے پکے مومن ہونے کی گواہی دے رہا ہو ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ مومن نہیں تھے قرآن کریم کی تکذیب کے برابر ہے۔ مگر شیعہ قوم بجائے اس کے کہ اپنے عقیدے اور یہودی فکر کو تبدیل کرتی یہ کہنے لگی کہ خود قرآن مجید میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور چونکہ قرآن کی صحت قطعی اور ناقابلِ تشکیک نہیں ہے لہٰذا ان

آیات کا مدلول بھی قطعی الثبوت نہیں ہو سکتا۔ یعنی اگرچہ قرآن مجید سے واضح طور پر مہاجرین وانصار اور دیگر صحابہ کرام کے ایمان کا ثبوت فراہم ہوتا ہے مگر چونکہ قرآن مجید اپنی اصلی شکل میں محفوظ نہیں رہا اس لیے اس ثبوت کی کوئی حقیقت نہیں۔

چونکہ انہوں نے تکفیر صحابہ کے عقیدے کو اپنے مذہب کی بنیاد بنائے رکھا۔ مشہور شیعہ مؤرخ کشی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"کان الناس اهل ردّة بعد النبيّ الا ثلاثة." (1)

"نبی ﷺ کے بعد تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے ماسوائے تین کے۔"

کشی نے یہ قول حضرت باقر کی طرف منسوب کیا ہے۔

شیعہ راوی حمران کہتا ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے عرض کیا ہماری تعداد کتنی کم ہے اگر سارے مل کر ایک بکری کا گوشت کھانا چاہیں تو اسے بھی ختم نہ کر سکیں؟

آپ نے فرمایا: میں اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات تجھے نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا:

"المهاجرون والأنصار ذهبوا ...... الا ثلاثة" (2)

"یعنی تین کے سوا تمام مہاجرین وانصار گمراہ ہو گئے تھے۔"

اور ظاہر ہے اس عقیدے کا قرآن مجید سے کوئی تعلق نہ تھا شیعہ قوم نے اس کا جواب یوں گھڑا کہ وہ ساری آیات جن سے صحابہ کرام کے ایمان کی گواہی ملتی ہے۔ صحابہ کا اپنا اضافہ اور ان کی اپنی ایجاد ہیں جب کہ وہ تمام آیات خارج کر دی گئیں ہیں جن میں ان کے کفر وارتداد کا ذکر تھا۔ کلینی ایک شیعہ راوی احمد بن ابی نصر سے روایت کرتا ہے:

"اس نے کہا: مجھے حضرت ابوالحسن رضا (شیعہ کے آٹھویں امام) نے ایک

---

(1) رجال کشی ص ۱۲ تحت عنوان سلمان الفارسی مطبوعہ کربلا۔ عراق.

(2) ایضاً ص ۱۳.

مصحف (قرآن) دیا اور حکم کیا کہ اسے کھول کر نہ دیکھوں۔ مگر میں نے اسے کھول کر دیکھا تو سورۃ "ولم یکن الذین کفروا" میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام کفار کی فہرست میں لکھے ہوئے تھے۔" [1]

ایک اور روایت جو گزشتہ صفحات میں بھی گزر چکی ہے اس کے مطابق حضرت علیؓ نے اصل قرآن مہاجرین وانصار پر پیش کیا تھا مگر جب حضرت ابوبکرؓ نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں مہاجرین وانصار کی برائیوں کا ذکر تھا لٰہذا وہ قرآن حضرت علیؓ کو یہ کہہ کر واپس کر دیا گیا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ [2]

شیعوں کا "شیخ الاسلام اور خاتمۃ المجتہدین" ملا باقر مجلسی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"منافقوں نے علی علیہ السلام سے خلافت چھین کر قرآن کریم کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔" [3]

ایک اور جگہ لکھتا ہے:

"عثمان نے قرآن کریم سے تین چیزیں نکال دیں: امیر المؤمنین علی کے فضائل ومناقب، دیگر اہل بیعت کے فضائل اور خلفائے ثلاثہ کی مذمت مثلاً آیت:

"یا لیتنی لم اتخذ أبا بکر خلیلا" ہائے افسوس! میں ابوبکر کو دوست نہ بناتا۔" [4]

---

[1] اصول کافی - کتاب فضل القرآن ج۲ ص ٦٣١، مطبوعہ ایران، طبرسی نے بھی اس روایت کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے ملاحظہ ہو فصل الخطاب ص ٢٣٨ مطبوعہ ایران۔

[2] الاحتجاج للطبرسی ١/ ٢٢٥ تا ٢٢٨۔

[3] حیات القوب - باب حجۃ الوداع ج۲ ص٤٩، مطبوعہ نولکشور - ہند۔

[4] تذکرۃ الائمۃ از ملا باقر مجلسی مخطوط۔ نیز دیکھئے: تذکرۃ الائمۃ ص ١٧ مطبوعہ نشر مولانا، ناصر خسرو، اس آیت کریمہ کے ضمن میں تفسیر قمی کا حوالہ گذشتہ سطور میں گذر چکا ہے، مزید ملاحظہ فرمائیں البرهان فی تفسیر القرآن از سید ہاشم بحرانی ج۳ ص ١٦٢ و مابعد۔

شیعہ قوم نے تحریف قرآن کا عقیدہ اس لیے بھی وضع کیا کہ وہ خلفائے ثلاثہ ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے جمع وتدوینِ قرآن کے کارنامے کا انکار کرسکیں کیوں کہ قرآنِ کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کے ذریعہ کروائی اور ظاہر ہے یہ ایک بہت بڑی سعادت اور ان کے علوِ شان کی دلیل تھی مگر شیعہ قوم اپنے دلوں میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عداوت اور بغض وحقد کے ہاتھوں مجبور تھی کہ وہ ان کی کسی عظمت کا اعتراف نہ کرے چنانچہ انہوں نے تبدیلی قرآن کا عقیدہ وضع کرلیا۔

ایک شیعہ عالم ملا محمد عالم تقی کاشانی اپنی کتاب "ھدیۃ الطالبین" میں تحریر کرتا ہے:

> "عثمان نے زید بن ثابت جو کہ عثمان کا دوست اور علی کا دشمن تھا کو حکم دیا کہ وہ قرآن کو جمع کرے اور اس میں سے اہل بیت کے فضائل اور دشمنان اہلِ بیت کی برائیوں کو خارج کردے۔ اور موجودہ قرآن وہی عثمان والا قرآن ہے یعنی تبدیل شدہ ہے۔"[1]

شیعہ مصنف میثم بحرانی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف طعن وتشنیع کرتے ہوئے "السابع من المطاعن" یعنی طعن نمبر ۷ کے عنوان سے لکھتا ہے:

> "عثمان نے لوگوں کو زید بن ثابت کی قرأت پر جمع کیا اور قرآن کے دیگر نسخوں کو جلا دیا اور بہت سی آیات کو نیست ونابود کروادیا۔"[2]

شیعہ قوم کا تحریف قرآن کے افسانے سے یہ مقصد تھا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف اپنے بغض کا اظہار کرتے ہوئے انہیں مطعون کرسکیں کہ انہوں نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلافت وامامت غصب کی تو قرآن مجید سے ان آیات کو نکالنا ناگزیر ہوگیا جن

---

[1] ھدایۃ الطالبین ص۳۶۸، مطبوعہ ایران ۱۲۸۲ھ۔

[2] شرح نہج البلاغہ از میثم بحرانی ج۲ ص۱۱۵، مطبوعہ ایران۔

سے خلافت علی کا ثبوت ملتا تھا۔ کلینی حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے:

''حضرت جبرئیل علیہ السلام اس آیت کو یوں لے کر نازل ہوئے تھے: "إن الـذين كفروا وظلموا آل محمد حقهم لم يكن الله ليغفر لهـم" یعنی وہ لوگ جنہوں نے کفر کا ارتکاب کیا اور آل محمد سے ان کا حق ظلماً چھینا اللہ ان کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔'' ❶

شیعہ مفسر قمی لکھتا ہے:

"فبـدّل الذين ظلموا آل محمد حقهم قولاً غير الذى قيل لهـم فانزلنا على الذين ظلموا آل محمد حقهم رجزا من السماء بما كانوا يفسقون"

یعنی آل محمد سے از روئے ظلم حق چھیننے والوں نے اللہ کے فرمان کو تبدیل کر کے کسی اور قول کو اختیار کر لیا تو ہم نے آلِ محمد پر ظلم کرنے والوں پر ان کے فسق و فجور کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کیا۔'' ❷

نیز یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی:

"ولـو تـرى إذ الـظـالـمـون آل محمد حقهم فى غمرات الموت والملائكة باسطوا أيديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون"

یعنی جب آپ دیکھیں گے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کر کے ان سے ان کا حق چھیننے والے موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا کر کہہ رہے ہوں گے اپنی جانوں کو ہمارے سپرد کر دو آج

❶ اصول كافى ج١ ص٤٢٤.

❷ تفسير القمى: ١/ ٤٨.

تمہیں ذلت ورسوائی کا عذاب چکھایا جائے گا۔" اس آیت سے مراد معاویہ بنی امیہ اور ان کے خلفاء ہیں۔" ❶

یہی قمی سورۃ الشعراء کے آخر میں لکھتا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے آل محمد علیہ السلام اور ان کے شیعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیراً وانتصروا من بعد ما ظلموا"

"یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا اور ان پر ظلم کیے جانے کے بعد ان کی مدد کی گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آل محمد اور شیعہ کے دشمنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"وسیعلم الذین ظلموا آل محمد حقھم آیّ منقلب ینقلبون"

یعنی آل محمد پر ظلم کرنے والے اور ان سے ان کا حق چھیننے والے عنقریب جان لیں گے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔" ❷

گزشتہ تمام آیات میں "آل محمد حقھم" کے الفاظ شیعہ قوم کے اپنے ایجاد کردہ ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا کوئی وجود نہیں۔

آخر میں ہم طبرسی کی ایک روایت ذکر کرتے ہیں جو اس نے اپنی کتاب "الاحتجاج" میں نقل کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"ایک زندیق نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے قرآن کے متعلق بہت سے سوالات کیے۔ ان سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا

---

❶ تفسیر القمی ج۱ ص ۲۱۱.

❷ تفسیر القمی ج۲ ص ۱۲۵.

کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ظالموں کے نام صاف صاف کیوں نہ بتا دیے۔ اشاروں اور کنایوں میں ان کا ذکر کیوں کیا؟

اس کا جواب امیر المؤمنین علیہ السلام نے دیا کہ اللہ نے ان کے نام صاف صاف ذکر کیے تھے۔ تحریف کرنے والوں نے ان کے نام نکال دیے۔"

ان منافقوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِیْنَ❶ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا﴾ (البقرة: ٧٩)

"یہ لوگ اس طرح کے ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے ایک تحریر لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اس سے خود ساختہ تحریر کی تھوڑی سی قیمت وصول کر لیں۔"❷

اللہ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

﴿وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ﴾

"ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو (اپنے خود ساختہ کلام کو) زبان موڑ کر یوں پڑھتا ہے کہ قرآن کا حصہ ظاہر کر سکے۔"

اسی طرح اس آیت میں بھی انہیں کا ذکر ہے:

﴿اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَالَا یَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ﴾

جب وہ رات کو ایسی ایسی سازشیں کر رہے تھے جو اللہ کو پسند نہیں۔ یہ لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد سازشیں کرنے لگے تا کہ وہ اپنے باطل افکار کو سہارا دے سکیں جس طرح کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے پیغمبروں حضرت

---

❶ **وضاحت**: طبرسی کی کتاب الاحتجاج میں یہ اصل الفاظ فویل للذین کی بجائے الذین ہی ہے۔

❷ کتاب الاحتجاج از طبرسی، ج١ ص ٢٧٠.

موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سازش کر کے تورات اور انجیل کو تبدیل کر دیا۔ اور اس آیت میں بھی اللہ نے منافقین کا ذکر کیا ہے:

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ﴾

''یہ لوگ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے کا عزم کیے ہوئے ہے۔''

یعنی ان لوگوں نے قرآن میں ایسی اشیاء شامل کر دیں جو اللہ کا فرمان نہ تھیں، تاکہ وہ لوگوں کو شبہ میں ڈال سکیں (یہ مطلب ہے اس کا کہ وہ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے تھے) مگر اللہ نے ان کے دلوں کو اندھا کر دیا اور ان کی تمام تر سازشوں کے باوجود قرآن میں ایسی آیات باقی رہ گئیں جو ان کی سازشوں پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾

''تم حق کو باطل سے خلط ملط کیوں کرتے ہو؟''

اسی طرح اللہ نے ان کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ﴾

یعنی ...... ''باطل جھاگ کی مانند ہوتا ہے جو کہ فنا ہو جاتا ہے اور جو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔''

اس آیت میں ''جھاگ'' سے مراد ملحدوں کا وہ کلام ہے جو انہوں نے قرآن میں درج کیا ہے جو کہ اصلی قرآن کے ظاہر ہونے پر فنا ہو جائے گا۔ اور ''نفع دینے والی چیز'' سے مراد حقیقی قرآن ہے اور ''زمین'' سے مراد علم کی جائے قرار ہے اور تقیہ کی وجہ سے ممکن نہیں کہ جو لوگ قرآن میں

تبدیلی کرنے والے ہیں ان کے نام بتا دیے جائیں یا وہ آیتیں بتا دی جائیں جو انہوں نے اپنی طرف سے بڑھا دی ہیں کیوں کہ اس سے غیر مسلموں کو فائدہ پہنچے گا۔

اسی زندیق نے قرآن کی آیت ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ یعنی "اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو۔"

زندیق نے اس آیت پر یہ اعتراض کیا کہ یتیموں کی حق تلفی کا نکاح سے کیا رابطہ ہے۔ اس کا جواب امیر المومنین علیہ السلام نے یہ دیا:

"یہ اسی قسم سے ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں کہ منافقوں نے قرآن سے بہت سی آیات کو نکال دیا۔ اور "فی الیتامٰی" اور "فانکحوا" کے درمیان ثلث (ایک تہائی) قرآن تھا جو منافقوں نے حذف کر دیا۔"

طبرسی مزید کہتا ہے:

اور اگر میں ان تمام آیات کو بیان کروں جن میں تبدیلی واقع ہوئی ہے یا جو نکال دی گئی ہیں تو سلسلۂ کلام بہت طویل ہو جائے گا اور ویسے بھی تقیہ کے پیش نظر ان کا بیان جائز نہیں۔ [1]

جہاں تک ان آیات کا تعلق ہے جن سے نبی ﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے یا جن آیات میں آپ کو زجر و توبیخ کی گئی ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کے لیے ایک دشمن مقرر کرتا ہے جو اسے ایذا دیتا رہتا ہے یعنی یہ آیات بھی رسول اللہ ﷺ کے دشمن کی وضع کردہ ہیں۔ (عیاذاً

---

[1] ایضاً ص ۳۷۷۔ ۳۷۸۔

باللہ) اور چونکہ ہمارے نبی ﷺ کا مقام ومرتبہ تمام انبیاء سے زیادہ ہے۔اس لیے آپ کا دشمن بھی اپنے کفر ونفاق میں سب سے بڑھ کر ہے جس نے آپ کی نبوت کے خلاف سازشیں کیں، آپؐ کی تکذیب کی، آپ کو تکالیف دیں اور اپنے ساتھیوں سے مل کر آپ کی شریعت کو تبدیل کیا اور آپؐ کے طریقوں کی مخالفت کی۔

اس دشمن نے اپنی سازشوں کو عروج تک پہنچانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ وصی ونائب (علیؓ) سے لوگوں کو دور کیا، ان کے راستے کی رکاوٹ بنا اور لوگوں کو (علیؓ) کی عداوت پر ابھارا۔

اسی طرح اس نے قرآن کو تبدیل کیا، فضیلت والوں کے فضائل کو اور کفر والوں کے کفر کو اس قرآن سے نکال دیا۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا﴾

یعنی ''وہ لوگ جو ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم سے اوجھل نہیں۔''

جب ان لوگوں پر اصلی قرآن پیش کیا گیا۔انہوں نے کہا: ''لا حاجة لنا فیـــه''...... ''ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔'' ہمارے پاس اپنا قرآن موجود ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَنَبَذُوْہُ وَرَآءَ ظُھُوْرِھِمْ وَ اشْتَرَوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ﴾

یعنی ''انہوں نے اس ''اصلی قرآن'' کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلہ میں چند فوائد حاصل کر لیے، بہت بُرا ہے جو انہوں نے اس کے بدلہ میں خریدا۔''

پھر انہیں مسائل کا علم نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کو جمع کرنے کی ضرورت پیش آئی تاکہ (وہ اپنے جمع کردہ قرآن سے) اپنے کفر کی بنیادوں کو مضبوط کرسکیں چنانچہ ان میں سے ایک نے چیخ وپکار کی کہ جس کے پاس قرآن کی کوئی آیت ہو وہ ہمارے پاس لے کر آئے۔ انہوں نے قرآن جمع کرنے کی ذمہ داری ایک ایسے شخص کو سونپی جو اہلِ بیت کا دشمن تھا۔ اس نے ان کی مرضی کے مطابق قرآن کو جمع کیا مگر اس نے کچھ ایسی آیات رہنے دیں جو اس کے خیال کے مطابق ان کے حق میں تھیں مگر درحقیقت وہ ان کے خلاف جاتی تھیں۔

انہوں نے قرآن میں ایسی آیات کا اضافہ کردیا جن کا خلافِ فصاحت اور قابلِ نفرت ہونا واضح تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾

یعنی ''بس یہ ہے ان کے علم کی حد۔''

انہوں نے قرآن میں ایسی آیات درج کردیں جن میں نبی ﷺ کی توہین کی گئی ہے۔ یہ تمام آیات ملحدین کی وضع کردہ ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا﴾

''یہ لوگ بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔'' [1]

اس طویل روایت سے ثابت ہوا کہ شیعہ قوم کے نزدیک صحابہ کرامؓ نے اصلی قرآن میں اس قدر تبدیلیاں کیں کہ معاذ اللہ خلاف فصاحت اور قابلِ نفرت قرآن بن گیا اللہ تعالیٰ کی ہزار لعنتیں ہوں ایسا عقیدہ رکھنے والے پر۔ اور یہ کہ خلفائے راشدین

[1] الاحتجاج للطبرسی ص ۳۶۰ ومابعد.

نے قرآن مجید سے وہ تمام آیات حذف کر دیں جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت ملتا تھا۔ اسی طرح ان آیات کو بھی نکال دیا جن میں صحابہ کی برائیوں کا ذکر تھا اور اپنی طرف سے ایسی آیات کا اضافہ کر دیا جن میں مہاجرین وانصار کے فضائل ومناقب بیان کیے گئے تھے۔ اور یہ ساری سازش معاذ اللہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی تیار کردہ تھی جو عثمانؓ کے عہد میں پروان چڑھی اور مکمل ہوئی تو گویا قرآن مجید بھی شیعہ مذہب کے مطابق تورات وانجیل کی طرح محرف اور تبدیل شدہ ہے اور ہدایت وراہنمائی کا معیار نہیں اس میں خلافتِ علی اور امامتِ آئمہ کا ذکر اس لیے موجود نہیں کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے ایسی آیات کو نکال دیا ہے اس میں صحابہ کرام کے فضائل اس لیے ہیں کہ ابوبکر وعمر نے ایسی آیات اپنی طرف سے وضع کر کے قرآن مجید میں شامل کر دی ہیں۔ اس میں اماموں کے نام اس لیے موجود نہیں کہ ایسی تمام آیات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سازش کی نذر ہوگئی ہیں اس میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام کفار کی فہرست میں اس لیے درج نہیں کہ ایسی آیات ان کی قطع وبرید کا شکار ہوگئی ہیں۔

تو معاذ اللہ! قرآن مجید نہ صرف یہ کہ ناقص وناکمل ہے بلکہ اس میں بہت سی آیات کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے جو اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوئیں۔ اور ان کی نشان دہی اس لیے نہیں کی گئی کہ یہ تقیہ کا تقاضا تھا۔

(یہ صحابہ کرام کا اس امت پر احسان ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کو مدون کر کے قیامت تک کے لیے وعدۂ خداوندی کے مطابق اسے محفوظ کر دیا۔ بقول شیعہ ناقص ہی سہی مگر جتنا بھی اس وقت موجود ہے وہ انہیں کی محنت وکاوش کا ثمرہ ہے، شیعہ مذہب کے مطابق ان کے اماموں نے تو سارا قرآن مجید سرے سے ہی غائب کر دیا اور اس طرح سے نہ صرف مسلمانان اہلسنت بلکہ خود شیعہ بھی کتاب اللہ سے محروم ہوگئے۔ اب اگر اصلی قرآن موجود نہ ہونے کی وجہ سے کوئی شخص گمراہ ہو جائے تو اس میں قصور دار کون ہوگا؟ (مترجم)

تحریف قرآن اور تعطیل شریعت

شیعہ قوم نے تحریف قرآن کا عقیدہ مذکورہ اسباب واغراض کے علاوہ ایک اور مقصد کے لیے بھی اختیار کیا اور وہ مقصد تھا اباحیت وتعطیل شریعت یعنی تا کہ حدود اللہ کو پامال کیا جاسکے اور شعائر اللہ کا مذاق اڑایا جاسکے۔ کیوں کہ اگر قرآن کی صحت کو مشکوک اور غیر یقینی قرار دے دیا جائے تو ظاہر ہے اس کی آیات ونصوص سے ثابت ہونے والے احکامات ومسائل بھی مشکوک اور غیر یقینی قرار پاتے ہیں اور یوں قرآن کریم کے بیان کردہ اوامر ونواہی کی کوئی حیثیت نہیں رہتی اس لیے کہ ہر آیت میں تحریف اور تبدیلی کا امکان ہوسکتا ہے اور اسی شک وشبہ کے پیشِ نظر شرعی حدود سے نکلنا اور فواحش کا ارتکاب کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

اسی بنا پر شیعہ قوم کی اکثریت کا یہ عقیدہ ہے کہ صرف شیعہ مذہب اختیار کر لینا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کر لینا ہی نجات کے لیے کافی ہے، اس کے بعد اگر کوئی شیعہ فسق وفجور اور فواحش کا ارتکاب کرے تو وہ سزا سے مستثنیٰ ہوگا اس لیے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت وامامت کا قائل ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر آنسو بہاتا اور ان کا نام لے کر سینہ کوبی کرتا ہے اور ان سے محبت کا اظہار کرتا ہے اور شیعہ کے نزدیک دین صرف محبت ہی کا نام ہے، اس نظریے کی تائید کے لیے شیعہ قوم نے لاتعداد روایات گھڑ رکھی ہیں ہم یہاں کلینی کی ایک روایت پیش کرتے ہیں تا کہ شیعہ قوم کے اس نظریے کی وضاحت ہوسکے۔

چنانچہ کلینی حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''انہوں نے فرمایا: ''دین محبت ہی کا نام ہے۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز سے یوں

محبت رکھتا ہوں مگر خود نماز نہیں پڑھتا اس طرح میں روزہ داروں سے محبت رکھتا ہوں مگر خود روزہ نہیں رکھتا تو آپ نے فرمایا: "أنت مع من أحببت" یعنی تیرا انجام ان کے ساتھ ہوگا جن سے تجھے محبت ہے۔" ❶

یعنی اگرچہ وہ خود نہ نماز پڑھتا تھا نہ روزہ رکھتا تھا مگر چونکہ نمازیوں اور روزہ داروں سے محبت کرتا تھا بس اسی قدر اس کی نجات کے لیے کافی ہے۔ کیوں کہ دین صرف محبت کا نام ہے اب اگر کوئی شیعہ اسلامی شعائر پر عمل پیرا نہ بھی ہو مگر اہلِ بیت سے محبت کا اظہار کرتا ہو تو شیعہ مذہب میں اس کی نجات یقینی ہے۔

معلوم ہوا کہ دین سے استہزاء کرنے اور حدود اللہ کو پامال کرنے کی غرض سے بھی تحریف قرآن کا عقیدہ گھڑا گیا......

عدم تحریف کے دلائل اور شیعہ کے جوابات

قرآن مجید کی حقانیت وصداقت اور اس کے مکمل ومحفوظ ہونے میں شک وشبہ کرنا دین اسلام پر ایک بہت بڑا بہتان اور جھوٹ ہے۔ پوری امت مسلمہ کا بالاتفاق یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے ایک حرف اور ایک نقطے میں بھی کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ نقلی اور عقلی دلائل کے مطابق اسلام میں اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن مجید کی یہ آیت اس سلسلے میں قطعی دلیل ہے:

﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ (فصلت: ٤٢)

یعنی "قرآن مجید پر باطل نہ سامنے سے اثر انداز ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔" ❷

---

❶ كتاب الروضة من الكافي في الفروع ج٨.

❷ شفاء قاضي عياض.

اور اس سے بھی واضح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر: ۹)

''بلاشبہ ہم نے ہی قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔''

یہ دونوں آیات اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ قرآن مجید ہر قسم کی کمی بیشی یا تحریف وتبدیلی سے پاک ہے۔ مگر شیعہ قوم ان دونوں آیات کی تاویل کرتے ہوئے کہتی ہے:

وہ دلائل جو مخالفین کی طرف سے تحریف وتبدیلی کے خلاف پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک آیت تو ''لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ....'' ہے اور دوسری آیت ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ....'' ہے تو ہم اس کے جواب میں اتنا ہی کہیں گے کہ یہ آیات اُس قرآن کے متعلق ہیں جو اماموں کے پاس ہے نہ کہ موجودہ قرآن کے متعلق۔ نیز ''الْحَافِظُوْن'' کا معنیٰ ''حفاظت کرنے والے'' کی بجائے ''العاملون'' یعنی ''عمل کرنے والے'' بھی ہوسکتا ہے۔

''اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ موجودہ قرآن کمی بیشی سے محفوظ ہے تو یہ اس آیت کا مدلول ومصداق نہیں ہے۔'' [1]

اور بعینہ انہی خیالات کا اظہار شیعہ ایرانی عالم علی اصغر بر جردی نے اپنی کتاب میں کیا ہے جو اس نے محمد شاہ القاجار کے عہد میں شیعہ قوم کے مطالبے پر شیعہ قوم کے عقائد کو بیان کرنے کے لیے لکھی تھی، کہتا ہے:

''یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اصلی قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں

---

[1] منبع الحیاۃ از نعمت اللہ الجزائری منقول از ''الاسعاف از ابو الحسن علی نقی ص ۱۱۵ مطبعہ اثنا عشری ۱۳۱۲ھ ہند.

ہوئی لیکن وہ قرآن جو بعض منافقین کا تالیف کردہ ہے وہ تحریف وتبدیلی سے محفوظ نہیں۔ اور اصلی قرآن امام العصر (بارھویں خود ساختہ امام) کے پاس موجود ہے اللہ انہیں جلدی نکالے۔“ [1]

ایک اور ہندی شیعہ عالم کہتا ہے:

”اللہ تعالی نے جس قرآن کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے وہ لوح محفوظ والا قرآن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ“ یہ قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔“ [2]

شیعہ قوم کی کتابوں میں اس طرح کی بے شمار نصوص ہیں جن میں اس قسم کی گھٹیا تاویلات کی گئی ہیں۔ قرآن مجید سے ادنیٰ شغف رکھنے والا بھی ان جوابات کی سطحیت کا اندازہ کرسکتا ہے:

اولا: ......اس لیے کہ اگر حفاظت وصیانت کا ذمہ اس قرآن مجید کا اٹھایا گیا ہے جو بقول شیعہ آخری امام کے پاس ہے تو ایسی حفاظت کا کیا فائدہ؟ اس لیے کہ امام صاحب تو قران مجید سمیت غار میں چھپے ہوئے ہیں اور پوری امت تبدیل شدہ قرآن مجید پر عمل کر کے ہدایت سے محروم اور ضلالت وگمراہی کا شکار ہو رہی ہے۔

پھر ایسا قرآن جس میں کمی بیشی کر دی گئی ہو وہ پوری کائنات کے لیے ہدایت ونصیحت کیسے ہوسکتا ہے جب کہ قرآن مجید کو بار بار ”هدى للعالمين“ اور ”ذكر للعالمين“ کہا گیا ہے تو جس قرآن سے بے شمار آیات نکال دی گئی ہوں اور لاتعداد آیات کا اضافہ کر دیا گیا ہو وہ قرآن -معاذ اللہ- گمراہی کا باعث تو بن سکتا ہے ہدایت وراہنمائی کا نہیں۔

---

[1] عقائد الشیعه ص۲۷، مطبوعه ایران.

[2] موعظة تحریف القرآن از حائری ترتیب سید محمد رضی قمی صفحه۴۸.

اسی طرح جس دستاویز کا ایک حرف بھی تبدیل کر دیا جائے گا تو وہ ثقہ اور قابلِ اعتبار نہیں رہتی تو جس قرآن میں اس قدر کمی بیشی کر دی گئی ہو کہ اس کی اصل شکل ہی مسخ ہوگئی ہو۔ اس پر کیوں کر اعتبار کیا جا سکتا ہے اور وہ کس طرح اسلامی احکام ومسائل کی بنیاد بن سکتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ اگر قرآن مجید کو محرف اور تبدیل شدہ مان لیا جائے تو پورا دین اسلام ہی باطل اور بے بنیاد ٹھہرتا ہے کیوں کہ اسلام کی بنیاد قرآن مجید ہے اور اگر قرآن مجید ہی کو مشکوک قرار دے دیا جائے تو دین اسلام کی صحت پر کون یقین کرے گا؟

اور یوں پوری شریعت معطل ہو کر رہ جائے گی اور نماز روزہ حج زکوٰۃ اور دیگر شعائر دینیہ بے وقعت ہو کر رہ جائیں گے اس لیے کہ ان تمام کی بنیاد قرآن مجید پر ہے جو کہ شریعتِ اسلامیہ کا دستور ہے اور جب دستور ہی پایہ اعتبار سے گر جائے تو شرعی احکام کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

اگر اصلی اور حقیقی قرآن امام غائب کے پاس ہے تو سرور کائنات ﷺ اپنی امت کی نجات کے لیے کیا سامان کر کے اس دنیا سے تشریف لے گئے؟ کیوں کہ نجات کا دار ومدار تو قرآن مجید کے احکامات کے اوپر عمل کرنے پر ہے اور جب اصلی قرآن دنیا میں موجود ہی نہیں تو عمل کس پر کیا جائے اور اس طرح پوری مخلوق عند اللہ معذور قرار پائے گی۔ اور اگر مجرم ٹھہریں گے تو شیعہ کے بقول وہ امام جنھوں نے اصلی قرآن اپنے پاس چھپائے رکھا اور مسلمانانِ اہلِ سنت کو در کنار خود شیعوں کو بھی نہ دکھایا؟

ثانیا:...... اسی طرح یہ کہنا کہ حفاظت قرآن کی آیات اس قرآن کے متعلق ہیں جو ''لوح محفوظ'' میں محفوظ ہے اس کا جواب بھی یہی ہے۔ نیز: اگر یہی بات ہے تو پھر یہ قرآن مجید کے ساتھ خاص تو نہیں، تورات انجیل وغیرہ بھی ''لوح محفوظ'' میں بغیر کسی تحریف وتبدیلی اور کمی بیشی کے محفوظ ہیں۔

ثالثا:...... آیت ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ میں وضاحت موجود ہے کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا گیا ہے۔ نہ کہ نازل ہونے سے پہلے اس لیے یہ کہنا حفاظت قرآن کی آیت کا تعلق اس قرآن سے ہے جو لوح محفوظ میں موجود ہے عبث اور بے بنیاد بات ہے۔

مگر شیعہ قوم کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسلام کے خلاف بغض وکینہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہے اس لیے ان واضح دلائل کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے باطل افکار کی ترویج کے لیے ایسی ایسی بے سروپا تاویلات کرتے ہیں کہ عقل وتدبر سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

قرآن مجید کے مکمل اور تبدیلی سے محفوظ ہونے کے بے شمار عقلی ونقلی دلائل ہیں، عقلِ سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ قرآن مجید میں کمی بیشی کر دی گئی ہو اس لیے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی لاکھوں حفاظِ قرآن موجود ہیں اور اگر کوئی شخص قرآن مجید میں ایک حرف کا بھی اضافہ کرنا چاہے تو بڑے بڑے قرآء وحفاظ تو درکنار ہزاروں چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس غلطی کی نشاندہی کر کے قرآن مجید کو اس غلطی سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ یہ تو اِس دور کی بات ہے تو جس دور میں قرآن مجید نازل ہوا ہو۔ اس وقت اس میں تبدیلی وتحریف کا احتمال کیوں کر ہو سکتا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس میں بے شمار آیات کا اضافہ کر دیا گیا ہو اور بے شمار آیات کو نکال دیا گیا ہو اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا ہو اور کوئی بحران بھی نہ اٹھا ہو؟

انکارِ تحریف کا سبب:

گزشتہ بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ شیعہ مذہب میں قرآن مجید ناقص، نامکمل اور تبدیل شدہ کتاب ہے۔ اور تمام شیعہ قرآن مجید میں تحریف وتغیر کے قائل ہیں۔ البتہ شیعہ کے کچھ علماء نے رسوائی سے بچنے کی خاطر اس عقیدے سے انکار

کیا ہے۔ ان میں سے ابن بابویہ قمی بھی ہے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے چوتھی صدی ہجری میں اپنے اسلاف اور اماموں کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے قرآن مجید میں تحریف وتبدیلی کا انکار کیا۔ چوتھی صدی ہجری کے نصف تک پوری شیعہ قوم میں سے اس کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ وہ تحریفِ قرآن کا قائل نہ تھا۔ بلکہ شیعہ کے تمام اسلاف ہزاروں ایسی احادیث روایت کرتے تھے۔ جن سے ثابت ہوتا تھا کہ قرآن مجید میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور سب کے سب اس عقیدے پر متفق تھے۔

میں پوری دنیا کے شیعوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ چوتھی صدی تک اپنی قوم کے کسی ایسے فرد کا نام بتا دیں جو قرآن میں تبدیلی کا قائل نہ ہو مجھے کامل یقین ہے کہ کوئی شیعہ بھی میرے اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت وجسارت نہیں کر سکے گا۔ [1]

شیعہ عقائد کی بنیاد قائم ہی اس وقت رہ سکتی ہے جب قرآن مجید کو محرف اور تبدیل شدہ کتاب مانا جائے ورنہ ان کے یہودی عقائد کی ساری عمارت ہی منہدم ہو کر رہ جائے گی کیوں کہ ولایت وامامت، رجعت، بدا اور تکفیر صحابہ جیسے باطل عقائد کا قرآن مجید میں اشارۃً بھی ذکر نہیں اس لیے شیعہ قوم ان کے اثبات کے لیے یہ کہنے پہ مجبور ہے کہ یہ تمام عقائد اصلی قرآن میں مذکور تھے مگر صحابہ نے قرآن کو اپنی مرضی کے مطابق جمع کر کے ان سارے عقائد کو نکال دیا۔

ابن بابویہ قمی نے جب دیکھا کہ تحریف قرآن کا عقیدہ شیعہ مذہب کی ترویج میں رکاوٹ کا باعث بن رہا ہے اور لوگ شیعہ قوم سے نفرت کا اظہار کرنے اور انہیں مطعون کرنے لگے ہیں تو اس نے تقیہ کا لبادہ اوڑھا اور ہزاروں شیعی احادیث کی مخالفت کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی کہ قرآن مجید ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ ہے۔ بھلا شیعہ کے

[1] علامہ مرحوم رحمہ اللہ کے اس دعویٰ کی تصدیق خود شیعہ کتب میں بھی موجود ہے۔ تفصیل آگے آ رہی ہے۔

''معصوم اماموں'' کے واضح اقوال اور شیعہ تفسیر وحدیث اور تاریخ کی ہزاروں نصوص کے مقابلہ میں قمی جیسے غیر معصوم شخص کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے؟ مگر قمی نے مسلمانوں کے طعن وتشنیع سے بچنے کی خاطر اس عقیدے سے انکار کیا اور کہا:

''ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد پر نازل کیا وہ وہی ہے جو دو جلدوں کے درمیان ہمارے پاس موجود ہے۔''[1]

اس کے بعد ایک اور شیعہ عالم سید مرتضیٰ ملقب بعلم الہدی نے بھی ابن بابویہ قمی کی اتباع کی اور اس قول کو اختیار کیا۔ شیعہ مفسر ابو علی طبرسی اس کے متعلق نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''قرآن میں زیادتی کے نہ ہونے پر تو تمام کا اتفاق ہے البتہ بعض شیعہ اور عامہ کمی کے قائل ہیں۔ ہمارا صحیح مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی سید مرتضیٰ نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے۔''[2]

تیسرا شخص جس نے اس عقیدے سے انکار کیا وہ ابو جعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ ہے اپنی تفسیر التبیان'' میں لکھتا ہے:

''قرآن میں کمی بیشی کا عقیدہ رکھنا مناسب نہیں ...... نبی ﷺ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں اگر تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے، اللہ کی کتاب اور اہلِ بیت ...... یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کا ہر زمانے میں موجود ہونا لازمی ہے اس لیے کہ آپؐ کسی ایسی چیز کے ساتھ تمسک کرنے

---

[1] الاعتقادات لابن بابویہ القمی، باب الاعتقاد فی القرآن، مطبوعہ ایران ۱۲۲٤ھ مزید دیکھئے: فصل الخطاب ص ۳۳ مطبوعہ ایران۔

[2] تفسیر مجمع البیان از طبرسی ج۱ ص۱۵، مقدمۃ الکتاب الفن الخامس، مزید دیکھئے: فصل الخطاب ص ۳۵/ ایران، مطبوعہ ایران ۱۲۸٤ھ

کا حکم کیسے دے سکتے تھے جو موجود ہی نہ ہو۔" (اس کا بیان آگے مفصلاً آئے گا)❶

چوتھا شخص ابو علی طبرسی متوفی ۵۴۸ھ ہے جس کا قول پیچھے گزر چکا ہے۔

چوتھی صدی ہجری کے نصف سے لے کر چھٹی ہجری تک یہ چار اشخاص ہیں جنہوں نے تحریف قرآن کے عقیدے سے انکار کیا۔ ان چار کے علاوہ کسی پانچویں کے متعلق یہ ثبوت نہیں ملتا کہ وہ قرآن میں تبدیلی کا عقیدہ نہ رکھتا ہو۔

چنانچہ مشہور شیعہ محدث نوری طبرسی لکھتا ہے:

"قرآن میں عدمِ تحریف کے قائل شیعہ کے صرف چار مشائخ ہیں: قمی، سید مرتضیٰ، طوسی، اور ابو علی طبرسی۔ متقدمین میں سے کوئی پانچواں شخص ان سے اتفاق نہیں کرتا۔ تمام شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل تھے۔ اس عقیدے سے اختلاف صرف ان چار علماء نے ہی کیا۔"❷

ان چار نے بھی شیعہ مذہب کے اس بنیادی عقیدے سے انکار محض اس لیے کیا کہ لوگوں کے طعنوں اور اعتراضات سے بچا جا سکے، ان کا انکار تقیہ پر مبنی تھا ورنہ حقیقت میں یہ لوگ بھی تبدیلی، قرآن کا عقیدہ رکھتے تھے۔ تقیہ یعنی کذب ونفاق چونکہ ان کے دین کی بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد ہے۔ اس لیے انہوں نے اس پر عمل کر کے اپنے دین کو طعن وتشنیع سے محفوظ کرنا چاہا۔

---

❶ فصل الخطاب کا مصنف نوری طبرسی لکھتا ہے: "والیه ذهب الصدوق فی عقائده والسید المرتضی وشیخ الطائفة فی التبیان ولم یعرف من القدماء موافق لهم" (فصل الخطاب ص ۳۳) یعنی ابن بابویہ (صدوق) نے اپنی عقیدہ کی کتاب میں، سید مرتضیٰ نے اور شیخ الطائفہ (طوسی) نے تفسیر التبیان میں یہی مذہب اختیار کیا ہے۔ حالانکہ قدیم شیعی علماء میں سے ان کا کوئی موافق نہیں ہے، اس اقتباس سے علامہ شہیدؒ کے گذشتہ صفحہ میں مذکور چیلنج اور دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔

❷ فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب ربّ الارباب از نوری طبرسی ص۳۳ تا ۳۶، مطبوعہ ایران۔

ان کا انکار تقیہ ونفاق پر مبنی تھا اس کے چند دلائل ہیں:

اولاً:...... یہ کہ عقیدۂ تحریف پر دلالت کرنے والی روایات شیعہ محدثین ومفسرین کے نزدیک متواتر ہیں یعنی وہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان کی تکذیب ناممکن ہے چنانچہ نوری طبرسی شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا:

''ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن میں تبدیلی وتغیر پر دلالت کرنے والی احادیث صحیح اور متواتر ہیں۔'' [1]

مزید لکھتا ہے:

''سید جزائری فرماتے ہیں: ان روایات واحادیث کی تعداد دو ہزار سے بھی زائد ہے، شیعہ کی ایک جماعت نے ان کے مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے جن میں شیخ مفید، محقق داماد، علامہ مجلسی وغیرہ بھی شامل ہیں بلکہ شیخ ابوجعفر طوسی نے بھی اپنی تفسیر ''التبیان'' میں ان احادیث کی کثرت کی تصریح کی ہے...... [2]

جان لینا چاہیے کہ یہ تمام احادیث ہماری ان معتبر کتابوں میں درج ہیں جن پر ہمارے مذہب کی بنیاد ہے اور جن سے دوسرے شرعی مسائل کا اثبات کیا جاتا ہے۔'' [3]

یعنی دو ہزار سے بھی زیادہ ایسی شیعی روایات ہیں جن میں اسی بات کی وضاحت موجود ہے کہ قرآن ناقص اور نامکمل ہے اور اس کی آیات میں کمی بیشی کر دی گئی ہے۔ اتنی روایات تو شاید مسئلہ خلافت وامامت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نہ ہوں اور ان تمام

---

[1] فصل الخطاب ص ۳۱.

[2] فصل الخطاب ص ۲۵۱.

[3] فصل الخطاب ص ۲۵۲.

روایات کے انکار سے خلافتِ علی کے مسئلہ کو ثابت کرنے والی روایات کا انکار بھی لازم آتا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

''تحریف قرآن والی روایات کو تواتر کا درجہ حاصل ہے اور ان روایات کے انکار کا یہ معنی ہے کہ کوئی بھی شیعہ روایت قابلِ اعتماد نہیں ہے بلکہ تمام کی تمام پایۂ اعتبار سے گری ہوئی ہیں اور اس کے بارہ میں بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ صحیح روایت ہے بلکہ میرے خیال کے مطابق امامت کی روایات کی تعداد بھی تحریفِ قرآن والی روایات جتنی ہی ہے اور اگر عقیدۂ تحریف قرآن کا انکار کر دیا جائے تو حضرت علی علیہ السلام کی امامت وخلافت بھی مشکوک ٹھہرتی ہے، یعنی پھر احادیث سے آپ کی امامت ثابت نہیں کی جا سکتی۔'' [1]

ثانیاً:......شیعہ مذہب بارہ اماموں کے اقوال وآراء پر مبنی ہے، یعنی شیعہ علماء کے مطابق ان کا مذہب اماموں کے اقوال کا مجموعہ ہے اور کوئی بھی ایسا عقیدہ جو اماموں سے منقول ومروی نہ ہو شیعی عقیدہ نہیں کہلا سکتا۔ اب قرآن میں تبدیلی کا عقیدہ ان کے اماموں سے منقول ہے، شیعہ قوم کے مطابق ان کے معصوم اور واجب الاتباع اماموں کا قول ہے کہ اصلی قرآن اس وقت دنیا میں موجود نہیں اور جو قرآن موجود ہے وہ اصلی نہیں۔ اب جو لوگ شیعہ کہلانے کے باوجود اس عقیدے پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ یا تو اپنے ''معصوم اور واجب الاتباع'' اماموں کی صریحاً مخالفت کرتے ہیں یا پھر تقیہ اور کذب ونفاق سے کام لیتے ہیں۔

ثالثاً:...... یہ چاروں اشخاص جنہوں نے بظاہر اس عقیدے سے انکار کیا ہے ان

[1] فصل الخطاب از نوری طبرسی ص ۳۵۳ مطبوعہ ایران۔ مزید دیکھئے: الشیعہ والقرآن (عربی) از علامہ شہید رحمہ اللہ ص ۹۲ مطبوعہ ادارہ ترجمان السنہ، الطبعۃ السابعۃ۔

میں سے کوئی بھی ''معصوم اماموں'' کے زمانے میں موجود نہ تھا۔ جب کہ تحریفِ قرآن کے قائلین اماموں کے زمانہ میں موجود تھے۔ انہوں نے اپنے اماموں سے براہِ راست روایات اخذ کیں، ان کی صحبت میں بیٹھے ان کی اقتدا میں نمازیں ادا کیں اور ان سے بالمشافہ گفتگو کی۔

رابعاً :...... وہ تمام کتب جن میں تحریفِ قرآن والی روایات درج ہیں شیعہ کی معتبر کتابیں ہیں جن پر ان کے مذہب کا دارومدار ہے، اور ان میں سے بعض تو شیعہ اماموں کی تصدیق شدہ ہیں مثلاً "الکافی" اور "تفسیر قمی" وغیرہ۔

خامساً :...... یہ چاروں اشخاص باوجود اس کے کہ بظاہر قرآن مجید کو مکمل مانتے ہیں اپنی کتابوں میں جرح وتنقید کے بغیر ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے تحریف وتغییر کا اثبات ہوتا ہے۔

مثلاً ابن بابویہ قمی اپنی کتاب "الخصال" میں روایت بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن قرآن اللہ تعالیٰ کے دربار میں شکایت کرے گا کہ یا رب! کچھ لوگوں نے مجھے جلا ڈالا اور پھاڑ دیا۔''[1]

اسی طرح ابو علی طبرسی جو عقیدۂ تحریف کا منکر ہے وہ بھی اپنی تفسیر "مجمع البیان" میں تحریف قران پر دلالت کرنے والی احادیث پر اعتماد کرتے ہوئے روایت کرتا ہے۔

چنانچہ لکھتا ہے:

''صحابہ کی ایک جماعت جن میں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود اور ابی

[1] الخصال از ابن بابویہ قمی ص ۱۷۴ ـ ۱۷۵، مطبوعہ ایران۔ نیز دیکھئے: الشیعة والقرآن ص ٦٨، ٦٩ (الطبعة السابعة)

بن کعب رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں "فما استمتعتم به منهن" کے بعد "الی اجل مسمّٰی" بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے اس سے مراد متعہ ہے۔"[1]

اس طرح کی بہت سی روایات ہیں جنہیں انہوں نے اپنی اپنی کتب میں درج کیا ہے اور اس سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان اشخاص نے تحریف قرآن کا انکار محض تقیہ ونفاق پر عمل کرتے ہوئے کیا۔ کیوں کہ تقیہ یعنی اپنے عقیدے کے خلاف اظہار کرنا اور جھوٹ بولنا شیعہ مذہب میں نہ صرف یہ کہ کارِ ثواب ہے بلکہ فرائض دین میں سے ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اس کتاب کا باب "شیعہ اور کذب ونفاق")

چنانچہ ابن بابویہ قمی اپنے رسالے "الاعتقادات" میں لکھتا ہے:

"تقیہ کرنا فرض ہے۔ اسے چھوڑنا نماز چھوڑنے کے برابر ہے...... جس نے قائم علیہ السلام (غار میں چھپا ہوا آخری مزعوم امام) کے ظاہر ہونے سے پہلے تقیہ پر عمل کرنا ترک کر دیا تو وہ اللہ کے دین سے خارج ہو گیا اور اس نے اللہ، رسول اور اماموں کی مخالفت کی، امام صادق علیہ السلام سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان اكرمكم عند الله اتقاكم" کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کا کیا مفہوم ہے تو آپ نے فرمایا: "اعملكم بالتقيه" یعنی تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ زیادہ معزز ہے جو تقیہ پر زیادہ عمل کرنے والا ہے۔"[2]

یعنی اللہ کے نزدیک عزت ومرتبے کا معیار تقویٰ نہیں بلکہ تقیہ ہے۔ جو جتنا زیادہ

---

[1] مجمع البیان از طبرسی ج۳ ص ۳۲، مطبوعه طهران ۱۳۷۴ھ، اس روایت کو ابن بابویہ قمی نے بھی روایت کیا ہے ملاحظہ ہو، "من لا يحضر الفقيه، از ابن بابويه قمي ۳/ ۴۵۹ مطبوعه ایران.

[2] الاعتقادات از ابن بابویه قمي۔ باب التقيه، مطبوعه ایران ۱۲۷۴ھ۔

اپنے مذہب کو چھپائے اور کذب بیانی ومنافقت سے کام لے وہ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مقرب ومحترم ہے۔

تقیہ کی اتنی زیادہ فضیلت ہونے کی وجہ سے ہی ان چاوں اشخاص نے عقیدۂ تحریف کا بظاہر انکار کیا۔

سادساً :......اگر ان چاروں کی رائے کو تسلیم کرلیا جائے تو وہ تمام روایات باطل ٹھہرتی ہیں جن کے مطابق ''اصلی قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی نے جمع نہیں کیا۔ اور جب وہ قرآن جمع کر کے صحابہ کے پاس لائے تو انہوں نے کہا: ہمیں اس کی ضرورت نہیں تو آپ نے فرمایا:

"لا ترونه بعد هذا الا ان يقوم القائم من ولدى"

''اب یہ قرآن اس وقت تک نظر نہیں آئے گا جب تک میری اولاد میں سے قائم (آخری امام) ظاہر نہیں ہوگا۔''

اسی طرح کافی کی وہ روایت جس میں حضرت باقر کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''اماموں کے سوا کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس کے پاس سارا قرآن موجود ہے۔'' (دونوں روایات پیچھے گزر چکی ہیں)

اسی طرح عدمِ تحریف کی صورت میں خلفائے راشدین کے مقام ومرتبہ کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ کیوں کہ حفاظت قرآن کا شرف انہیں حاصل ہوا اور یوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نہ صرف یہ کہ اصحاب ایمان بلکہ اللہ تعالیٰ کے نہایت مقرب اور اس کے برگزیدہ بندے قرار پاتے ہیں جو کہ شیعہ قوم کو کسی صورت بھی گوارا نہیں۔ اور اگر خلفائے راشدین کی اس فضیلت کا اعتراف کرلیا جائے تو ان کی خلافت برحق ثابت ہوتی ہے اور یوں شیعہ مذہب کی ساری عمارت منہدم اور ان کا مذہب باطل ہو کر رہ جاتا ہے۔

اسی طرح شیعہ قوم کا یہ نظریہ بھی باطل قرار پاتا ہے کہ ہر وہ چیز جو بارہ اماموں کے واسطہ سے ہم تک نہیں پہنچی وہ ناقابل اعتماد ہے کیوں کہ قرآن مجید ہم تک خلفائے ثلاثہ کے واسطہ سے پہنچا ہے۔ اس کی جمع وتدوین کا آغاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا اور تکمیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔

انہیں اسباب کی بنا پر متقدمین ومتاخرین شیعہ علماء وعوام میں سے کسی نے بھی ان چاروں اشخاص کی تائید نہیں کی کیوں کہ تائید کرنے کی صورت انہیں اپنے مذہب سے ہی ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ اسی لیے دوسرے شیعہ علماء نے ان چاروں کی اس رائے کی سختی سے تردید کی اور ان کے دلائل کو ٹھکرا دیا چنانچہ مشہور شیعہ مفسر محسن الکاشی اپنی تفسیر ''الصافی'' میں سید مرتضیٰ کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے:

> ''یہ کہنا کہ چونکہ بہت سے ایسے عوامل موجود تھے جن کی بدولت قرآن میں تبدیلی کی جرأت نہیں کی جا سکتی تھی لغو اور باطل ہے کیوں کہ بہت سے عوام ایسے بھی موجود تھے جن کی بدولت قرآن میں تحریف وتبدیلی ناگزیر تھی اس لیے کہ وہ منافقین جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو تبدیل کر دیا اور خلافت حضرت علی علیہ السلام سے غصب کر کے کسی اور کو دے دی ان سے یہ کیوں کر بعید تھا کہ وہ قرآن کو اپنی دست برد سے محفوظ رہنے دیتے اس لیے کہ اصلی قرآن میں ایسی آیات موجود تھیں جو اُن کی خواہشات کی تکمیل کے راستے میں رکاوٹ بنتی تھیں۔'' [1]

ایک اور ہندی شیعہ عالم سید مرتضیٰ کی رائے پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے:

> ''حق کی اتباع کرنی چاہیے۔ سید مرتضیٰ معصوم نہ تھے ان کی اطاعت فرض نہیں، قرآن میں عدمِ تحریف ان کی ذاتی رائے ہے ہم پر ان کی اتباع

[1] تفسیر صافی ج۱ ص ۳۵۔ ۳۶، المقدمة السادسه نیز دیکھئے: الشیعه والقرآن ص ۷۱، ۷۲.

لازم نہیں اور نہ ہی ان کی اتباع میں بہتری ہے۔"[1]

اسی طرح شیعہ مفسر کاشی، طوسی کا رد کرتے ہوئے یہ کہتا ہے:

"اصلی قرآن کا ہر زمانے میں موجود ہونا لازمی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اصلی قرآن ہر زمانے میں اماموں کے پاس موجود رہا ہے (اور اب بھی آخری امام کے پاس موجود ہے) جس طرح کہ امام کا ہر زمانے میں موجود ہونا لازمی ہے اور امام علیہ السلام ہر زمانے میں موجود ہیں (اور اب بھی وہ غار میں موجود ہیں۔ چنانچہ امام کی موجودگی کی طرح اصلی قرآن بھی ہر زمانے میں موجود رہا ہے۔"[2]

(طوسی نے اپنی عبارت میں یہ اعتراض کیا تھا کہ اصلی قرآن اگر ہر زمانے میں موجود نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم نہ فرماتے کیوں کہ جو چیز موجود ہی نہ ہو اس کی اتباع کرنے اور اسے لازم پکڑنے کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اس کا جواب شیعہ مفسر کاشی نے یہ دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ثقل اکبر (قرآن) کے ساتھ ساتھ ثقل اصغر (ائمہ) کی اتباع کا بھی حکم دیا ہے تو جس طرح امام بظاہر ہمارے درمیان موجود نہیں اسی طرح اصلی قرآن کے بھی ہمارے درمیان موجود نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یعنی جس طرح امام صاحب دنیا میں موجود ہیں اگرچہ وہ ایک ہزار سال سے غار میں چھپے ہوئے ہیں اسی طرح اصلی قرآن بھی دنیا میں موجود ہے اگرچہ وہ بھی امام صاحب کے پاس غار میں بند ہے۔) (مترجم)

سابعاً:...... جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ ان چاروں نے عقیدۂ تحریف کا بظاہر انکار صرف اس لیے کیا کہ وہ لوگوں کے اعتراضات کے سامنے لاجواب ہو گئے

---

[1] ضربت حیدریہ ج ۲ ص ۸۱، مطبوعہ ھند.

[2] تفسیر صافی ج ۱ ص ۳۵، ۳۶ نیز دیکھئے۔ الشیعة والقرآن از مصنفؒ ص ۷۲.

تھے، کہ جب ان پر یہ اعتراض کیا جاتا کہ اگر اصلی قرآن دنیا میں موجود ہی نہیں تو تم کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہو؟

اور یہ کہ اگر اصلی قرآن ہمارے پاس موجود نہیں تو اسلام کس بنیاد پر قائم ہے جب کہ اسلام کی تعلیمات کا تمام تر انحصار اللہ تعالیٰ کی الہامی کتاب قرآن مجید پر ہے؟

اور یہ کہ حدیث "الثقلین" کا کیا مفہوم ہوگا؟

اور اسی طرح کے دیگر اعتراضات وسوالات جن کے سامنے ان چار اشخاص کا کوئی بس نہ چلا تو انہوں نے گھسیانے ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم تو قرآن کو مکمل مانتے ہیں جب کہ درحقیقت ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ اصلی قرآن غار میں چھپے ہوئے امام کے پاس ہی ہے۔ چنانچہ شیعہ محدّث سید نعمت اللہ الجزائری لکھتا ہے:

"یہ درست ہے کہ سید مرتضیٰ، شیخ صدوق (قمی)، اور شیخ طبرسی نے اس عقیدہ میں (شیعہ مذہب کے) مخالف نظریہ اپنایا ہے اور کہا ہے کہ قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی......لیکن انہوں نے یہ رائے محض اس لیے اختیار کی کہ شیعہ مذہب پر طعن اور اعتراضات کا دروازہ بند کیا جا سکے ورنہ درحقیقت وہ بھی تحریف کے قائل تھے اور اسی لیے انہوں نے اپنی تصنیفات میں بہت سی ایسی روایات نقل کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن وہ قرآن نہیں ہے جو جبرائیل علیہ السلام آسمان سے لے کر نازل ہوئے تھے۔"[1]

ہم پیچھے ابن بابویہ قمی اور طبرسی کی دو روایات ذکر کر چکے ہیں جن سے تحریف قرآن کا ثبوت ملتا ہے۔

جہاں تک شیخ طوسی اور اس کی تفسیر "التبیان" کا تعلق ہے تو نوری طبرسی اس سلسلے

---

[1] الانوار النعمانیہ للسید نعمت اللہ الجزائری، مطبوعہ ایران ۲/ ۲۵۸ نیز دیکھئے: الشیعہ والقرآن از مصنفؒ (عربی) ص ۸۰ ومابعدہ۔

میں کہتا ہے "شیخ طوسی کی تفسیر "التبیان" کا بغور مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب مخالفین کے ساتھ انتہا درجے کی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھی گئی ہے اس کا ذکر سید علی بن طاوس نے اپنی کتاب "سعد السعود" میں بھی کیا ہے۔" ❶

ثامناً:...... چاروں اشخاص نے اپنی رائے کی تائید میں کسی امام کا قول نہیں پیش کیا جس کی وجہ سے متاخرین نے ان کی رائے کو مسترد کر دیا چنانچہ شیعہ عالم ملا خلیل قزوینی متوفی ۱۰۸۹ھ جو "الکافی" کا شارح ہے اپنی کتاب "الصافی شرح الکافی" میں لکھتا ہے:

"حدیث "إن للقرآن سبعة عشر الف آية" کہ "قرآن کی سترہ ہزار آیات تھیں" اور دیگر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بہت ساری آیات قرآن سے خارج کر دی گئی ہیں، اس مفہوم پر مبنی احادیث کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا انکار ممکن نہیں ...... اور یہ دعویٰ کرنا آسان نہیں کہ موجودہ قرآن ہی اصل قرآن ہے، اور ابو بکر، عمر اور عثمان کی حرکتوں پر مطلع ہونے کے بعد یہ استدلال کہ صحابہ نے قرآن کی حفاظت وصیانت کا بڑا اہتمام کیا تھا انتہائی کمزور استدلال ہو کر رہ جاتا ہے۔" ❷

شیعہ مفسر کاشانی تفسیر صافی میں لکھتا ہے:

"اہل بیت سے روایت کی جانے والی ان تمام احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ وہ قرآن جو ہمارے درمیان موجود ہے مکمل نہیں اور یہ اس شکل میں نہیں ہے جس شکل میں محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا بلکہ اس کا کچھ حصہ آپ

---

❶ نیز دیکھئے: فصل الخطاب ص ۳۵ مطبوعہ ایران (عربی) والشیعہ والقرآن از مصنفؒ ص ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵۔

❷ الصافی شرح الکافی فی الاصول کتاب فضل القرآن ۸/ ۷۵ مطبوعہ نولکشور الهند.

پر نازل ہونے والے قرآن کے خلاف ہے، کچھ حصے میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور بے شمار آیات وکلمات کو نکال دیا گیا ہے۔ مثلاً اصلی قرآن میں علی علیہ السلام کا نام کئی جگہ مذکور تھا اسی طرح آل محمد کا لفظ بھی کئی آیات میں تھا اور کئی آیات میں منافقین کے نام بھی تھے۔ ان ساری چیزوں کو قرآن سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح موجودہ قرآن کی ترتیب بھی اصلی قرآن کے مطابق نہیں۔ علی بن ابراہیم قمی کے بھی یہی نظریات ہیں۔"[1]

مزید لکھتا ہے:

"ہمارے مشائخ کا اعتقاد قرآن کے بارے میں یہ ہے کہ قرآن میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور بہت سی آیات کو نکال دیا گیا ہے۔ ثقۃ الاسلام یعنی اسلام کے معتبر عالم (محمد بن یعقوب کلینی) کا بھی یہی عقیدہ ہے اس لیے کہ انہوں نے اپنی کتاب "کافی" میں تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی بے شمار احادیث روایت کی ہیں اور ان پر کسی قسم کی جرح بھی نہیں کی۔ جب کہ انہوں نے اپنی اس تصنیف کے مقدمہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ انہیں اس کتاب کی روایات کی صحت پر مکمل اعتماد ہے۔

اسی طرح ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی کا بھی یہی عقیدہ ہے اور ان کی تفسیر اس قسم کی روایات سے بھری ہوئی ہے۔ اسی طرح احمد بن ابی طالب طبرسی نے اپنی کتاب "الاحتجاج" میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔"[2]

مشہور شیعہ عالم مقدس اردبیلی اپنی فارسی کی ضخیم کتاب "حدیقۃ الشیعہ" میں لکھتا ہے:

"عثمان۔ نے عبداللہ بن مسعود کو اس لیے قتل کروا دیا کہ انہوں نے عثمان اور

---

[1] مقدمہ تفسیر صافی ص ۳۲ المقدمۃ السادسہ.

[2] مقدمہ تفسیر صافی ص۳٤.

زید بن ثابت کا تالیف کردہ قرآن پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ عثمان نے مروان اور زیادہ بن سمرہ کو حکم دیا تھا کہ وہ عبداللہ بن مسعود کے قرآن سے اپنی مرضی کی اشیاء نقل کر کے باقی قرآن کو دھو ڈالیں۔" [1]

شیعہ کا "خاتمة المجتهدين" ملا باقر مجلسی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"اللہ نے قرآن میں سورۃ النورین نازل کی تھی (جسے بعد میں قرآن سے نکال دیا گیا) وہ سورۃ یہ ہے:

بسم الله الرحمٰن الرحيم

يا أيها الذين آمنوا آمنو بالنورين الذى انزلنا هما يتلوان عليكم آياتى ويحذرانكم عذاب يوم عظيم - نوران بعضهما من بعض وانا السميع العليم - ان الذين يوفون بعهد الله ورسوله فى اٰيات لهم جنات النعيم والذين يكفرون من بعد ما آمنوا بنقض ميثاقهم وما عاهدهم الرّسول عليه يقذفون با الجحيم - اذ ظلموا أنفسهم وعصوا لوصى اولئك يسقون من الحميم . الخ

"اے ایمان والو دو نور (محمد و علی) ہم نے تم پر نازل کیے تم ان پہ ایمان لاؤ وہ دونوں تم پر میری آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہیں قیامت کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ وہ دونوں نور ہیں بعض بعض میں سے اور میں سمیع و علیم ہوں۔ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے کیے گئے اس عہد کو نبھاتے ہیں جس کا ذکر بہت سی آیات میں کیا گیا ہے ان کے لیے نعمتوں والی

[1] حدیقة الشیعه از اردبیلی ص ۲۹۱ مطبوعه ایران فصل نهم در مطاعن عثمان رضی اللہ عنہ.

جنتیں ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول کرنے کے بعد اپنے عہد کو توڑ ڈالا اور رسول کے وصی ونائب کی نافرمانی کی انہیں جہنم کا گرم پانی پلایا جائے گا۔ الخ۔

فاجروں نے اس سورت کے کئی الفاظ کو نکال دیا اور اپنی مرضی کے مطابق اس کی قرأت کی۔" ❶

یعنی شیعہ قوم کے نزدیک یہ سورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھی مگر بعد میں اسے قرآن مجید سے نکال دیا گیا۔ کیوں کہ اس میں حضرت علیؓ کی وصایت وامامت کا ذکر تھا۔ شیعہ عالم مرزا محمد باقر موسوی لکھتا ہے:

"عثمان نے عبداللہ بن مسعود پر اس لیے تشدد کیا کہ وہ ابن مسعود سے ان کا قرآن لے کر اس میں حسبِ منشا تبدیلی کرنا چاہتا تھا۔" ❷

کریم خان کرمانی جسے شیعہ "مرشد الانام" سے موسوم کرتے ہیں اپنی فارسی کی کتاب ارشاد العوم میں لکھتا ہے:

"امام مہدی ظاہر ہونے کے بعد اصلی قرآن کی تلاوت کریں گے اور فرمائیں گے اے مسلمانو! یہ ہے اصلی قرآن جو اللہ نے محمد (ﷺ) پر نازل کیا تھا اور جسے بعد میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔" ❸

ہندوستان کا شیعہ عالم سیّد دلدار علی جسے شیعہ قوم نے "اية الله فى العالمين" کا لقب دیا ہے اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے:

"اس بات میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کہ شیعہ روایات کے مطابق قرآن

---

❶ تذکرة الائمة از ملا باقر مجلسی ص ۱۸۔۲۰ مطبوعہ ایران. و فصل الخطاب از نوری طبرسی (۱۸۰، ۱۸۱) مطبوعہ ایران۔ الشیعہ والقرآن از علامہ شہید، ص ۱۸ تا ۲۱۔

❷ بحر الجواهر ازموسوی ص ۳۴۷ منقول (الشیعہ والسنہ عربی) از مصنفؒ ص ۱۲۰ مطبوعہ دارالانصار مصر، ❸ ارشاد العوام ج۳ ص ۱۲۱، مطبوعہ ایران.

کی آیات میں زیادتی بھی ہوئی ہے اور کمی بھی اور اس کی ترتیب کو بھی تبدیل کر دیا گیا ہے۔" ❶

ایک اور شیعہ عالم تصریح کرتا ہے:

"موجودہ قرآن خلیفہ ثالث کا مرتب کردہ ہے اس لیے یہ شیعہ پر حجت نہیں ہو سکتا۔" ❷

مشہور شیعہ محدث نوری طبرسی جس نے عقیدۂ تحریف کو ثابت کرنے کے لیے مستقل کتاب تحریر کی ہے "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تبدیلی و تحریف کو ثابت کرنے کے لیے فیصلہ کن خطاب۔ اس کی مختلف عبارتیں ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ ایک جگہ یہ شیعہ محدث لکھتا ہے:

"قرآن کی بہت سی سورتوں کو ہی غائب کر دیا گیا مثلاً سورة الحقد، سورة الخلع اور سورہ الولایة." ❸

پیچھے ہم شیعہ کے دوسرے اکابرین کی عبارتیں بھی ذکر کر چکے ہیں جنہیں دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ متقدمین و متاخرین شیعہ کا اتفاق ہے کہ موجودہ قرآن مجید اصلی قرآن نہیں بلکہ اس میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور بہت سی تبدیلیاں کر دی گئی ہیں۔ شیعہ کا یہ عقیدہ ان کی مستند کتب تفسیر و حدیث میں بالتصریح موجود ہے۔ شیعہ قوم نے اپنے اس باطل عقیدے کو "معصوم اماموں" سے روایت کردہ احادیث و نصوص سے اخذ کیا ہے، وہ تمام احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ یعنی انہیں قطعی الثبوت کا درجہ حاصل

---

❶ استقصاء الافحام ج۱ ص ۱۱، مطبوعه ایران.

❷ ضربت حیدریه ج۲ ص ۷۵۔ مطبعه نشان مرتضوی۔ هند.

❸ فصل الخطاب از نوری طبرسی ص ۲٤ المقدمة الثانیه، مطبوعه ایران.

ہے اور ان احادیث کا انکار ممکن نہیں۔

چنانچہ مشہور شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری لکھتا ہے:

"یہ کہنا کہ موجودہ قرآن وہی قرآن ہے جو جبریل امین لے کر نازل ہوئے تھے اور یہ کہ موجودہ قرأت وحی الٰہی کے مطابق ہے، درست نہیں کیوں کہ بے شمار متواتر احادیث اس عقیدے کی مخالفت کرتی ہیں بلکہ ان سے اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ میں، مفہوم میں اور اعراب میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ تحریفِ قرآن پر دلالت کرنے والی ان احادیث کی صحت پر ہمارے علماء کا اتفاق ہے۔ سبھی نے ان روایات کی تصدیق وتوثیق کی ہے۔" [1]

ان تمام واضح نصوص کے بعد کسی کے لیے یہ کہنا ممکن نہیں رہا کہ شیعہ قوم کا قرآن مجید کی صحت پر ایمان ہے اور یہ کہ ان کے نزدیک قرآن مجید میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔

شیعہ قوم کے وہ افراد جو بدنامی ورسوائی سے بچنے کی خاطر کھسیانے ہو کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو قرآن کو مکمل مانتے ہیں، دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں یا خود ہی اپنے مذہب کی تردید کرتے اور اپنے "معصوم" اماموں کے اقوال کو مسترد کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر جان نہیں چھڑائی جا سکتی کہ چند ضعیف روایات ہیں جو تحریف قرآن پہ دلالت کرتی ہیں اس لیے کہ مسئلہ روایات کا نہیں اعتقاد کا ہے۔ تمام "معصوم" اماموں اور ان کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن مجید ناقص، نامکمل اور تبدیل شدہ کتاب ہے۔ چنانچہ "چند ضعیف روایات" کے نقاب سے اس حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا یہ تو شیعہ مذہب کا متفقہ مسئلہ ہے۔ شیعہ کے تمام اسلاف اور اکابرین اس عقیدے پر عمل پیرا تھے، اس کا انکار شیعہ مذہب کا انکار ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو: الانوار النعمانیة از نعمت اللہ الجزائری ۲/ ۳۵۷ مطبوعہ ایران۔

ہاں وہ شخص جو اپنے اماموں کی عصمت کا قائل نہ ہو یا اپنے اکابرین واسلاف کے ایمان میں شک رکھتا ہو اسے یہ حق دیا جا سکتا ہے کہ وہ تحریف قرآن کا انکار کرے بصورتِ دیگر اس عقیدے کا انکار کرنا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ مذہب شیعہ باطل اور خود ساختہ مذہب ہے دین اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

قرآن مجید کے متعلق اہلسنّت کا موقف

تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والوں کے خلاف اہل سنت نے بہت سخت موقف اختیار کیا ہے۔ مسلمانانِ اہلسنت کے نزدیک قرآن مجید میں کمی بیشی اور تحریف وتبدیلی کا عقیدہ رکھنا واضح کفر ہے۔ جو شخص یہ عقیدہ اختیار کرے وہ ان کے نزدیک بالاتفاق کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اسی طرح اہل سنت کے اکابرین نے اپنی کتب میں یہ بھی واضح کیا ہے کہ صرف شیعہ ہی اس خبیث عقیدے پر عمل پیرا ہیں، اہل سنت کی کسی معتبر کتاب میں کوئی ایسی صحیح روایت موجود نہیں جو قرآن مجید میں نقص وزیادتی پر دلالت کرتی ہو چنانچہ یہ کہنا کہ اہلسنت کی کتب میں بھی اس قسم کی روایات موجود ہیں محض کذب اور صریح بہتان ہے۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ اپنی عظیم کتاب ”الفصل فی الملل والنحل“ میں فرماتے ہیں:

> ”تمام شیعوں کے نزدیک قرآن مجید ایک تبدیل شدہ کتاب ہے، ان کے نزدیک اس میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور بہت سی آیات کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں: یہ عقیدہ واضح کفر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر مبنی ہے۔“ [1]

---

[1] الفصل فی الملل والنحل از امام ابن حزمؒ ج ٤ ص ١٨٢، مطبوعه بغداد.

معروف شافعی فقیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''قرآن مجید جو دو جلدوں کے درمیان ہے ہم تک بالتواتر پہنچا ہے۔'' ❶

اس عبارت کے تحت اس کتاب کے شارح لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کے علاوہ باقی تمام آسمانی کتب اپنی صحیح شکل میں محفوظ نہیں ہیں۔'' ❷

حنفی فقیہ لکھتے ہیں:

''قرآن مجید وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی، اور آپ سے بالتواتر منقول کی گئی۔ اس کے صحیح و محفوظ ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔'' ❸

آمدی فرماتے ہیں:

''قرآن مجید ہم تک بالتواتر منقول ہوا ہے اور وہ وہی ہے جو دو جلدوں کے درمیان ہے۔'' ❹

امام سیوطی اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کی جمع و ترتیب نزولی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن کے مطابق ہے...... قاضی ابوبکر فرماتے ہیں: ''قرآن مجید میں نہ کمی ہوئی ہے، نہ زیادتی، مصحف عثمانی اس قرآن کے عین مطابق ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، منسوخ التلاوت آیات کو چھوڑ کر سارا قرآن دو جلدوں کے درمیان بغیر کسی کمی بیشی کے موجود ہے۔'' ❺

---

❶ التوضیح فی الاصول ج۱ ص۶۲ مطبوعہ مصر۔ ❷ التلویح ج۱ ص۔

❸ المنار فی الاصول ص۹، مطبوعہ ھند۔

❹ الاحکام للآمدی ج۱ ص۱۵۹، مطبوعہ مؤسسۃ النور۔

❺ الاتقان للسیوطی ج۱ ص۶۳، مطبوعہ قاھرہ ۱۳۶۸ھ۔

علامہ سیوطی امام بغوی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ قرآن دو جلدوں کے درمیان کسی کمی بیشی کے بغیر جمع کیا۔'' ❶

امام خازن اپنی تفسیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

''صحیح دلائل کے مطابق صحابہ کرام نے بغیر نقص وزیادتی کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ سارا قرآن دو تختیوں (جلدوں) کے درمیان جمع کیا...... صحابہ نے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اسی طرح بغیر کسی تقدیم وتاخیر کے لکھ لیا۔ اور ترتیب بھی وہی رہنے دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے اخذ کی تھی۔ چنانچہ لوح محفوظ میں مکتوب قرآن مجید اور موجودہ قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔''

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

''جس شخص نے قرآن مجید کی بے حرمتی کی یا اس کی کسی آیت کی تکذیب کی یا انکار کیا یا قرآن مجید میں بیان کردہ کسی حکم کی نفی کی یا کسی ایسی چیز کا اثبات کیا جس کی قرآن مجید میں نفی کی گئی ہے یا قرآن کی کسی آیت میں شک کیا تو وہ تمام اہل علم کے نزدیک بالاتفاق کافر ہے۔ ارشادی باری تعالی ہے:

"لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه" ❷

''قرآن پر باطل کسی طرف سے بھی اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ نہ سامنے سے نہ پیچھے سے۔'' ❸

امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں مستقل باب باندھا ہے "لم یترك

---

❶ الاتقان للسیوطی ج۱ ص۶۳، مطبوعه قاهره ۱۳۶۸ھ۔ ❷ کتاب الشفا از قاضی عیاض

❸ تفسیر خازن۔ مقدمه ج۱ ص۷، مطبوعه مطبعة الاستقامة قاهره، ۱۹۵۵ء۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ما بین الدفتین" یعنی رسول اللہ ﷺ نے اتنا قرآن ہی اپنی امت کے لیے چھوڑا ہے۔ جتنا اس وقت دو جلدوں کے درمیان موجود ہے"...... پھر اس باب کے تحت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: "کیا موجودہ قرآن مجید کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺ نے کوئی آیت چھوڑی ہے۔" تو آپؓ نے فرمایا: "ما ترك الا ما بین الدفتین" ...... "دو جلدوں کے درمیان موجودہ قرآن مجید کے علاوہ آپ ﷺ نے کوئی آیت نہیں چھوڑی۔" [1]

ہمارے مسلمانوں کے امام بخاریؒ کا عقیدہ بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا اور پیچھے شیعہ قوم کے بخاری (کلینی) کا عقیدہ بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ امام زرکشی فرماتے ہیں:

"قرآن مجید ہر قسم کی ترمیم سے محفوظ ہے اور رافضیوں کا قرآن مجید میں نقص وزیادتی کا دعویٰ بالکل باطل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" اور ارشاد باری تعالیٰ "ان علینا جمعه وقرآنه" اس عقیدے کی واضح دلیل ہیں۔ پوری امت اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی غلطی سے محفوظ ہے اور موجودہ مصحف کی صحت قطعی ہے۔" [2]

اہل سنت کے مفسرین نے "وانا له لحافظون" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید کا ہر قسم کی ترمیم اور تبدیلی سے محفوظ ہونا ہے، امام خازن اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"اس آیت کا مطلب ہے کہ ہم محمد (ﷺ) پر نازل کیے جانے والے

[1] صحیح بخاری - کتاب فضائل القرآن. باب من قال: لم یترك النبی ﷺ الا ما بین الدفتین رقم الحدیث: ۵۰۱۹.

[2] البرهان فی علوم القرآن ج۲ ص۱۲۷، طبعه اولیٰ ۱۹۵۷ء.

قرآن کو زیادتی، کمی اور تبدیلی وتحریف سے محفوظ رکھیں گے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے چنانچہ تمام جن وانس مل کر بھی اگر قرآن مجید میں ایک حرف کا اضافہ یا کمی کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ یہ قرآن مجید کے ساتھ خاص ہے برعکس دیگر آسمانی کتب کے کیوں کہ ان میں کمی بیشی اور ترمیم ہو چکی ہے لیکن چونکہ قرآن مجید کی حفاظت وصیانت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے اس لیے قیامت تک اس میں کسی قسم کی ترمیم کا امکان نہیں ہے۔“ ❶

امام نسفی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”اللہ نے اس آیت میں بڑی تاکید کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ وہ قرآن مجید کو ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ رکھے گا، باقی آسمانی کتب کی حفاظت کی ذمہ داری چونکہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لی تھی اس لیے وہ تبدیلی وتحریف سے محفوظ نہ رہ سکیں جب کہ قرآن مجید قیامت تک ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ رہے گا اس لیے کہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے۔“ ❷

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

”جس طرح قرآن مجید کو نازل اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اسی طرح اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اس نے لیا ہے۔“ ❸

امام رازی فرماتے ہیں:

”اس آیت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ہر قسم کی تبدیلی وترمیم سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے، اس آیت کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے۔ ”لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه“

---

❶ تفسیر خازن ج۳ ص۸۹.

❷ تفسیر المدارك از نفسی ج۳ ص ۸۹ مطبوعه قاهره بر حاشیه خازن.

❸ تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۵٤۷، مطبوعه قاهره.

نیز "ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً"
یعنی اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف و تناقض نظر آتا۔"

اگر یہ کہا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا تو صحابہ قرآن کو جمع کرنے میں مشغول کیوں ہوئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کا قرآن مجید کو جمع کرنے کی جدو جہد کرنا حفاظت قرآن کے ذرائع سے ایک ذریعہ تھا۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"یہ حفاظت خداوندی ہی کا نتیجہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کے ایک نقطے میں بھی تبدیلی کرنا چاہے تو اسی وقت اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا جائے گا اور اگر کوئی بوڑھا شخص قرآن مجید کے کسی حرف کو غلط پڑھ دے تو چھوٹے چھوٹے بچے پکار اٹھیں گے "اخطأت ایھا الشیخ" بابا جی! آپ غلط پڑھ رہے ہیں، درست یوں ہے، اور یہی مطلب ہے "وانا لہ لحافظون" کا۔ حفاظت کا یہ انتظام واہتمام قرآن کے علاوہ کسی دوسری آسمانی کتاب کے لیے نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے قرآن مجید کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب بھی تحریف وترمیم سے محفوظ نہ رہ سکی، یہ قرآن کریم ہی کا معجزہ ہے کہ یہود ونصاریٰ اور ملحدین کی تمام تر کوششوں کے باوجود اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جا سکی۔"[1]

یہ ہے اہل سنت کا قرآن مجید جس کے متعلق عقیدہ اور بعض اکابرین اہل سنت کے اقوال۔

[1] التفسیر الکبیر از فخر الدین رازی ج ۱۹ ص ۱۶۰، ۱۶۱ مطبوعہ طهران ایران.

اثباتِ تحریف کے لیے شیعہ کی کتب

شیعہ قوم نے اپنی تصنیفات میں تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات ہی کے ذکر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس خبیث اور ناپاک عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے ہر دور میں مستقل کتابیں تصنیف کیں۔

چنانچہ اس سلسلے میں شیعہ کے معتبر عالم احمد بن محمد بن خالد البرقی نے "کتاب التحریف" لکھی، اس کا ذکر طوسی نے اپنی کتاب "الفہرست" میں کیا ہے۔ اس کے والد محمد بن خالد البرقی نے "کتاب التنزیل والتغییر" تصنیف کی اس کا ذکر نجاشی نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ ❶

اسی طرح ان کے جید عالم علی بن فضال کہ جس نے شیعہ کے بقول حدیث میں کبھی بھی کسی قسم کی غلطی نہیں ❷ کی عقیدۂ تحریف کے اثبات کے لیے "کتاب التنزیل من القرآن والتحریف" تالیف کی۔

محمد بن حسن الصیرفی نے اس سلسلے میں "کتاب التحریف والتبدیل" لکھی۔

احمد بن محمد بن سیاری کی بھی اس سلسلے میں ایک کتاب ہے جس کا نام "کتاب القراءات" یہ شخص شیعہ کے معروف مفسر ابن الماہیار کا استاد ہے۔ اس کا ذکر "الفہرست" اور "رجال النجاشی" میں ہے۔

حسن بن سلیمان الحلی کی کتاب "التنزیل والتحریف" بھی ہے۔

شیعہ مفسر محمد بن عباس بن علی الماہیار المعروف بابن الحجام نے اس عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "کتاب قرأة امیر المؤمنین

---

❶ رجال نجاشی ص ۲۳۶ مطبوعہ ایران.

❷ دیکھیے: فصل الخطاب ص ۳۰ مطبوعہ ایران.

و کتاب قرأة اھل البیت .“

ابو طاہر عبدالواحد بن عمر القمی کی کتاب بھی ہے جس کا نام ”قرأة امیر المؤمنین“ ہے اس کا ذکر ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب معالم العلماء میں کیا ہے۔

شیعہ عالم علی بن طاؤس نے اپنی کتاب ”سعد السعود“ میں اس سلسلے میں اور بھی کئی کتابوں کا ذکر کیا ہے ان میں ”کتاب تفسیر القرآن وتأویله وتنزیله“ اور ”قرأة الرسول وأھل البیت“ اور ”کتاب الرد علی اھل التبدیل“ اور ”کتاب السیاری“ وغیرہ شامل ہیں۔ ❶

شیعہ متقدمین کی طرح متاخرین نے بھی اس موضوع میں بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ مشہور کتاب کا نام ہے۔ ”فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب“ جو مرزا محمد تقی نوری طبرسی متوفی ۱۳۲۰ھ کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں مفصلاً شیعہ کے عقیدے کی وضاحت کی گئی ہے۔ بعد ازیں اس نے ایک اور کتاب لکھی ”ردّ بعض الشبھات عن فصل الخطاب“

اسی طرح برصغیر پاک وہند کے شیعوں نے بھی قرآن مجید میں تبدیلی وترمیم کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ شیعہ عالم مرزا سلطان احمد دہلوی نے اس باطل عقیدے کے اثبات کے لیے کتاب ”تصحیف کاتبین ونقص آیات کتاب مبین“ تحریر کی۔

اسی طرح ”ضربت حیدریه“ جس کا مصنف سید محمد مجتہد لکھنوی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی دیگر کتب ہیں جو اس ناپاک عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے فارسی عربی اور اردو میں تصنیف کی گئی ہیں۔ ❷

---

❶ نقل از فصل الخطاب ص ۳۰۔ ۳۱ مطبوعه ایران.

❷ تحریف قرآن پر لکھی گئی کتابوں کی مزید فہرست کے لیے مصنفؒ کی کتاب الشیعه والقرآن ص ۹۳ (عربی) کی مراجعت کریں۔

ان کتابوں کے علاوہ لا تعداد ایسی کتب ہیں جن میں مستقل عنوان کے تحت اس عقیدے کو بیان کیا گیا ہے مثلاً علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں، کلینی نے "اصول کافی" میں، محمد الکاظمی نے شرح الوافیہ میں شیخ صفار نے "بصائر الدرجات" میں، سعد بن عبداللہ نے "ناسخ القرآن ومنسوخه" میں، اور بحرانی نے "البرهان" میں مستقل باب باندھے ہیں۔ ان ابواب کے عنوانات ہیں "باب انه لم يجمع القرآن كله الا الائمة" یعنی سارا قرآن اماموں کے علاوہ کسی نے جمع نہیں کیا، "باب فی الائمة أن عندهم جميع القرآن الذى انزل على رسول الله" یعنی اللہ کی طرف سے رسول اللہ پر نازل کردہ سارا قرآن (صرف) اماموں کے پاس ہے اور "باب التحريف فى الآيات" یعنی قرآنی آیات میں تحریف کا ذکر اور دیگر قسم کے ابواب ہیں۔

شیعہ قوم کی تقریباً ہر تفسیر، حدیث، عقائد، فقہ اور اصول کی کتاب میں عقیدۂ تحریف اور قرآن مجید پر ناپاک حملوں کا ذکر موجود ہے۔

ہم ان شیعہ افراد سے پوچھنا چاہتے ہیں جو رسوائی و بدنامی سے بچنے کی خاطر عقیدۂ تحریف کا انکار کر دیتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کو مکمل کتاب مانتے ہیں۔ ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر ان کا یہی عقیدہ ہے تو وہ اپنے ان مفسرین ومحدثین فقہاء ومؤرخین اور دیگر اکابرین شیعہ کے متعلق کیا کہتے ہیں، جو قرآن مجید میں تبدیلی اور ترمیم اور کمی بیشی کے قائل تھے۔ کیا وہ انہیں کافر تسلیم کرتے ہیں؟ اور کیا وہ فتوی دیتے ہیں، کہ تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں؟ اسی سے پتہ چل جائے گا کہ وہ تقیہ پر عمل کرتے ہوئے تحریف کا انکار کرتے ہیں یا واقعی ان کا یہ عقیدہ ہے۔

اگر وہ کہیں کہ قرآن میں تبدیلی وتحریف کا اعتقاد رکھنے والے سب کے سب کافر،

مُرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو انہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ پہلی چار صدیوں تک کے تمام شیعہ کلی طور پر کفار و مرتدین تھے اس لیے کہ سب کا بالاتفاق یہ عقیدہ تھا کہ قرآن مجید ناقص نامکمل اور تبدیل شدہ کتاب ہے اور ایسا کہنے سے کیا ان کے مذہب کی کوئی بنیاد باقی رہے گی؟ اس لیے کہ اُن چار صدیوں میں تو ان کے امام اور ان کے بلاواسطہ شاگرد بھی آتے ہیں اگر وہ سب کے سب عقیدۂ تحریف کے سبب کافر تھے تو پھر واضح ہے کہ شیعہ مذہب کفار کا ایجاد کردہ ہے اور اگر وہ انہیں کافر کہنے سے ہچکچاتے ہیں تو یہ ہچکچاہٹ کیسی؟ کھل کر کہیں کہ جو قرآن کو مکمل نہیں مانتا وہ کافر و مرتد ہے جس طرح اہل سنت کہتے ہیں۔

اگر کہیں کہ وہ کافر نہیں تھے تو ایسا کہنے سے وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اب دو ہی صورتیں ہیں:

۱۔ یا تو وہ شیعہ مذہب ترک کر دیں۔

۲۔ یا عقیدۂ تحریف سے انکار نہ کریں۔

ورنہ یہ بات واضح ہے کہ وہ قرآن مجید میں تبدیلی کے عقیدے کے کھلم کھلا اظہار سے محض اس لیے فرار اختیار کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے طعنوں اور اعتراضات سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔ ورنہ حقیقت میں ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ قرآن ایک ناقص، نامکمل اور ترمیم شدہ کتاب ہے۔ [1]

---

[1] لطف اللہ صافی کا بھی یہ عقیدہ ہے اگرچہ وہ بظاہر انکار کرتا ہے ورنہ وہ نوری طبرسی جیسے شخص کی تعریف نہ کرتا اور نہ ہی ان متقدمین شیعہ مفسرین و محدثین کی مدح سرائی کرتا جنہوں نے تحریف قرآن کے اثبات کے لیے کتابیں لکھیں اور مستقل عنوان باندھے ہیں ایسے لوگ جو اسلام کے بنیادی ارکان میں سے کسی رکن (ایمان بالقرآن) کا منکر ہو وہ مدح سرائی کے نہیں تو ہین، تذلیل اور تحقیر کے لائق ہے۔

شیعہ اور کذب ونفاق

شیعہ اور جھوٹ دونوں ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں، دونوں میں کسی قسم کا فرق یا بُعد نہیں ہے۔ جب سے شیعہ مذہب وجود میں آیا ہے۔ کذب بنی اور دروغ گوئی اس کے ساتھ ساتھ چلی آ رہی ہے۔ جھوٹ اس مذہب کی بنیاد ہے۔ شیعہ مذہب کا آغاز ہی جھوٹ سے ہوا ہے۔

چونکہ یہ مذہب جھوٹ اور کذب کی پیداوار ہے اس لیے اس مذہب میں جھوٹ کو انتہائی مقدس مقام حاصل ہے، شیعہ قوم اس کے لیے ''تقیہ'' کا لفظ استعمال کرتی ہے۔ جس کا مفہوم ہے کذب بیانی سے کام لینا اور زبان سے ایسی بات کا اظہار کرنا جو دل میں نہ ہو۔

شیعہ دین میں ''تقیہ'' کا لبادہ اوڑھ کر اپنے عقیدے کے خلاف اظہار کرنے اور دل کی بات چھپانے کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ اسے شیعہ دین کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ شیعہ کا ''امام بخاری'' محمد بن یعقوب بن کلینی اپنے پانچویں ''معصوم امام'' حضرت باقر سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''تقیہ میرا اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے جو تقیہ نہیں کرتا وہ مومن نہیں۔'' [1]

حضرت جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

''دین کا (۹/۱۰) حصّہ تقیہ میں ہے اور جو تقیہ نہ کرے اس کا کوئی دین ایمان نہیں۔'' [2]

نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1] اصول کافی -باب التقیة ج۲ ص۲۱۹، مطبوعه ایران وج۱ ص٤٨٤، مطبوعه هند.

[2] ایضاً ج۲ ص۲۱۷، مطبوعه ایران وج۱ ص٤٨٢، مطبوعه هند.

''تقیہ اللہ کے دین میں سے ہے۔ راوی کہتا ہے: میں نے کہا: ومن دین اللہ؟ اللہ کے دین میں سے؟ تو آپ نے فرمایا: ''ای واللہ من دین اللہ'' ہاں، اللہ کی قسم! اللہ کے دین میں سے۔'' (1)

یہ ہے شیعہ قوم کے دین کی بنیاد اور ان کے مذہب کا ایک اہم اصول۔ تقیہ سے مراد شیعہ دین کے مطابق حق کو چھپانا اور باطل کا اظہار کرنا ہے۔ کلینی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''امام جعفر علیہ السلام نے شیعہ راوی سلیمان بن خالد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''تمہارا دین ایک ایسا دین ہے کہ جو اسے چھپائے گا اللہ اسے عزت دے گا اور جو اس کا اظہار کرے گا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔'' (2)

جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ (المائدہ: ٦٧)

''اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جو آپ کی طرف، آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا اس کی اعلانیہ تبلیغ کیجیے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ (الحجر: ٩٤)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جو آپ کو حکم دیا جاتا ہے آپ علی الاعلان اس کا اظہار کریں اور مشرکوں کی پرواہ نہ کریں۔''

---

(1) الکافی فی الاصول ج٢ ص٢١٧، مطبوعہ ایران وج١ ص٤٨٢، مطبوعہ ھند.

(2) ایضاً ج٢ ص٢٢٢، مطبوعہ ایران وج١ ص٤٨٥، مطبوعہ ھند.

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں صحابہ کو گواہ بنا کر فرمایا تھا:

"ألا هل بلغت؟ اے میرے صحابہ! کیا میں نے رب کا دین تم تک پہنچا دیا ہے؟" صحابہ نے عرض کیا: ہاں پہنچا دیا ہے۔ تب آپ نے فرمایا: اللّٰہ اشھد اے اللہ! گواہ ہو جا۔ پھر فرمایا: جو یہاں حاضر ہے وہ دوسروں کو جو اس اجتماع میں موجود نہیں میرا پیغام پہنچا دے۔" (بخاری ومسلم)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ اس شخص کو تر وتازہ رکھے جو ہم سے کوئی بات سن کر اسی طرح آگے پہنچاتا ہے جس طرح وہ سنتا ہے۔" (رواہ الترمذی)

نیز......

"بلغوا عنی ولو آية" آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے اگر کسی نے ایک آیت بھی سنی ہے وہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔" (رواہ البخاری)

اللہ تعالیٰ نے دین کی تبلیغ کرنے والوں کی شان میں فرمایا ہے:

﴿الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ﴾ (الاحزاب: ٣٩)

"وہ لوگ جو اللہ کے پیغام کی تبلیغ کرتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔"

نیز......

﴿لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ﴾

(الاحزاب: ٢٤)

"تاکہ اللہ سچ بولنے والوں کو سچ بولنے کی وجہ سے بہتر بدلہ عطا فرمائے اور منافقوں کو عذاب دے۔"

اس آیت میں سچ بولنے پر اجر وثواب کی نوید اور منافقت پر عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ایک دوسری آیت میں مومنوں کی یہ نشانی بیان کی گئی ہے:

﴿وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ (المائدہ : ٥٤)

''وہ لوگ (اظہار حق میں) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت یعنی کسی کی تنقید کو خاطر میں نہیں لاتے۔''

منافقوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾

(المنافقون : ١)

''اے نبی ﷺ! ان منافقوں کی یہ حالت ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو (تقیہ کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کو بخوبی معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے لوگ ہیں۔''

یعنی دل میں تو کفر وتکذیب چھپائے ہوئے ہیں مگر زبان سے آپ کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں بایں معنی یہ جھوٹے لوگ ہیں۔منافقین کی اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (البقرہ : ١٤)

''جب منافقین مومنوں سے ملتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لا چکے ہیں اور جب وہ اپنے شیطان کی مجلس میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں (مسلمانوں سے تو) ہم مذاق کرتے رہتے ہیں۔''

ان منافقوں اور تقیہ بازوں کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُنَٰفِقِينَ فِى الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ۝﴾ (النساء: ١٤٥)

"بے شک منافقین جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ ان کا کوئی مددگار بھی آپ نہیں پائیں گے۔"

احادیث میں بھی جھوٹ کی شدید مذمت کی گئی ہے اور سچ کا دامن تھامنے کی تلقین کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سچ بولو۔ بے شک سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچ ہی کی جستجو میں رہتا ہے حتی کہ عنداللہ اس کے نام کے ساتھ "صدیق" لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے بچو بے شک جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے حتیٰ کہ عنداللہ اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔" (متفق علیه)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے بات کرو وہ تمہیں سچا سمجھ رہا ہو مگر تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔" (رواہ ابو داود)

تقیہ دین وشریعت ہے:

ان تمام آیات واحادیث سے کتمانِ حق اور کذب ونفاق کی مذمت ظاہر ہوتی ہے، حق کو چھپانا، ظاہر اور باطن کا ایک نہ ہونا۔ جھوٹ بولنا اور منافقت سے کام لینا دین اسلام میں انتہائی مکروہ، مذموم فعل اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم، مرتکبِ حرام اور لعنتِ خداوندی کا مستحق ہے۔

یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے جب کہ شیعہ اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کے خلاف صریح بغاوت کذب ونفاق کو اپنے دین کا بنیادی اور اہم جزء قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک جھوٹ بولنا اور منافقت کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ نماز روزے کی طرح فرائض دین میں شامل ہے۔

چنانچہ شیعہ محدث جسے شیعہ قوم نے ''صدوق'' کا لقب دے رکھا ہے یعنی بہت زیادہ سچ بولنے والا۔ اپنی کتاب ''الاعتقادات'' میں لکھتا ہے: ''تقیہ کرنا فرض ہے، جس نے اسے ترک کیا گویا کہ اس نے نماز کو ترک کیا......'' مزید کہتا ہے:

تقیہ کرنا اس وقت تک فرض ہے جب تک آخری امام غار سے باہر نہیں نکل آتے۔ اس سے پہلے جو تقیہ ترک کردے گا وہ اللہ کے دین سے اور شیعہ کے دین سے خارج ہو جائے گا، اور اللہ، رسول اور اماموں کی مخالفت کا مرتکب ہوگا۔ امام صادق علیہ السلام سے ارشاد خداوندی ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''اعملكم بالتقيه'' یعنی اللہ کے نزدیک جو جتنا زیادہ تقیہ کرنے والا ہوگا اتنا ہی زیادہ معزز ومکرم ہوگا۔'' [1]

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب ہونے کا معیار جھوٹ بولنا ہے۔ جو جتنا زیادہ جھوٹ بولے گا اور اپنے عقیدے کو چھپائے گا وہ اتنا ہی زیادہ اللہ کے نزدیک مقرب ہوگا۔ تقیہ کی فضیلت میں شیعہ قوم رسول اللہ ﷺ پر افترا کرتے ہوئے کہتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ مومن جو تقیہ نہیں کرتا اس جسم کی مانند ہے جس کا سر کاٹ دیا گیا ہو۔'' [2]

---

[1] الاعتقادات از ابن بابویہ قمی فصل التقية مطبوعہ ایران ۱۲۷۴ھ۔

[2] تفسیر العسکری ص ۱۶۲، مطبوعہ مطبعہ عفری۔ ہند۔

اپنے پہلے ''معصوم'' امام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''تقیہ کرنا سب سے افضل عمل ہے۔'' ❶

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''اگر تقیہ نہ ہوتا تو ہمارے دوست اور دشمن میں تمیز نہ ہو سکتی۔'' ❷

گویا کہ جھوٹ شیعہ قوم کی پہچان اور معیار ہے۔

حضرت علی بن الحسین زین العابدینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''اللہ مومن کا ہر گناہ معاف کر دے گا سوائے دو گناہوں کے: ایک تقیہ کو ترک کرنا اور دوسرا حقوق العباد کا خیال رکھنا۔'' ❸

اپنے پانچویں امام حضرت باقرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''تقیہ سے زیادہ میری آنکھ کی ٹھنڈک اور کون سی چیز ہو سکتی ہے۔ تقیہ مومن کی ڈھال ہے۔'' ❹

نیز......

''مخالفین سے بظاہر دوستی رکھو اور اندر سے ان کی مخالفت کرتے رہو۔'' ❺

اس سے بڑھ کر منافقت کا تصور اور کیا ہو سکتا ہے؟ ❻

---

❶ تفسير العسكرى ص ١٦٢، مطبوعه مطبعه عفرى۔ هند.

❷ تفسير العسكرى ص ١٦٢، مطبوعه مطبعه عفرى۔ هند.

❸ ايضاً ص ١٦٤.

❹ اصول كافى - باب التقيه ج٢ ص ٢٢٠ مطبوعه ايران.

❺ اصول كافى ج٢ ص ٢٢٠.

❻ علامہ محب الدین خطیب مرحوم نے اپنی کتاب ''الخطوط العریضۃ'' میں کہا ہے کہ ''ہمارے اور شیعہ کے درمیان اتحاد و اتفاق میں تقیہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے، یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو شیعہ قوم کو نفاق سے کام لے کر اپنے عقائد کے خلاف گفتگو کرنے کی اجازت دیتا ہے جس سے سادہ لوح مسلمان دھوکہ میں ⇦⇦⇦

اپنے چھٹے امام جعفر ملقب بالصادق سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا:
''میرے نزدیک روئے زمین پر تقیہ سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے، جو

⇦⇦⇦ آ کر شیعہ کو اتحاد واتفاق میں مخلص سمجھ لیتے ہیں جب کہ اس قوم کے عقائد اہل سنت سے اتحاد کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور نہ ہی کوئی شیعہ اس میں مخلص ہو سکتا ہے۔'' (الخطوط العریضة ص ۸ طبع ششم)

اس پر لطف اللہ صافی اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''یہ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ شیعہ کے بارہ میں کہا جائے کہ اگر وہ اپنے عقائد کے خلاف کسی عقیدے کا اظہار کریں یا اہل سنت سے اتحاد کی خواہش کا اظہار کریں تو ان کی بات تسلیم نہ کی جائے کیونکہ ان کا ظاہر اور باطن ایک جیسا نہیں ہوتا۔''

ہم صافی سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ تمہارے اپنے امام۔ تمہارے عقائد کے مطابق۔ تمہیں اس بات کا حکم دے رہے ہیں کہ مخالفین سے بظاہر تو رواداری کا مظاہرہ کرو مگر دل سے انہیں اچھا نہ سمجھو تو جب صورت حال یہ ہو تو شیعہ قوم پر کیونکر اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

شاید صافی یہ سمجھتا ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کو شیعہ قوم کی حقیقت کا علم نہیں ہے۔ اس لیے اہل سنت عوام کو دھوکہ دے کر اپنے جال میں پھنسایا جا سکتا ہے۔

صافی یہ گمان نہ کرے کہ تمام لوگ مصری شیخ (شلتوت) کی طرح سادہ ہیں جو شیعہ قوم کے دھوکے میں اور نفاق کا شکار ہو گیا ہے۔

ضروری نہیں کہ کسی سرکاری منصب پر فائز ہونے والا شخص صاحب بصیرت بھی ہو۔

باقی صافی کا یہ کہنا کہ اہل سنت کے نزدیک بھی تقیہ کرنا جائز ہے صریح جھوٹ اور واضح بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو اس لعنت سے محفوظ رکھا ہے۔ ان کے ہاں یہ تصور نہیں کہ وہ ظاہر و باطن کے اختلاف کو دین کا جزء سمجھیں، خود شیعہ نے بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ ایک شیعہ راوی عبداللہ بن یعفور کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے کہا: وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ساتھ فلاں اور فلاں (یعنی ابوبکر، وعمر رضی اللہ عنہما) سے بھی محبت کرتے ہیں وہ دیانتدار بھی ہیں، سچے بھی ہیں اور وفادار بھی۔ مگر وہ لوگ جو صرف آپ سے محبت کرتے ہیں ان میں نہ دیانت ہے نہ وہ سچ بولتے ہیں اور نہ ہی وفادار ہیں۔

راوی کہتا ہے: جب میں نے یہ کہا تو امام علیہ السلام سخت غصے میں آ گئے اور فرمانے گے: لا دین لمن دان اللہ بولایة امام لیس من اللہ یعنی جو لوگ کسی ایسے امام کی امامت کے قائل ہوں جو اللہ کی طرف سے نہیں ہے ان کا دین ایمان نہیں۔'' (اصول کافی ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ ہند)

فانظر ایها الصافی هذا ما قیل قدیما
الفضل ما شهدت به الاعداء

یہ پرانی کہاوت کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے، اہل سنت کی عظمت کا اعتراف خود تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ اہل سنت بھی تقیہ یعنی جھوٹ بولنے اور منافقت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ ⇦⇦⇦

شخص تقیہ کرتا ہے اللہ اسے بلند مقام عطا کرتا ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا اللہ اسے ذلیل کر دیتا ہے۔''[1]

اپنے ساتویں امام موسیٰ کاظم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مرید کو ایک خط میں نصیحت کرتے ہوئے لکھا:

''اے علی بن سوید! اگر تمہیں ہماری طرف منسوب کوئی بات پہنچے تو اس کی تردید نہ کرو اگرچہ وہ خلاف حق ہی کیوں نہ ہو۔ تو نہیں جانتا کہ جس وقت ہم نے وہ بات کہی تھی ہم کس قسم کی صورت حال سے دو چار تھے اور اس سے ہماری کیا مراد تھی۔ جو میں تمہیں لکھ رہا ہوں اس پر عمل کرو اور کسی کو مت بتاؤ۔''[2]

اپنے آٹھویں امام علی بن موسیٰ رضا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

⇦⇦⇦ امام احمد بن حنبل، امام مالک بن انس، امام ابوحنیفہ، امام ابن تیمیہ اور امام ابن حزم رحمہم اللہ اہل سنت ہی کے اکابرین ہیں جنہوں نے برملا حق کا اعلان کیا اور باطل کے سامنے ڈٹ گئے جب کہ تمہارے امام (تمہارے بقول) غاروں میں چھپے رہے اور ڈر کے مارے انہوں نے اپنے چہروں پر تقیے کا نقاب اوڑھے رکھا اور اعلان حق کرنے کی بجائے جھوٹ کا سہارا لے کر اپنی جان بچانے کی فکر میں رہے۔

کہاں یہ اور کہاں وہ؟

اولئك آبائي فجئني بمثلهم .

یہ ہمارے اسلاف ہیں تم بھی ان جیسے اپنے اسلاف دکھاؤ۔

جہاں تک اتفاق واتحاد کا تعلق ہے تو وہ اس طرح سے نہیں ہو سکتا کہ ایک فریق تو سچ کو اپنا شعار بنائے اور دوسرا فریق جھوٹ کو اپنے دین کی بنیاد سمجھے، ایک فریق اخلاص کا مظاہرہ کرے اور دوسرا فریق نفاق سے کام لے۔ اتحاد چاہتے ہو تو اپنے عقائد سے کھلم کھلا براءت کا اظہار کرو اور اپنے مذہب سے تائب ہو جاؤ۔ تقیہ جیسے عقائد کا دفاع بھی کرتے ہو اور اتحاد و اتفاق کا دعویٰ بھی کرتے ہو؟

اس طرح اتحاد نہیں ہو سکتا۔

[1] اصول كافي ج٢ ص٢١٧، مطبوعه ايران.

[2] رجال كشي ص٣٥٦، تحت ترجمه علي بن سويد مطبوعه كربلا۔ عراق.

"تقیہ کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔ کہا گیا: اے نواسۂ رسول! کب تک؟ فرمایا: جب تک ہمارے قائم (آخری امام) ظاہر نہیں ہوں گے۔ جس نے ہمارے قائم کے نکلنے سے پہلے تقیہ ترک کیا وہ ہم میں سے نہیں۔" ❶

ملاحظہ فرمائیں! جس دین میں جھوٹ کو یہ درجہ حاصل ہوا اس دین کے پیروکاروں پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے اور ان سے کیوں کر اتحاد ہو سکتا ہے؟ اسی بنا پر شیعہ عالم امداد امام نے لکھا ہے:

"شیعوں کا مذہب اور اہل سنت کا مذہب دو ایسی نہریں ہیں جن کا بہاؤ ایک دوسرے کے برعکس ہے یعنی اگر ایک کا بہاؤ شمال کی جانب ہے تو دوسری کا جنوب کی طرف اور وہ قیامت تک ایک دوسرے کی مخالف سمت میں ہی بہتی رہیں گی۔" ❷

علامہ خطیب نے بھی اسی بنا پر فرمایا ہے:

"شیعہ مذہب اور اصولِ اسلام میں یک جہتی و اتحاد ناممکن ہے۔" ❸

ویسے بھی جھوٹ اور سچائی ایک ساتھ نہیں چل سکتے بالخصوص وہ جھوٹ جسے بہت بڑی نیکی سمجھ کر بولا جاتا ہو۔

گزشتہ نصوص سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تقیہ محض جھوٹ، مکر وفریب اور ظاہر وباطن کے تضاد کا نام ہے مگر بعض شیعہ افراد یہ تاثر دیتے ہیں کہ اس سے اضطراری حالت میں تحفظِ جان ومال کی غرض سے اپنے عقیدے کو چھپانا مراد ہے جب کہ شیعہ

---

❶ کشف الغمہ از اردبیلی ص ۳۴۱ بحوالہ تحفہ شیعہ ص ۵۰۷ مطبوعہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور ۱۳۵۰ھ۔

❷ مصباح الظلم اردو ص ۴۱، مطبوعہ ہند۔

❸ ملاحظہ ہو: الخطوط العریضہ از محب الدین الخطیبؒ بتحقیق محمد مال اللہؒ ص ۱۵ مطبوعہ قاہرہ و ص: ۵ مطبعۃ السلفیۃ۔

اماموں کے اقوال اس موقف کی تردید کرتے ہیں چنانچہ کلینی "فروع کافی" میں روایت بیان کرتا ہے:

''ایک منافق آدمی مرگیا تو امام زین العابدین علیہ السلام اس کے جنازے میں شامل ہونے کے لیے ساتھ چل پڑے۔ راستہ میں ان کی اپنے ایک غلام سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے اس سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگا: میں اس منافق کے جنازے سے دور بھاگ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: میرے ساتھ چلو جو کچھ میں پڑھوں تم بھی دہراتے جانا۔ چنانچہ جب امام نے تکبیر کہی تو آپ فرمانے لگے:

"اللهم العن فلانا الف لعنة......" اے اللہ اس شخص پر ہزار لعنتیں نازل فرما۔ اے اللہ! تو اس شخص کو جہنم رسید فرما اور اسے بدترین عذاب میں مبتلا فرما کیوں کہ یہ تیرے دشمنوں کا دوست اور تیرے دوستوں کا دشمن تھا اور تیرے نبی کے اہل بیت سے بغض رکھتا تھا۔'' [1]

اس قسم کا نفاق انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی منسوب کرنے میں کسی قسم کی حیا محسوس نہیں کی۔ اپنے پانچویں امام حضرت جعفر سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا:

''جب عبداللہ بن ابی بن سلول مرا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا اللہ نے آپ کو اس کی قبر پہ کھڑا ہونے سے منع نہیں کیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، عمر نے دوبارہ اپنی بات کو دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ہلاکت ہو تجھ پر تجھے کیا معلوم میں نے جنازے میں کیا پڑھا ہے؟'' میں نے دعا مانگی ہے:

---

[1] فروع کافی - کتاب الجنائز۔ باب الصلوٰۃ علی الناصب ج۳ ص۱۸۹، مطبوعہ ایران و ج ۱ ص۹۹ مطبوعہ ھند۔

اے اللہ! اس کا پیٹ آگ سے بھر دے اور اسے جہنم میں داخل کر۔"[1]

یعنی رسول اللہ ﷺ نے بھی (معاذ اللہ) لوگوں کو دھوکا دیا۔ لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ وہ اس منافق کے لیے استغفار کر رہے ہیں مگر درحقیقت اس کے لیے جہنم کی بددعا مانگتے رہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ تو اس منافق کے لیے بددعا کرتے رہے ہوں اور اپنے صحابہ کو استغفار کرنے کی اجازت دے دی ہو؟

رسول اکرم ﷺ کو کیا ضرورت تھی کہ ظاہر وباطن میں تضاد پیدا کریں؟ اگر آپ ﷺ نے اس منافق کے لیے بددعا ہی کرنا تھی تو کون سا ایسا سبب تھا جس نے آپ ﷺ کو اس کا جنازہ پڑھنے پر مجبور کیا؟ آپ ﷺ کو کس چیز کا خوف تھا؟ دینِ اسلام تو اس وقت مضبوط ہو چکا تھا اور خود ابن ابی نے بھی اسلام کی شان وشوکت، جاہ وجلال اور قوت وہیبت کے خوف سے ظاہراً اسلام قبول کیا تھا۔

تو یہ ایک بہتان ہے جسے شیعہ قوم نے اپنے نجس وناپاک عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے تراشا ہے۔ سرور کائنات ﷺ کو اس قسم کے نفاق کی ضرورت نہیں تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس روایت (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا بھی لازم آتا ہے کیوں کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا ﴿اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ﴾ (التوبہ: ۸۰) واللہ یہ تو تقیہ در تقیہ، جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ سبحانك هذا بهتان عظيم. (انتهى)

ایک اور روایت میں ملاحظہ فرمائیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تقیہ محض نفاق وکذب کا نام ہے، شیعہ راوی محمد بن مسلم کہتا ہے:

"میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں دیکھا کہ ابوحنیفہ (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) بھی موجود ہیں۔ میں نے امام صادق علیہ السلام

---

[1] فروع کافی کتاب الجنائز ج۳ ص۱۸۸، مطبوعه ایران وج۱ ص۹۹، مطبوعه هند.

سے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں میں نے رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنا خواب بیان کرو اتفاق سے آج ابوحنیفہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں یہ بہتر طور پر اس کی تعبیر بتلا سکتے ہیں)۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ ابوحنیفہ نے اس کی تعبیر بیان کی جس کی امام علیہ السلام نے بھی تائید کی اور فرمایا: "أصبت واللہ یا أبا حنیفة!" تھوڑی دیر بعد ابوحنیفہ وہاں سے چلے گئے تو میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا، مجھے اس ناصبی کی تعبیر اچھی نہیں لگی۔ آپ نے فرمایا: ابوحنیفہ نے جو تعبیر بیان کی ہے وہ بالکل غلط ہے۔ میں نے عرض کیا: مگر آپ نے تو اس کی تائید کی تھی اور فرمایا تھا: "اصبت واللہ یا أبا حنیفة!" آپ نے فرمایا: مگر میں نے دل سے اس کی تائید نہیں کی بلکہ میرا مطلب تھا: "اصاب الخطاء"[1]

عربی زبان میں "اصاب" کا لغوی معنی ہے "پہنچنا" اور اہل لغت کے نزدیک اس سے مراد لیا جاتا ہے حقیقت کو پہنچنا۔ مگر شیعہ کے بقول ان کے پانچویں امام حضرت جعفر نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سامنے تو ان کی تائید کی مگر ان کے جانے کے بعد فوراً مکر گئے اور لفظ کا مفہوم ہی تبدیل کر دیا۔

اب ظاہر ہے حضرت جعفر کو امام ابوحنیفہ سے کوئی خطرہ نہیں تھا اس لیے کہ امام ابوحنیفہ صاحب اقتدار نہیں تھے بلکہ آپ ارباب اقتدار کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ شخص تھے۔

پھر امام ابوحنیفہ نے خود تو تعبیر بتلانے کی پیشکش نہیں کی تھی اور نہ ہی یہ تقاضا کیا تھا کہ ان کی بیان کردہ تعبیر کو صحیح قرار دیا جائے اور اس پہ ان کی تعریف وتوصیف کی

[1] کتاب الروضة من الکافی ج۸، ص۲۹۲ مطبوعہ ایران۔

جائے بلکہ خود حضرت جعفر نے انہیں تعبیر بتلانے کی دعوت دی اور ان کی تائید کی مگر ان کے جانے کے بعد فوراً ہی ان کی تردید کر دی۔

یہ نفاق نہیں تو اور کیا ہے؟ شیعہ راوی موسیٰ بن اشیم بیان کرتا ہے:

''میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس دوران ایک آدمی آیا اور آپ سے ایک آیت کا مفہوم پوچھا۔ امام صادق نے اسے آیت کا مفہوم بتا دیا۔ وہ آدمی چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اس نے بھی آپ سے اسی آیت کا مفہوم پوچھا مگر آپ نے اسے پہلے جواب کے برعکس جواب دیا۔ راوی کہتا ہے: میں بڑا حیران ہوا کہ آپ کیوں ایسا کر رہے ہیں؟ میرے دل میں کئی شکوک وشبہات جنم لینے لگے۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی اسی آیت کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے اسے جو جواب دیا وہ پہلے دونوں جوابات سے مختلف تھا چنانچہ میرے دل سے شکوک وشبہات دور ہو گئے اور میں جان گیا کہ یہ سارا کچھ تقیہ کی وجہ سے ہو رہا ہے۔'' [1]

نامعلوم یہ کیا تقیہ ہے جو ان کے اماموں کو اس طرح کے تضادات پر مجبور کرتا ہے؟ اور ان تضادات سے ان کے امام کن مصائب سے نجات چاہتے تھے؟ [2] اس طرح کے تضادات وتناقضات کے بعد کیا کسی شخص کا اعتماد باقی رہ سکتا ہے؟ کسے کیا معلوم کہ

---

[1] الكافي في الاصول ج١ ص١٦٣، مطبوعه هند.

[2] دراصل شیعہ مذہب میں تقیہ نماز روزے کی طرح فرض ہے شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری لکھتا ہے: "والتقية باب فتحه الله سبحانه للعباد وامرهم بارتكابه والزمهم به كما او جب عليهم الصلاة والصيام حتى انه ورد عن الائمة الطاهرين عليهم السلام لا دين لمن لا تقية له" (الانوار النعمانيه: ١/ ٨٢) یعنی تقیہ (جھوٹ) اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے ایک راستہ کھولا ہے اسے اختیار کرنے کا حکم دیا اور نماز روزے کی طرح اسے فرض کیا ہے حتیٰ کہ ائمۃ طاہرین سے ثابت ہے کہ جس نے تقیہ نہ کیا اس کا کوئی دین نہیں۔ (انتہیٰ)

دینی مسائل میں جھوٹ بولنے والے شخص کا کون سا قول تقیہ پر مبنی ہے اور کون سا سچ پر؟ یہ تو دین سے کھلم کھلا مذاق ہے جو کسی ''معصوم اور واجب الاتباع امام'' کو تو درکنار کسی عام آدمی کو بھی زیب نہیں دیتا۔ اور پھر یہ کس قسم کا تقیہ ہے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دے جیسا کہ کلینی نے حضرت جعفر صادق سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

''میرے والد ''حضرت باقر'' بنو امیہ کے دور میں فتویٰ دیتے تھے کہ باز اور چیل کا شکار کیا ہوا جانور حلال ہے، ان کا یہ فتویٰ تقیہ پر مبنی تھا مگر میں تقیہ نہیں کرتا اور فتویٰ دیتا ہوں کہ باز اور چیل کا شکار کیا ہوا جانور حرام ہے۔'' [1]

یہ عجیب تقیہ ہے جس کے تحت جب جی چاہے کسی چیز پر حلال ہونے کا فتویٰ لگا دیا جائے اور جب جی چاہے حرام ہونے کا؟ کیا اماموں کی امامت وعصمت کا یہی تقاضا ہے؟ اس کے برعکس ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ (الاعراف: ۳۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ کسی حلال شے کو حرام قرار دینے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔ ایک اور روایت میں یہود ونصاریٰ کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

(التوبہ: ۳۱)

''یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے مذہبی راہنماؤں کو اپنے خدا بنا لینا تھا۔''

---

[1] فروع کافی۔ باب صید البزاۃ والصقور وغیر ذلک ج۶ ص۲۰۸، مطبوعہ ایران وج۲ ص۸۰، مطبوعہ ھند.

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''مذہبی راہنماؤں کو خدا بنا لینے کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال قرار دیتے وہ اسے حلال سمجھتے اور جب حرام قرار دیتے تو اسے اپنے اوپر حرام کر لیتے۔''[1]

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی کہ نبی کو بھی یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ (التحريم : ١)

''اے نبی ﷺ! آپ اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں۔''

تو جب ایسا کرنے کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو بھی نہیں تو حضرت باقر کو کیسے حاصل ہو گیا؟

مشہور شیعہ مصنف کشی عبداللہ بن یعفور سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا:

''میں نے ایک دن امام جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر میں ایک انار کے دو حصے کر کے ایک کو حلال کہوں اور دوسرے کو حرام تو اللہ کی قسم جسے میں نے حلال کیا ہے وہ حلال ہوگا اور جسے میں نے حرام کیا ہے وہ حرام (تو حضرت جعفر نے بقول شیعہ اس کی توثیق و تائید کرتے ہوئے کہا) رحمك الله، رحمك الله یعنی اللہ تجھ پر رحم کرے، اللہ تجھ پر رحم کرے۔''[2]

یعنی تحلیل و تحریم کا اختیار نہ صرف یہ کہ اماموں ہی کو حاصل ہے بلکہ وہ یہ اختیار کسی اور کو بھی تفویض کر سکتے ہیں۔ اس عبداللہ بن یعفور کے متعلق حضرت جعفر صادق سے منقول ہے:

---

[1] ترمذی ، ابواب تفسير القران، باب ومن سورة التوبة ، رقم الحديث: ٣٠٩٥۔ رواه احمد والبيهقی ، سنن الكبرىٰ، كتاب آداب القاضی ، باب ما يقضی القاضی و يقضي به القاضي: ١١٦/١٠۔ [2] رجال كشي ص٢١٥.

"ہمارے حقوق کو ادا کرنے والا عبداللہ بن یعفور کے سوا کوئی نہیں۔"

تحلیل وتحریم یعنی کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا اماموں کا اختیار ہے' شیعہ کے نویں امام محمد بن علی بن موسیٰ اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"إن الائمة هم يحلون ما يشاؤن ويحرمون ما يشاؤن"❶

یعنی آئمہ کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جس کو چاہیں حرام کر دیں یہی حال یہودیوں اور عیسائیوں کا تھا جس کی قران مجید میں مذمت بیان کی گئی ہے۔

حضرت جعفر صادق کا یہ کہنا کہ "میرے والد بنو امیہ کے دور میں یہ فتویٰ دیتے تھے" اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا یہ فتویٰ اموی حکمرانوں کو خوش کرنے کے لیے تھا جب کہ شیعہ کی اپنی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من ارضى سلطاناً بسخط الله خرج من دين الله"❷

یعنی جس نے اللہ کو ناراض کر کے کسی حکمران کو خوش کیا وہ دین اسلام سے خارج ہو گیا۔ کیا شیعہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث نہیں؟

اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

"ایمان یہ ہے کہ تم سچ کہو اگر چہ اس میں بظاہر تمہارا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ جھوٹ پر ترجیح دو اگر چہ اس میں تمہیں کوئی فائدہ ہی کیوں نہ نظر آ رہا ہو۔"❸

---

❶ اصول کافی باب أن الائمة يحلون ما يشاؤن ويحرمون ما يشاؤن.

❷ کافی ۔ باب من اطاع المخلوق فی معصیة الخالق ج۳ ص۳۷۳، مطبوعہ ایران.

❸ نہج البلاغہ ج۲ ص۱۲۹ مطبوعہ بیروت بحوالہ تحفہ شیعہ ۲/ ۵۱۹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزید قول ملاحظہ ہو: "جانبو الكذب فانه مجانب للايمان ، الصادق على شفا منجاة وكرامة والكاذب على شرف مهواة ومهانة" نہج البلاعة ص ۱۱۷ مطبوعہ بیروت بتحقیق دکتور صبحی صالح یعنی جھوٹ سے بچو کیونکہ یہ ایمان کے منافی ہے سچا نجات اور عزت کے مقام پر فائز ہوتا ہے جبکہ جھوٹا شخص خواہش نفس کا پیرو اور رسوائی اٹھاتا ہے۔ (انتہیٰ)

گزشتہ نصوص سے واضح ہو جاتا ہے کہ تقیہ محض جھوٹ ہی کا دوسرا نام ہے۔

مزید مثالیں:

شیعہ راوی سلمہ بن محرز کہتا ہے:

''میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک ارمانی شخص مر گیا ہے اور اس نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں اس کا ترکہ تقسیم کر دوں۔ اس کی صرف ایک بیٹی ہے۔ آپ نے فرمایا: ارمانی کون؟

میں نے کہا: ایک پہاڑوں میں رہنے والا شخص۔ آپ نے فرمایا: بیٹی کو نصف دے دو۔

راوی کہتا ہے: میں نے یہ بات زرارہ کو بتلائی تو زرارہ نے کہا: امام علیہ السلام نے تیرے سامنے تقیہ کیا ہے، سارا مال بیٹی کا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں دوبارہ آپ کے پاس گیا اور کہا: اللہ آپ کی اصلاح فرمائے ہمارے ساتھیوں کا خیال ہے کہ آپ نے مجھ سے تقیہ کیا ہے؟

فرمایا: میں نے تقیہ نہیں کیا لیکن مجھے ڈر تھا کہ کہیں تیرا مواخذہ نہ ہو۔ کیا کسی اور کو بھی اس بات کا علم ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: باقی نصف بھی اس کو دے دو۔'' [1]

اب یا تو حضرت جعفر کا پہلا قول درست تھا یا دوسرا۔ اگر پہلا درست تھا تو باقی نصف لڑکی کو دینے کا حکم کیوں دیا؟ اگر دوسرا درست تھا تو پہلے ہی سارا مال لڑکی کو دینے کا حکم کیوں نہ دیا؟ حق کے اظہار میں کون سی چیز حائل تھی؟ کیا دینی امور میں کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف محض تقیہ یعنی جھوٹ کی بنا پر کوئی فتویٰ دے؟

---

[1] فروع کافی۔ باب میراث الولد ج۷ ص۸۶، ۸۷، مطبوعہ ایران وج۳ ص۴۸، مطبوعہ ھند.

وراثت کے مسائل نصوص سے ثابت ہوتے ہیں ان کا ذاتی اجتہاد سے کوئی تعلق نہیں۔ نصوص کو تبدیل کرکے ان کے خلاف فتویٰ دینے والے شخص کا دین قطعاً قابل اعتماد نہیں۔ اس قسم کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں۔ شیعہ راوی عبداللہ بن محرز کہتا ہے:

''میں نے امام صادق علیہ السلام سے کہا: ایک آدمی مرگیا ہے۔ اس کی ایک ہی بیٹی ہے اور اس نے میرے حق میں وصیت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: آدھا مال بیٹی کو دے دو اور بقیہ دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔

راوی کہتا ہے: میں واپس آیا تو میرے ساتھیوں نے کہا: رشتہ داوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ سارا مال بیٹی کا ہے۔ چنانچہ میں دوبارہ آپ کے پاس گیا اور پوچھا: کیا آپ نے تقیہ کیا ہے؟

''آپ نے فرمایا: نہیں لیکن مجھے ڈر تھا کہ کہیں اس کے رشتے دار تجھے کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔ اگر تجھے کسی قسم کا خطرہ نہیں تو باقی آدھا مال بھی بیٹی کو دے دو۔'' [1]

ان دونوں روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ قوم دفاع کی غرض سے نہیں بلکہ کسی بھی مصلحت کے پیشِ نظر جب چاہے جھوٹ بول سکتی ہے اور اسے تقیہ کا نام دے کر ''مستحق اجر وثواب'' بھی ہوسکتی ہے۔

ان دونوں روایات میں سائلین اموی یا عباسی نہیں تھے بلکہ وہ خالص شیعہ اور ان کے ''معصوم امام'' کے مخلص ساتھیوں میں سے تھے۔ ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں:

''ایک دن حسین بن معاذ النحوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:

''میں جامع مسجد میں درس دیتا ہوں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مخالف آدمی (یعنی اہل سنت میں سے) مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں

---

[1] فروع کافی۔ باب میراث الولد ج۷ ص۸۶، ۸۷، مطبوعہ ایران و ج۳ ص۴۸، مطبوعہ ھند.

اس کے مطابق جواب دے دیتا ہوں (یعنی جسے میں حق سمجھتا ہوں اس کے خلاف) تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟'' تو امام علیہ السلام نے جواب دیا:
"اصنع کذا فانی اصنع کذا" ہاں اس طرح کیا کرو میں بھی ایسے ہی کرتا ہوں۔'' [1]

یعنی شیعہ کے بقول ان کے امام لوگوں کو منافق بننے کی ترغیب دیتے تھے۔ اظہار حق کی بجائے سائل کی مرضی کے مطابق جواب دینا کذب ونفاق نہیں تو اور کیا ہے جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (التوبہ: ۱۱۹)

''اللہ سے ڈرو اور اہل صدق کا ساتھ دو۔''

نیز ارشاد ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾

(الاحزاب: ۷۰)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔''

مگر شیعہ کے ہاں معاملہ برعکس ہے، وہ نہ صرف یہ کہ خود جھوٹ بولتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی جھوٹ بولنے کا حکم دیتے ہیں جیسا کہ گزشتہ روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

ایک شیعہ روایت ہے:

''امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے ایک معتقد کو خط لکھا کہ کسی ایسے قول کے متعلق جو تمہیں ہماری طرف سے پہنچے یہ نہ کہو: یہ باطل ہے اگرچہ تمہیں معلوم ہو کہ وہ خلافِ حق ہے کیوں کہ تم نہیں جانتے کہ ہم نے وہ بات کیوں کہی تھی اور کس بنا پر کہی تھی۔'' [2]

---

[1] رجال کشی ص۲۱۸. [2] رجال کشی ص۲۶۸، مطبوعہ کربلاء۔عراق.

یعنی کوئی باطل اور خلافِ شریعت بات اگر کسی امام سے مروی ہو تو اس کی تردید جائز نہیں اگر چہ اس میں صریحاً کتاب وسنت کی مخالفت پائی جاتی ہو۔ جب، کہ اسلام میں معیار کتاب وسنت ہے نہ کہ قولِ امام۔

شیعہ رواۃ:

شیعہ دین ایک متضاد و متناقص دین ہے اس دین میں ایک ایک مسئلے کے کئی کئی حکم ہیں۔ ایک روایت میں ایک حکم بیان کیا جاتا ہے [1] دوسری روایت میں اس حکم کی مخالفت کر دی جاتی ہے۔ یہی حال شیعہ راویوں کا ہے۔ ہر راوی کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک میں اس کی تضعیف ہے دوسرے میں توثیق۔

اس کی بہترین مثال مشہور شیعہ راوی زرارہ بن اعین ہے جو شیعہ کے تین اماموں حضرت باقر، حضرت جعفر اور موسیٰ کاظم کے اصحاب میں سے ہے۔ اس کے متعلق شیعہ قوم نے بڑا عجیب وغریب موقف اختیار کیا ہے۔ کبھی تو اسے جنتی قرار دیا جاتا ہے اور کبھی جہنمی۔ کتاب کے ایک صفحہ میں اسے مخلص دوسرے صفحہ میں بدترین دشمن۔

مثلاً کشی اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتا ہے:

"امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا: اے زرارہ تیرا نام جنتیوں میں لکھا ہوا ہے۔" [2]

مزید......

"اللہ زرارہ پر رحم فرمائے۔ اگر زرارہ نہ ہوتا تو امام باقر علیہ السلام کی احادیث کا

---

[1] اس بات کا اعتراف خود شیعہ علماء نے بھی کیا ہے، چنانچہ یوسف بحرانی لکھتا ہے: "فلم یعلم من احکام الدین علی الیقین الا القلیل لامتزاج اخبارہ باخبار التقیۃ کما اعترف بذالك ثقۃ الاسلام وعلم الاعلام محمد بن یعقوب الکلینی فی جامعہ الکافی" (الحدائق: ۱/۵،۶) یعنی شیعی احادیث میں بہت ساری احادیث مبنی بر تقیہ ہونے کی وجہ سے بہت کم احکام دین یقینی طور پر معلوم ہو سکے ہیں جس کا اعتراف کلینی نے اپنی کتاب کافی میں بھی کیا ہے۔ (انتہیٰ)

[2] رجال کشی ص۱۲۲، مطبوعہ کربلاء۔ عراق۔

نام ونشان تک مٹ جاتا۔"❶

نیز......

"امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "میرے والد کی احادیث کو زندہ رکھنے والے زرارہ، ابوبصیر، محمد بن مسلم اور برید بن معاویہ العجلی ہیں۔ یہ دین کے محافظ ہیں، میرے والد کی حلال وحرام کی امانتیں ان کے پاس ہیں۔"❷

ایک طرف تو زرارہ کے یہ فضائل ومناقب ہیں اور دوسری طرف یہی زرارہ ہے جس کے متعلق امام جعفر کا ارشاد ہے کہ وہ مومن ہی نہیں تھا چنانچہ شیعہ راوی ابن ابی حمزہ کہتا ہے:

"میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آیت ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ میں ظلم سے کیا مراد ہے؟

"آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو کچھ ابوحنیفہ، ابوزرارہ اور اس قبیل کے دوسرے لوگوں نے کیا ہے۔"❸

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ مشہور شیعہ مؤرخ کشی اس کے متعلق بیان کرتا ہے:

"امام عبداللہ (جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ زرارہ پر لعنت نازل فرمائے۔ آپ نے تین مرتبہ اس کو دہرایا۔"❹

شیعہ راوی لیث مرادی بیان کرتا ہے:

"میں نے امام صادق علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ زرارہ گمراہ ہو کر مرے گا۔"

---

❶ رجال کشی ص ۱۲۳، مطبوعہ کربلاء۔ عراق.

❷ ایضاً، ص ١٢٤.

❸ رجال کشی ص ١٢١.

❹ ایضاً ص ۱۲۳۔ ترجمہ زرارة.

حضرت جعفر صادق سے ہی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کسی مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

"انّ ذا من مسائل آل اعین، لیس من دینی ولا دین آبادی"

''یہ مسئلہ آل اعین (یعنی زرارہ بن اعین'' کا گھڑا ہوا ہے اس کا میرے اور میرے آباؤ اجداد کے دین سے کوئی تعلق نہیں۔'' ❶

شیعہ روایات کے مطابق اسی ملعون، ظالم اور گمراہ زرارہ کے متعلق ان کے ساتویں امام موسیٰ کاظم کا قول بھی ملاحظہ کیجیے۔ وہ کہتے ہیں:

''زرارہ اللہ کے لیے ہجرت کرنے والوں میں سے تھا۔'' ❷

نیز......

''زرارہ نے میری امامت میں شک کیا تو اسے میں نے اللہ سے اپنے لیے طلب کرلیا۔'' ❸

مگر حضرت باقر اسے ایک مشکوک اور بددیانت شخص سمجھتے تھے چنانچہ ایک دفعہ ان سے عمال (گورنروں) کے دیے ہوئے عطیوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''کوئی مضائقہ نہیں...... پھر (زرارہ کے چلے جانے کے بعد) فرمایا: میں نے تو زرارہ سے ڈرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ کہیں وہ ہشام بن عبدالملک اموی خلیفہ کو مخبری نہ کر دے ورنہ درحقیقت میں ان عطیوں کو حرام سمجھتا ہوں۔'' ❹

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت باقرؒ زرارہ کو خائن بددیانت اور اموی خلفاء کا

---

❶ رجال کشی ص ۱۳۵۔ ❷ ایضاً، ص ۱۳۷۔
❸ رجال کشی ص ۱۳۹۔ ❹ رجال کشی، ص ۱۴۲۔

جاسوس سمجھتے تھے۔خائن اور بددیانت ہی نہیں بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدترین کافر۔

''امام جعفر علیہ السلام نے کسی سے پوچھا: تمہاری زرارہ سے کب ملاقات ہوئی تھی؟ راوی کہتا ہے: میں نے کہا: کافی عرصہ ہوگیا ہے۔آپ فرمانے لگے: اس کی پرواہ مت کرو، اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لیے نہ جاؤ اور اگر مر جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔
راوی کہتا ہے: میں نے کہا: زرارہ کی؟ امام جعفر علیہ السلام کے قول پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! زرارہ کی۔ کیوں کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدترین ہے۔'' [1]

یہ حالت ہے شیعہ مذہب کے ستون اور شیعہ قوم کے قطب کی، جسے ان کے تین اماموں کی ''صحابیت'' کا ''شرف'' حاصل ہے اور جس کی بیان کردہ روایات واحادیث پر شیعہ دین کا دارومدار ہے۔

شیعہ کے ''معصوم'' امام جن پر ''وحی والہام کا نزول ہوتا ہے'' کبھی تو اسے جنتی، حدیث کو زندہ رکھنے والا، دین کا محافظ، وراثت آئمہ کا امین، مہاجر الی اللہ اور عطیہ خداوندی قرار دیتے ہیں اور کبھی اسے ملعون، خائن، بددیانت، جاسوس اور یہود ونصاریٰ سے بھی بدترین۔اللہ نے سچ کہا ہے:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ﴾ (الانعام: ۹۳)

''اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرے؟ یا کہے، مجھے وحی آتی ہے حالانکہ اسے کسی چیز کی وحی نہ ہوئی ہو۔''

---

[1] رجال کشی ۱٤۲.

نیز ارشاد ہے:

﴿وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾

(النساء: ٨٢)

''اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلاف وتضاد نظر آتا۔''

یعنی قرآن مجید اللہ کی طرف سے ہے اس لیے اس میں کسی قسم کا تضاد وتناقض نہیں اور اگر یہ (ادیانِ باطلہ کی طرح) معاذ اللہ غیر اللہ کا وضع کردہ ہوتا تو یہ تضادات کا مجموعہ ہوتا۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (البقرة: ٩)

''یہ منافق لوگ اللہ کو اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں (حقیقت میں) وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔''

زرارہ کی طرح باقی راویوں کی نسبت بھی شیعہ قوم کا یہی موقف ہے مثلاً محمد بن مسلم، ابونصیر اور حمران بن اعین وغیرہ۔ کبھی انہیں جنت کی بشارت دیتے ہیں اور کبھی انہیں جہنمی قرار دیتے ہیں اس طرح ایک روایت میں انہیں مخلص قرار دیا جاتا ہے اور دوسری روایت میں دشمن۔ [1]

تقیہ کا عقیدہ کیوں اختیار کیا گیا؟:

شیعہ قوم کے نزدیک تقیہ کرنا یعنی منافقت سے کام لینا اور جھوٹ بولنا نہ صرف یہ کہ جائز اور رخصت ہے بلکہ دین کا بنیادی رکن اور باعثِ ثواب ہے۔ [2] مگر کچھ شیعہ

---

[1] عام شیعی کتب حدیث ورجال.

[2] اس کی دلیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے۔

اکابرین بدنامی سے بچنے کے لیے اُسے رخصت قرار دیتے ہیں انکا کہنا ہے کہ جھوٹ بولنا اور دل کی بات کو چھپانا فرض نہیں بلکہ جائز ہے۔ چنانچہ شیعہ مفسر طبرسی کہتا ہے:

''تقیہ ایک جائز امر ہے جو دفاع کی خاطر اختیار کیا جاتا ہے۔'' ❶

لطف اللہ صافی کہتا ہے:

''شیعہ کے نزدیک تقیہ کرنا جائز ہے، انہوں نے تقیہ پر اس وقت عمل کیا جب ظالم بادشاہوں معاویہ، یزید، ولید اور منصور وغیرہ کی حکمرانی تھی۔'' ❷

ہندوستان کا ایک شیعہ عالم سید علی امام کہتا ہے:

''امامیوں کے نزدیک تحفظ جان و مال کی خاطر تقیہ کرنا جائز امر ہے۔'' ❸

مذکورہ شیعہ اصحاب نے تقیہ کے عقیدے کے بیان میں بھی تقیہ کیا ہے کیوں کہ شیعہ دین میں تقیہ کرنا جائز نہیں بلکہ فرض ہے چنانچہ طوسی کہتا ہے:

''جان بچانے کے لیے تقیہ کرنا فرض ہے۔'' ❹

مشہور شیعہ محدث ابن بابویہ قمی کہتا ہے:

''تقیہ کرنا فرض ہے، اور اس کی فرضیت اس وقت تک قائم رہے گی جب تک آخری امام ظاہر نہ ہو جائے، جس نے ان کے ظاہر ہونے سے پہلے تقیہ ترک کیا وہ شیعہ دین سے خارج ہو گیا۔'' ❺

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

❶ تفسیر مجمع البیان از طبرسی ۱/ ۴۲۹ ط بیروت تحت آیت لا یتخذ المومنون سورة آل عمران : ۲۸.

❷ مع الخطب فی الخطوط العریضه ص ۳۹، ۴۰. مطبوعه ایران وطبعة الرابعة ص ۳۳.

❸ مصباح الظلم ص ۷۱، مطبوعه هند.

❹ البیان از طوسی تفسیر آیت "لایتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء".

❺ الاعتقادات از صدوق شیعه ابن بابویه – فصل التقیة.

''تقیہ مومن کا سب سے افضل عمل ہے۔'' ❶

کلینی حضرت باقر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''تقیہ کسی بھی ضرورت و مصلحت کے تحت کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت مند خود اس کا بہتر طور پہ احساس کرسکتا ہے کہ کب اُسے تقیہ کرنا چاہیے۔'' ❷

ابن بابویہ قمی لکھتا ہے:

''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جب میں معراج کی رات آسمان پر گیا تو میں نے عرش کے پاس چار مختلف روشنیاں دیکھیں پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ یہ عبدالمطلب، ابوطالب، عبداللہ بن عبدالمطلب اور جعفر بن ابی طالب کی ارواح ہیں جو نور کی شکل میں عرش کے سائے میں معلق ہیں۔ میں نے کہا انہیں یہ مقام و مرتبہ کیسے ملا؟

کہا گیا: کیوں کہ انہوں نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا اور کفر کو ظاہر کیا۔'' ❸

ثابت ہوا کہ حق کو چھپانا اور باطل کا اظہار کرنا رخصت نہیں بلکہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ یہ کہنا کہ شیعہ دین میں تقیہ فقط تحفظِ جان و مال کے لیے کیا جاتا ہے اور یہ فرض نہیں بلکہ رخصت ہے۔ بالکل غلط اور شیعہ افراد کی طرف سے شیعہ دین کے خلاف بغاوت اور ''معصوم اماموں'' کی صریح مخالفت ہے۔ ایسا کہنے والے کمال عیاری کے ساتھ ''بیانِ تقیہ'' میں بھی تقیہ کرتے ہیں۔ شیعہ قوم نے جھوٹ بولنے اور منافقت کرنے کو جواز فراہم کرنے اور اسے مذہبی تحفظ دینے کے لیے تقیہ کا سہارا لے رکھا ہے۔

اسی طرح شیعہ قوم نے تقیہ کے نام پہ جھوٹ کو تقدس کا لبادہ اس لیے بھی اوڑھایا کہ

---

❶ تفسیر عسکری ص۱۶۳۔ ❷ اصول کافی ۔ باب التقیه.

❸ جامع الاخبار نقل از تنقیح المسائل ص ۱٤۰.

وہ اپنے اماموں کے تضادات کو جواز فراہم کرسکیں اس لیے کہ جب شیعہ قوم پہ اعتراض کیا جاتا کہ تیرے امام ''معصوم عن الخطا'' ہونے کے باوجود ایک بات پہ قائم کیوں نہ رہتے تھے تو شیعہ نے اس کا جواب یہ تراشا کہ وہ ایسا تقیہ کی وجہ سے کرتے تھے۔

چند مثالیں:

چنانچہ تیسری صدی ہجری کا مشہور شیعہ مورخ نوبختی کہتا ہے: ''عمر بن ریاح نے امام باقر علیہ السلام سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے اسے اس کا جواب دے دیا۔ اگلے سال وہ پھر آیا اور وہی مسئلہ دوبارہ پوچھا۔ آپ نے اس کا پہلے سے مختلف جواب دیا۔

عمر بن ریاح نے کہا: آپ کا یہ جواب پہلے سے مختلف ہے تو امام باقرؒ نے فرمایا: بعض اوقات ہمیں ایسا تقیہ کی وجہ سے کرنا پڑتا ہے۔ اس پر ابن رباح کو آپ کے امام ہونے پر شک گزرا اور دل میں خیال آیا کہ آپ امام نہیں ہیں۔

ابن ریاح نے اس کا ذکر محمد بن قیس سے کیا اور کہا: امام باقر کو میرے سامنے تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ابنِ قیس نے کہا: شاید تمہارے ساتھ کوئی ایسا شخص موجود ہو جس کے سامنے تقیہ کرنا ضروری تھا؟

ابن ریاح نے کہا: نہیں بلکہ میں دونوں دفعہ اکیلا تھا اس لیے تقیہ کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ بلکہ اصل وجہ مخبوط الحواسی ہے۔ انہیں یہ یاد نہیں رہا کہ پچھلے سال کیا کہا تھا۔ چنانچہ عمر بن رباح نے امام باقر علیہ السلام کی امامت سے رجوع کر لیا۔ اس نے کہا کہ ایسا شخص جو باطل پر مبنی فتویٰ دے امامت کا مستحق نہیں اور نہ ہی ایسا شخص امامت کا مستحق ہے جو تقیہ کو بنیاد بنا کر بزدلی کا مظاہرہ کرے اور اپنے دروازے بنا کر بیٹھ جائے۔ امام پر تو ظلم کے خلاف خروج کرنا اور اعلان بغاوت کرنا فرض ہے۔ [1]

---

[1] فرق الشیعہ از نوبختی ص: ۸۰ تا ۸۲ والطبعة الآخرة ص: ۶۰، ۶۱ مطبوعہ حیدریہ نجف عراق ۱۳۵۵ھ۔

اس روایت سے شیعہ کے بقول حضرت باقر کا تضاد وتناقض ثابت ہوتا ہے اسی قسم کے تضادات کو جواز فراہم کرنے کے لیے تقیہ جیسا مسئلہ تراشا گیا۔

اسی قسم کی روایت کلینی نے بھی زرارہ بن اعین سے ذکر کی ہے، وہ کہتا ہے:

''میں نے امام باقر علیہ السلام سے کوئی مسئلہ دریافت کیا آپ نے مجھے اس کا جواب دیا پھر ایک اور آدمی آیا اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا آپ نے اسے میرے جواب سے مختلف جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے اسے ہمارے دونوں کے جوابات سے مختلف جواب دیا۔ جب دونوں آدمی باہر چلے گئے تو میں نے آپ سے اس تضاد کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: "یا زرارة ان هذا خير لنا ولكم" اے زرارہ! یہ (تضاد بیانی) ہمارے اور تمہارے حق میں بہتر ہے۔''[2]

کشی لکھتا ہے:

''ایک دفعہ امام جعفر علیہ السلام نے محمد بن عمر سے پوچھا: زرارہ کیا حال ہے؟ محمد بن عمر نے کہا: زراہ ہمیشہ عصر کی نماز غروب آفتاب کے وقت پڑھتا ہے آپ نے فرمایا: '' کہ جاؤ اسے میری طرف سے کہو کہ وہ عصر کی نماز اپنے وقت پہ پڑھا کرے محمد بن عمر نے کہا: زرارہ کو امام علیہ السلام کا پیغام پہنچایا تو زراہ نے کہا: میں جانتا ہوں کہ تم جھوٹ نہیں بول رہے مگر امام علیہ السلام نے مجھے کوئی اور حکم دیا ہے۔ میں نہیں چاہتا چاہتا کہ اس پر عمل ترک کروں۔''[3]

اس روایت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ زرارہ کو غروبِ آفتاب، کے وقت نمازِ عصر پڑھنے

---

1. فرق الشيعه از نوبختی ص ۸۰۔ ۸۲ مطبوعه حيدريه۔ نہ ب۔ عراق ۱۳۷۹ھ والطبعة الآخرة ص ۶۰۔۶۱ مطبوعه حيدريه نجف عراق ۱۳۵۵ھ۔
2. اصول کافی ص۳۷، مطبوعه هند.
3. رجال کشی ص۱۲۸.

کا حکم بھی حضرت جعفر نے دیا تھا اور اسے روکنے کا حکم بھی انہوں نے ہی دیا تھا۔

شاید اسی قسم کے تضاد کو دیکھ کر ہی شیعہ روایات کے مطابق زرارہ نے حضرت جعفر صادق کے متعلق کہا تھا:

"لیس له بصر بکلام الرجال"

''انہیں لوگوں کی گفتگو کے متعلق کوئی سمجھ نہیں۔'' [1]

اسی طرح شیعہ کے ساتویں امام موسیٰ کاظم کے متعلق کشی شیعہ راوی شعیب بن یعقوب سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کہا:

''میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک آدمی کسی ایسی عورت سے شادی کرے جو پہلے سے شادی شدہ ہو اور اس کا خاوند ابھی زندہ ہو اور اسے طلاق بھی نہ دی گئی ہو؟ آپ نے فرمایا: عورت کو رجم کیا جائے گا اور خاوند کو اگر علم نہیں تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔

راوی کہتا ہے: میں نے اس کا ذکر ابو بصیر مرادی سے کیا تو انہوں نے کہا: مجھے امام جعفر صادق نے فرمایا تھا کہ اس صورت میں عورت کو سنگسار کیا جائے گا اور مرد کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ راوی کہتا ہے: ابو بصیر مرادی نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: میرا خیال ہے ہمارے ساتھی (موسیٰ کاظم) کا علم ابھی تک مکمل نہیں ہوا۔'' [2]

اور یہی وہ ابو بصیر ہے جس کے متعلق حضرت جعفر سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا:

''ابو بصیر آؤ مخبتین (تقیہ کرنے) والوں ...... کو جنت کی بشارت دے دو یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال وحرام کی امانتیں ہیں، اگر یہ نہ ہوتے

---

[1] رجال کشی ص۱۲۳.

[2] رجال کشی ص۱۵٤.

تو نبوت کے آثار کب کے مٹ چکے ہوتے۔" [1]

شیعہ قوم یہ تضاد وتناقض حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف بھی منسوب کرتی ہے۔ چنانچہ نوبختی لکھتا ہے:

"جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو شیعہ کے ایک گروہ نے کہا: حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے موقف میں تضاد تھا کیوں کہ حضرت حسنؓ کے پاس حضرت حسینؓ سے زیادہ قوت تھی اور آپ کے ساتھی بھی حسینؓ سے زیادہ تھے۔ مگر آپؓ نے اس کے باوجود معاویہ سے صلح کر لی اور اس کے خلاف خروج نہیں کیا جب کہ حسینؓ کے ساتھی بھی کم تھے اور آپ کے پاس ظاہری اسباب بھی حسنؓ سے کم تھے اگر حسنؓ کے موقف کو درست مان لیا جائے تو حسینؓ کے موقف کو غلط ماننا پڑے گا اور اگر حسین کے موقف کو درست مان لیا جائے تو حسن کے موقف کو باطل قرار دینا پڑے گا۔

چنانچہ شیعہ کے اس گروہ نے دونوں کی امامت سے رجوع کرلیا اور عوام کے ساتھ شامل ہوگئے۔" [2]

ایک ہندی شیعہ عالم اپنی کتاب "اساس الاصول" میں نقل کرتا ہے:

"اماموں سے جو احادیث مروی ہیں ان میں بہت زیادہ اختلاف وتضاد پایا جاتا ہے، کوئی بھی ایسی حدیث نہیں جس کے متضاد دوسری حدیث نہ پائی جاتی ہو۔ اسی وجہ سے بعض ناقص العقیدہ لوگ شیعہ مذہب سے دستبردار ہوگئے۔" [3]

عقیدۂ تقیہ کو اختیار کرنے کا ایک اور سبب بھی تھا اور وہ یہ کہ شیعہ قوم کے امام اپنے

---

[1] رجال كشي ص ١٥٤.

[2] فرق الشيعه از نوبختي ص٤٧ و مطبعة الآخره ص ٢٥، ٢٦، مطبوعه نجف.

[3] اساس الاصول ص١٥، مطبوعه هند.

پیروکاروں کو جھوٹی تسلیاں دیتے رہے۔ شیعہ روایات کے مطابق ہر امام یہی کہتا کہ عنقریب ہماری حکومت قائم ہونے والی ہے اور مخالفین کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کے پیروکار اقتدار اور دنیوی طمع میں مبتلا ہو کر ان سے وابستہ رہیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ان کے ائمہ ایسا تقیہ کی بنا پہ کرتے تھے ورنہ انہیں بخوبی معلوم تھا کہ شیعہ کے اقتدار کا زمانہ ابھی بہت دور ہے۔

کلینی ایک شیعہ راوی علی بن یقطین سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کہا:

"مجھے امام علی رضا" شیعہ قوم کے آٹھویں امام نے فرمایا: شیعہ کو دو سو سال سے جھوٹی تسلیاں دی جا رہی ہیں۔

راوی کہتا ہے: اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ "قائم علیہ السلام" یعنی شیعہ کی خوشحالی کا زمانہ دو تین صدیوں کے بعد شروع ہوگا تو لوگ مایوس ہو جاتے اور اسلام (راوی کے مطابق شیعہ دین) کو چھوڑ دیتے۔ اسی باعث ائمہ یہی فرماتے رہے کہ شیعہ کی خوشحالی اور ان کے اقتدار کا دور عنقریب شروع ہونے والا ہے تا کہ لوگ مطمئن رہیں۔" [1]

اس عقیدے کو اختیار کرنے کا سبب قدیم شیعہ مؤرخ نوبختی کی اس عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے۔ نوبختی لکھتا ہے:

"سلیمان بن جریر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ شیعہ کے اماموں نے دو عقیدے یعنی "بداء" اور "تقیہ" اس لیے وضع کیے ہیں کہ وہ اپنے تضادات پر پردہ ڈال سکیں اور جھوٹ کو جواز فراہم کر سکیں۔ عقیدہ بداء تو اس لیے اختیار کیا گیا کہ چونکہ شیعہ کے اماموں کا یہ دعویٰ تھا کہ انہیں غیب کا علم حاصل ہے، وہ ماضی، حال اور مستقبل کے حالات سے آگاہ ہیں چنانچہ وہ

---

[1] اصول کافی ص٣٦٩۔ باب كراهية التوقيت.

اپنے پیروکاروں کو مستقبل کے واقعات کی خبر دیتے۔ اگر اتفاق سے وہ واقعہ رونما ہو جاتا تو کہتے: ہم نے پہلے ہی اس واقعہ کی خبر دے دی تھی۔ بصورتِ دیگر کہتے کہ اس میں ہمارا قصور نہیں اللہ کو ''بداء'' ہوا ہے۔

اور تقیہ کا عقیدہ اس لیے وضع کیا گیا ہے کہ ائمہ سے مختلف مسائل دریافت کیے جاتے تو وہ حلال یا حرام کا فتوی دے دیتے مگر کچھ عرصہ بعد ایک ہی مسئلہ کے متعلق جب دوبارہ دریافت کیا جاتا تو بعض اوقات پہلا جواب یاد نہ ہونے کے باعث ان کا جواب پہلے سے مختلف ہو جاتا، اور یوں اماموں کی تضاد بیانی واضح ہوتی چلی گئی اس تضاد بیانی اور اختلاف کا جواب تقیہ کی صورت میں تراشا گیا۔ اور ظاہر ہے اس سے حق و باطل کی تمیز ختم ہوگئی کیوں کہ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ پہلا قول صحیح ہے یا دوسرا۔

اسی وجہ سے امام باقر کے پیروکاروں کی ایک جماعت ان کے بعد امام جعفر کی امامت سے دستبردار ہوگئی۔''[1]

اس عقیدے کو وضع کرنے کی ضرورت اس لیے بھی پیش آئی کہ شیعہ کے اماموں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح و فضیلت منقول ہے۔ ان سے بہت سے ایسے اقوال مروی ہیں جن میں خلفائے راشدین کی خلافت و امامت کا اعتراف، ان کے ہاتھوں پہ حضرت علی کی بیعت کا ذکر اور دیگر ایسے امور کا بیان ہے جو عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم پر دلالت کرتے ہیں۔ جب کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت اور عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعتراف سے شیعہ دین کی بنیاد ہی قائم نہیں رہتی۔ اس تضاد کو دیکھ کر شیعہ قوم کھسیانی ہو کر جواب دیتی ہے کہ ائمہ و صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف دل سے نہیں بلکہ تقیہ کی بنا پر کرتے رہے ہیں ورنہ صحابہ کی نسبت ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو شیعہ دین کا تقاضا ہے۔

---

[1] فرق الشیعہ ص ۸۵ تا ۸۷ و نسخہ آخر ص ٦٤۔ ٦٦۔

مدح صحابہ رضی اللہ عنہم:

چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں جیسی ہستیاں چشم فلک نے نہیں دیکھی ہوں گی۔ ان کے دن اللہ کے دشمنوں سے جہاد اور راتیں اللہ کے حضور قیام میں گزرتی تھیں۔ روز حشر کی ہولناکیوں کے خوف سے ان کے جسم لرزاں رہتے۔ ان کی مبارک پیشانیوں کا نشان کثرت سجود کی غمازی کرتا تھا' جب اللہ کی نعمت ونقمت کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور ان کے گریبان بھیگ جاتے' قہر خداوندی کے تصور سے ان کے جسموں پر کپکپی طاری ہو جاتی اور ثواب ورحمت کی امید سے وہ سرسبز وشاداب شجر کی مانند لہرا اٹھتے'' ❶

اسی طرح آپ شیخین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام کے سرخیل اور سب سے افضل مسلمان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر ان کے جانشین عمر فاروق تھے۔ رب کعبہ کی قسم! اسلام ان دونوں شخصیات کی عظمتوں کا معترف ہے انھوں نے اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی مشکل کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے اور انھیں بہترین بدلہ عطا فرمائے'' ❷

کلینی شیعہ راوی ابو بصیر سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا:

---

❶ نهج البلاغه ص۱۴۳ ـ خطبهٔ علی رضی اللہ عنہ مطبوعه دارالکتاب بیروت ۱۳۸۷ھ بتحقیق ڈاکٹر صبحی الصالح.

❷ شرح نهج البلاغه، از میثم البحرانی ج۱ ص۳۱، مطبوعه ایران.

"میں ایک دن امام صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوتھا کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بڑی فصیح و بلیغ گفتگو کی اس نے دوران گفتگو امام علیہ السلام سے ابو بکر وعمر کے متعلق بھی پوچھا۔ آپ نے فرمایا: تو تیہما ان دونوں سے بغض و عداوت کی بجائے محبت کرو۔ وہ عورت کہنے لگی: میں قیامت کے دن اپنے رب سے کہہ دوں کہ آپ نے مجھے ان کا احترام کرنے کا حکم دیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں" [1]

مشہور شیعہ علی بن عیسیٰ اربلی اپنی کتاب "کشف الغمه" میں لکھتا ہے:

"امام باقر علیہ السلام سے تلوار کے دستے کو مزین و آراستہ کرنے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جائز ہے۔ ابوبکر صدیق نے بھی اپنی تلوار کے دستے کو چاندی سے آراستہ کیا تھا۔ سائل نے کہا: آپ بھی ابو بکر صدیق کہتے ہیں؟

"فرمایا: ہاں وہ صدیق تھے' ہاں وہ صدیق تھے' جو آپ کو صدیق نہیں کہتا اللہ نہ دنیا میں اس کی کوئی بات سچی کرے اور نہ آخرت میں۔" [2]

قرآن مجید کے مطابق نبی کے بعد صدیق کا رتبہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾

(النساء: ٦٩)

اس آیت میں انبیائے کرام کے بعد صدیقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد شہدا اور صالحین کا۔

---

[1] کتاب الروضة من الكافي للكليني : ٨/ ١٠١ مطبوعه ایران

[2] کشف الغمه فی معرفة الائمة از اربلی ج٢ ص٣٥٩ مطبوعه بیروت.

خلفائے راشدین کی خلافت کا اعتراف

شیعہ کتب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شیعہ کے دیگر اماموں کی طرف سے خلافت صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کا اعتراف مذکور ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ❶ کے متعلق فرماتے ہیں:

"انھوں نے کجی کو سیدھا کیا (یعنی جتنے فتنوں نے بھی سر اٹھایا ان کا استیصال کیا) اور بڑی کامیاب سیاست کی' سنت کو زندہ رکھا اور دین کے خلاف سازشوں کی سرکوبی کی' وہ دنیا سے پاک صاف ہو کر گئے' انھوں نے خیر کو حاصل کیا اور شر سے محفوظ رہے اور اللہ کی اطاعت اور تقوی کا حق ادا کیا۔" ❷

اسی طرح جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رومیوں کے ساتھ جہاد میں اپنی شرکت کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے جواب دیا:

---

❶ عربی عبارتی میں لـلـه بلاء فلان کے الفاظ آتے ہیں شیعہ شارحین کا اختلاف ہے کہ فلاں سے مراد ابوبکرؓ ہیں یا عمرؓ۔ بہرحال اس بات پر یہ اتفاق ہے کہ دونوں میں سے ایک مراد ہے۔

شرح نہج البلاغہ از ابن ابی الحدید ۱۲/ ۳ مطبوعہ بیروت۔

ابن ابی الحدید نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ: وقد وجدت النسخة التی بخط الرضی ابی الحسن جامع "نهج البلاغة" وتحت فلان "عمر" یعنی مجھے نہج البلاغہ کے جامع ابوالحسن رضی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ملا ہے جس میں "فلان" کے بجائے "عمر" کے الفاظ ہیں۔

بعض شیعہ نے علی رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کو تقیہ پر محمول کیا ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ بقول شیعہ شیخین علی رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ ان کی مدح فرما رہے ہیں وہ بھی اپنے شیعہ کو خطاب کرتے ہوئے۔

❷ نہج البلاغہ ص ۳۵۰۔

"آپ خود تشریف نہ لے جائیں بلکہ کسی تجربہ کار شخص کی سپہ سالاری میں لشکر روانہ کر دیں، اگر اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا دیا تو یہی آپ کی خواہش ہے اور اگر خدانخواستہ شکست ہوگئی تو آپ کا وجود مسلمانوں کے لیے حوصلے کا باعث ہوگا۔ آپ کی عدم موجودگی میں کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جو مسلمانوں کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہو۔" [1]

اس سے بھی زیادہ وضاحت نہج البلاغہ کی اس نص میں ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا:

"مسلمانوں کی فتح وشکست، قلت وکثرت میں نہیں۔ بلکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ دین اسلام کو غلبہ عطا فرمائے گا اور اللہ کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا آپ خود تشریف نہ لے جائیں کیوں کہ آپ کی حیثیت ہار کے اس دھاگے کی سی ہے جس میں موتیوں کو پرویا جاتا ہے۔ اگر دھاگہ ٹوٹ جائے تو موتی بکھر جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد اگرچہ کم ہے مگر انھیں ایمان کی قوت ہی کافی ہے۔ آپ چکی کا قطب ہیں جس کے گرد چکی گھومتی ہے، آپ قائم رہیں تو چکی گھومتی رہے گی۔ اگر آپ بنفس نفیس میدان جنگ میں شرکت کے لیے چلے گئے تو دشمن یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی بنیاد اور مرکز ہیں، انہیں ختم کر دیا جائے تو مسلمانوں کو آسانی سے شکست دی جا سکتی ہے اور وہ یہ سوچ کر آپ پر پوری شدت سے حملہ آور ہوں گے اس لیے میرا مشورہ ہے کہ آپ کا مدینہ میں رہنا میدان جنگ میں جانے سے بہتر ہے۔" [2]

---

[1] نهج البلاغه ص ۱۹۳ بتحقیق ڈاکٹر صبحی صالح مطبوعه بیروت.

[2] نهج البلاعه ص ۲۰۳ طبع بیروت.

اسی طرح آپؓ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

''لوگوں نے میرے اور آپ کے درمیان اختلاف ونفرت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے آپ کے خلاف مختلف شکایات کی ہیں مگر میں آپ سے کیا کہہ سکتا ہوں۔ جو ہم جانتے ہیں وہ آپ بھی جانتے ہیں، ہمارے پاس کوئی ایسی امتیازی چیز نہیں ہے جس سے آپ کو باخبر کرنے کی ضرورت ہو، جو کچھ ہم نے سُنا وہ آپ نے بھی سنا، جو ہم نے دیکھا وہ آپ نے بھی دیکھا جس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اسی طرح آپ بھی۔ ایک لحاظ سے آپ کو ابوبکر وعمرؓ سے بھی زیادہ فضیلت حاصل ہے اور وہ یہ کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جب کہ ان دونوں کو یہ شرف حاصل نہیں ہوسکا۔''[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا اقرار واعتراف کرتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں فرماتے ہیں:

''انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان علی ما بایعوھم علیہ ...... الخ''

یعنی میری بیعت ان لوگوں نے اسی طرح کی ہے جس طرح انہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کی تھی......شوریٰ کا حق مہاجرین وانصار کو حاصل ہے، اگر وہ کسی شخص کو اپنا امام وسربراہ بنالیں تو اِسی میں اللہ کی رضا ہے اور اگر کوئی مہاجرین وانصار کے بنائے ہوئے اس امام کی امامت کو تسلیم نہیں کرتا اسے مجبور کیا جائے گا اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ کی جائے گی کیوں کہ وہ مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر علیحدگی کا راستہ

---

[1] نہج البلاغہ ص ۲۳٤، مطبوعہ بیروت.

اختیار کرنا اور انتشار پھیلانا چاہتا ہے۔" ❶

یہ نص اس قدر واضح ہے کہ اگر اس پہ ذرا سا بھی غور کر لیا جائے تو خلافت کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے، اس نص میں حضرت علی نے وضاحت کی ہے کہ خلافت و امامت کا انعقاد نص و تعیین (Nomination) کے ذریعہ نہیں بلکہ انتخاب سے ہوتا ہے اور یہ اختیار مہاجرین وانصار کو حاصل ہے، وہ جسے مسلمانوں کا خلیفہ منتخب کر لیں اس کی بیعت ضروری ہے۔ جب کہ شیعہ دین میں کسی کو خلیفہ وامام بنانے کا اختیار بندوں کے پاس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے چنانچہ شیعہ کے نزدیک خلافت وامامت حضرت علیؓ کا حق اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نص کے ذریعہ آپ کو مسلمانوں کا خلیفہ بنایا تھا مگر حضرت علیؓ کا یہ ارشاد شیعہ موقف کی واضح تردید کر رہا ہے۔ شیعہ مفسر علی بن ابراہیم قمی لکھتا ہے:

"ایک دن رسول اللہ ﷺ نے حفصہ (آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ) سے کہا: میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد تیرے والد (یعنی عمرؓ)۔ حفصہ نے کہا: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا: اللّٰہ اخبرنی مجھے اللہ نے بتلایا ہے۔" ❷

اسی طرح نہج البلاغہ کی ایک اور واضح عبارت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت وامامت کو منصوص نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب آپ کو خلیفہ بننے کی پیشکش کی گئی تو آپؓ نے فرمایا:

"دعونی والتمسوا غیری ...... الخ مجھے خلیفہ وامام بنانے اور میری بیعت کرنے کی بجائے کسی اور کو تلاش کرو...... جس کو تم خلیفہ بناؤ

---

❶ نهج البلاغه ص ٢٦٦ ـ ٢٦٧ مطبوعه بیروت.

❷ تفسیر قمی، ٢/ ٣٧٦ مطبوعه ایران.

گے میں اس کی اطاعت تم سے بھی زیادہ کروں گا۔ وأنا لکم وزیرا، خیر لکم منی امیرا. یعنی تمہارے لیے خلیفہ بننے کی نسبت میرا وزیر بننا بہتر ہے۔'' [1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی خلافت منصوص من اللہ نہیں جیسا کہ شیعہ قوم کا عقیدہ ہے ورنہ آپ رد نہ کرتے کیوں کہ شیعہ دین میں خلافت نبوت کی طرح ہے تو جس طرح نبوت رد نہیں ہوسکتی خلافت وامامت بھی رد نہیں ہوسکتی۔

اس نص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت تک خلیفہ نہیں تھے کیوں کہ آپ کا ارشاد ہے:

''جس کو تم خلیفہ بناؤ گے میں اس کی اطاعت کروں گا۔''

اگر خلافت آپ کا شرعی حق ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے ''جس کو تم خلیفہ بناؤ گے'' بلکہ فرماتے ''اللہ نے مجھے مسلمانوں کا خلیفہ وامام بنایا ہے تم پر میری اطاعت فرض ہے۔'' نیز...... ''خلیفہ بننے کی نسبت میرا وزیر بننا بہتر ہے۔'' یہ الفاظ بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپؓ شہادتِ عثمان کے وقت تک خلیفہ نہ تھے اور اپنی خلافت کو اہل حل وعقد کی بیعت پر موقوف سمجھتے تھے۔ ثابت ہوا کہ انعقادِ خلافت کا انحصار اہل حلِ وعقد پر ہے اور یہ کہ نہ حضرت علیؓ خلیفہ بلا فصل ہیں اور نہ خلافت منصوص من اللہ ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نکاح

اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کو تسلیم کیا۔ ان کی بیعت کی اور ان کے وفادار بن کر رہے، حضرت علیؓ کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شادی حضرت علی کے خلفائے ثلاثہ سے تعلقات، ان کی

---

[1] نهج البلاغه ص ١٣٦ مطبوعه بيروت.

خلافت کو برحق تسلیم کرنے اور ان سے کمال محبت و پیار کی واضح دلیل ہے، اگر معاذ اللہ حضرت عمرؓ کی خلافت برحق نہیں تھی تو حضرت علیؓ کسی صورت میں بھی اپنی دختر کا نکاح حضرت عمرؓ سے نہ کرتے۔

شیعہ محدثین و مفسرین نے اپنی کتب میں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح ہوا چنانچہ کلینی شیعہ راوی معاویہ بن عمار سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا:

"میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گزارے۔ اپنے گھر میں یا جہاں اس کا جی چاہے؟ آپ نے فرمایا: جہاں اس کا جی چاہے۔ علی علیہ السلام عمر کی وفات کے فوراً بعد حضرت ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے تھے۔" ❶

یہی روایت ابو جعفر طوسی نے اپنی کتاب تہذیب الاحکام میں بیان کی ہے۔ طوسی ہی نے حضرت باقر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا:

"حضرت ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید بن عمر بن خطاب کا انتقال ایک ساتھ ہوا۔ یہ بھی نہ پتہ چل سکا کہ ان دونوں میں سے کس کی روح پہلے قبض ہوئی۔ ان دونوں کی نماز جنازہ بھی اکٹھی ادا کی گئی۔" ❷

اس روایت میں محل استشہاد پہلی سطر ہے۔

کلینی کی کتاب "الکافی" میں ایک باب کا عنوان ہے "باب فی ترویج امّ کلثوم" یعنی ام کلثوم کے نکاح کے بارہ میں باب، اس باب کے تحت اس نے متعدد روایات ذکر کی ہیں۔ ہر قسم کے حیا کا لبادہ اتار کر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین

❶ الکافی فی الفروع باب المتوفی عنها زوجها المدخول بها این تعتد ٦/ ١١٥ مطبوعہ ایران.

❷ نهج البلاغه ص ١٣٦.

کا ارتکاب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''امام صادق علیہ السلام سے ام کلثوم کے نکاح کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:"ان ذلك فرج غصبناه" یہ شرم گاہ ہم سے زبردستی چھین لی گئی تھی۔''❶

اس روایت کو وضع کر کے اس شخص نے جس یہودی اور ناپاک ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے اس پہ اس بدقماش شخص پر جس قدر لعنت بھیجی جائے کم ہے۔ اسے شرم نہ آئی حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی شجاع، بہادر، نڈر، فاتح خیبر، حیدر کرار اور غیور شخصیت کے متعلق یہ ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہ عمر نے ان سے جبراً ان کی بیٹی کو چھین لیا تھا۔

کیا کوئی باغیرت بہادر شخص اس قسم کی ذلت کبھی قبول کر سکتا ہے؟ حاشا و کلا!

بلاشبہ یہ تمام باتیں اس یہودی الفکر قوم کی من گھڑت ہیں جو حیدر وفاروق کے تعلقات کی اصلیت پر پردہ ڈالنے اور اپنے یہودی عقائد کو رواج دینے کے لیے وضع کی گئی ہیں۔ (مترجم)

نکاحِ امّ کلثوم کی حقیقت کا اعتراف ابن شہر آشوب مازندرانی نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''حضرت فاطمہ علیہا السلام سے حسن، حسین، محسن، زینب الکبریٰ اور امّ کلثوم پیدا ہوئیں۔ امّ کلثوم سے عمر نے شادی کی۔''❷

شیعہ کا (شہید ثانی) زین الدین عاملی لکھتا ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی شادی عثمان سے کی، اسی طرح علی نے اپنی

---

❶ فروع كافي۔ باب تزويج ام كلثوم (٥/ ٣٤٦) مطبوعه ايران مزید دیکھئے: الانوار النعمانيه ١/ ٨٢ ايران، ولفظه "انه اول فرج غصباه"

❷ مناقب آل ابي طالب از مازندراني ٣/ ٢٠٤.

بیٹی ام کلثوم کی شادی عمر سے کی اور یہ دونوں ہاشمی نہیں ہیں۔"❶

ان تمام نصوص سے حضرت ام کلثوم کی حضرت عمر سے شادی کا ثبوت ملتا ہے یہ ایک روشن حقیقت ہے جس سے فرار کا کوئی جواز نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شیعہ کی مذمّت

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کا سارا خاندان جن میں شیعہ کے "معصوم" ائمہ بھی شامل ہیں "شیعانِ علی" کے نام سے ظاہر ہونے والے گروہ سے شدید نفرت کرتا رہا اگرچہ وہ لوگ (یعنی شیعہ حضرات) اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی غرض سے اپنے آپ کو اہلِ بیتِ علی کی طرف منسوب کرتے اور ان کی محبت واتباع کا دعویٰ کرتے تھے مگر حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ سرعام ان سے برأت اور نفرت کا اظہار کرتے رہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ اپنے شیعہ کی مذمت بیان کرتے ہوئے ان سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

"تم حق کو ترک کر چکے ہو، اپنے امام کے نافرمان ہو، تم خائن وبددیانت اور فسادی ہو۔ اگر تم میں سے کسی شخص کے پاس ایک پیالہ بھی امانتاً رکھ دیا جائے مجھے خطرہ ہے اور کچھ نہیں تو تم اسکا دستہ ہی اتار لو۔ اے اللہ! میں ان سے بیزار ہو چکا ہوں یہ مجھ سے اکتا چکے ہیں۔ اے اللہ! مجھے ان سے بہتر ساتھی نصیب فرما اور ان پر مجھ سے بدتر امام مسلط فرما۔ اے اللہ! انہیں نیست ونابود فرما جس طرح کہ نمک پانی کے اندر حل ہو کر نیست ونابود ہو جاتا ہے۔"❷

اور ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

---

❶ مسالك الافهام ١/ كتاب النكاح مطبوعه ايران ١٢٨٢ هـ

❷ نهج البلاغه ص ٦٧، مطبوعه بيروت.

”اے نامردو! کہ تم آثار مردانگی کھو چکے ہو، کم عقلو! کہ تمہاری عقل بچوں اور عورتوں سے بھی کم ہے! کاش تم مجھے نظر نہ آتے، میری تم سے پہچان نہ ہوتی کیوں کہ اس سے مجھے سوائے اذیت و پریشانی کے کچھ حاصل نہیں ہوا اللہ تمہیں غارت کرے تم نے میرے دل کو زخمی کیا، میرے دل میں اپنے خلاف نفرت کے جذبات بوئے، تم نے میری اس قدر نافرمانی کی کہ میری تمام تدابیر رائیگاں ہوگئیں حتیٰ کہ قریش کو یہ کہنے کا موقعہ ملا کہ ابو طالب کا بیٹا بہادر اور شجاع تو ہے مگر اسے جنگ کرنے کا سلیقہ نہیں۔“ [1]

نیز......

”اے لوگو! تمہارے جسم تو متحد ہیں مگر منزل ایک نہیں، تم گفتار کے تو غازی ہو مگر کردار کے بزدل۔ آپس میں بیٹھ کر بڑھکیں مارتے ہو مگر میدان جنگ میں پیٹھ دکھاتے ہو، تمہیں کوئی پکارے تم بہرے بن جاتے ہو، جو تمہارے لیے اذیت برداشت کرے تم اسے آرام دینے کی بجائے اس کی اذیت میں اضافہ کرتے ہو، تمہاری نیتیں خراب تمہارے بہانے بسیار، تم اپنا فرض ادا کرنے کی بجائے مجھ سے مہلت طلب کرتے رہتے ہو۔ تم منزل کا حصول چاہتے ہو تو تمہیں جدو جہد کرنا ہوگی۔ تم میرے علاوہ کس امام کے انتظار میں ہو؟ میرے بعد تم کس کی سربراہی میں لڑنا چاہتے ہو؟ جو تم پہ اعتماد کرے خدا کی قسم وہ دھوکے میں ہے، جو تمہارے اوپر اعتماد کرکے تیر چلائے وہ اپنی ہلاکت کو دعوت دینے والا ہے۔ خدا کی قسم! مجھے تمہاری باتوں پر اعتماد نہیں۔“ [2]

---

[1] نهج البلاغه ص ۷۰، ۷۱ مطبوعه بیروت.،

[2] نهج البلاغه ص: ۷۲، ۷۳ مطبوعه بیروت.،

مزید ارشاد فرماتے ہیں......

''رعایا اپنے حکمرانوں سے ڈرا کرتی ہے مگر میری حالت یہ ہے کہ مجھے حکمران ہو کر اپنی رعایا سے ڈرنا پڑتا ہے۔ میں نے تمہیں جہاد کے لیے پکارا تم نہ آئے میں نے تمہیں نصیحت کی تم نے رد کر دی، تمہارے جسم حاضر ہوتے ہیں مگر دماغ غائب، تم بظاہر آزاد ہو مگر حقیقت میں غلام، میں تمہیں وعظ کرتا ہوں تم اس سے دور بھاگتے ہو، میں تمہیں متحد رکھتا ہوں تم منتشر ہو جاتے ہو۔ میں تمہیں جہاد کی ترغیب دیتا ہوں تم غائب ہو جاتے ہو، میں تمہیں روشنی کی طرف لے جاتا ہوں تم مجھے واپس تاریکی کی طرف لے آتے ہو، تم کمان کی پشت کی مانند ٹیڑھے ہو تمہیں سیدھا کرنے والا تھک جاتا ہے مگر تم سیدھا ہونے کا نام نہیں لیتے۔

اے بے عقل جسم والو!، بے روح بدن والو، اپنے امراء کو آزمائش میں ڈالنے والو، تمہارا ساتھی (یعنی خود علیؓ) اللہ کی اطاعت کرتا ہے مگر تم اس کی نافرمانی کرتے ہو...... میری خواہش ہے کہ میں معاویہ سے دینار کے بدلہ میں درہم کا سودا کر لوں مجھے اپنا ایک ساتھی دے کر مجھ سے دس لے لے۔

اے کوفہ والو! تم سن تو سکتے ہو مگر سنتے نہیں، بول تو سکتے ہو مگر بولتے نہیں، دیکھ تو سکتے ہو مگر دیکھتے نہیں، میدان جنگ میں پشت دکھانے والے ہو آزمائش کے وقت دھوکہ دینے والے ہو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تمہاری مثال ان اونٹوں کی سی ہے جن کا چرانے والا کوئی نہ ہو (یعنی شتر بے مہار ہو)''[1]

نیز فرماتے ہیں:

[1] نہج البلاغہ ص ۱۴۱، ۱۴۲.

''خدا کی قسم! اگر مجھے شہادت کی آرزو نہ ہوتی تو میں گھوڑے پر سوار ہو کر تم سے دور چلا جاتا جس طرح کہ جنوب وشمال ایک دوسرے سے دور ہیں۔ تم لوگ طعنہ زنی کرنے والے، عیب جو مکار وعیار ہو تمہاری کثرتِ تعداد میرے لیے قطعاً مفید نہیں۔ اس لیے کہ تمہارے دل پراگندہ ومنتشر ہیں۔'' [1]

نیز......

''اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنے والے اور دعوت کو قبول نہ کرنے والے گروہ۔ اگر تمہیں جنگ سے مہلت دی جاتی ہے تو تم لہو ولعب میں مصروف ہو جاتے ہو، اگر تمہین ساتھ لے کر دشمن سے جنگ کی جاتی ہے تو تم بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہو تمہیں کسی صبر آزما مرحلے سے گزرنا پڑے تو تم الٹے پاؤں پھر جاتے ہو، جہاد تم پہ فرض ہو چکا ہے تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو موت کا یا ذلت ورسوائی کا؟ اگر میری موت کا دن آ جائے اور بے شک وہ ضرور آئے گا تو میں تمہاری شکل دیکھنا بھی گوارہ نہیں کروں گا۔ کیا کوئی ایسا دین (طریقہ) نہیں جو تمہیں اکٹھا کر دے؟ تمہاری غیرت کو بیدار کردے؟ کیا یہ مقامِ نصیحت نہیں کہ معاویہ اپنے ستم گر ساتھیوں کو بلاتے ہیں تو وہ بغیر کسی انعام واکرام کے لالچ کے لبیک کہتے ہوئے چلے آتے ہیں اور تمہاری یہ حالت ہے کہ میں تمہیں پکارتا ہوں تو تم متواتر پیچھے ہٹتے چلے جاتے ہو اور میری مخالفت کرتے ہو، میرے کسی حکم پر تم بھی خوش نہیں ہوئے، میرے توجہ دلانے پر تمہیں کبھی اکٹھا ہونے کا احساس نہیں ہوا، مجھے سب سے زیادہ اشتیاق یہ ہے کہ مجھے موت آ جائے، میں نے تمہیں کتاب اللہ کا درس دیا، اس کے دلائل بیان کیے، تمہیں اس چیز کی

---

[1] نہج البالغہ ص۱۷٦.

پہچان کروائی جس کے تم منکر تھے اور وہ چیز (یعنی علوم دینیہ) تمہیں پلائی جسے تم ناگوار سمجھتے تھے۔"❶

دیگر ائمہ کی طرف سے شیعہ کی مذمّت

نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بے شمار ایسے خطبات کا ذکر ہے جن میں آپؓ نے اپنے شیعہ کی مذمت کی ہے اور حقیقت ہے کہ شیعہ قوم کوئی ایسا کارنامہ پیش نہیں کرسکتی جو اس بات کا ثبوت ہو کہ انہوں نے اسلام کو تو درکنار اپنے اماموں کو ہی فائدہ پہنچایا ہو۔ ہر دور میں ان کے امام اپنے شیعہ سے شاکی (شکایت کرتے) رہے، چنانچہ شیعہ کے ساتویں امام موسیٰ کاظم کہتے ہیں:

"اگر میں اپنے شیعہ کو آزماؤں تو ثابت ہو جائے کہ زبانی جمع خرچ کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں، اور اگر میں ان کا امتحان لوں تو ثابت ہو جائے کہ وہ سب مرتد ہیں۔"❷

یہ نہایت دلچسپ نص ہے جس سے شیعہ قوم کی ساری حقیقت طشت ازبام ہو جاتی ہے۔ ملا باقر مجلسی حضرت موسیٰ کاظم سے روایت کرتا ہے، انہوں نے کہا:

"میرے احکامات کی اطاعت کرنے والا عبداللہ بن یعفور کے سوا کوئی نہیں۔"❸

یہی روایت حضرت جعفر صادق سے بھی مروی ہے۔ کشی لکھتا ہے:

"امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: میری بات پہ عمل کرنے والا صرف ایک ہے

---

❶ نہج البلاغه ص ۲۵۸، ۲۵۹ مطبوعه بیروت.

❷ کتاب الروضة من الکافی از کلینی ج۸، ص۲۲۸ مطبوعه ایران، نیز دیکھئے: الشیعه واهل البیت از مصنفؒ ص ۳۰۵ مطبوعه لاهور الطبعة العاشره ۱٤۱۵ھ ۱۹۹۵ء.

❸ مجالس المؤمنین۔ المجلس الخامس ص ۱٤٤، مطبوعه ایران.

اور وہ عبداللہ بن یعفور ہے۔“ ❶

حضرت حسن رضی اللہ عنہ شیعہ قوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حضرت معاویہ ان لوگوں سے بہت بہتر ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہمارے شیعہ ہیں۔ شیعہ کہلانے والے ان لوگوں نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا، مجھ سے میرا مال چھین لیا۔ اللہ کی قسم! حضرت معاویہ سے صلح کرکے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جان بچانا اس بات سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے اور میرے اہل وعیال کو قتل کردیں۔ اگر میں حضرت معاویہ کے خلاف صف آراء ہو جاتا تو یہ (شیعہ) غدار بن کر مجھے اپنے ہاتھوں سے حضرت معاویہ کے سپرد کردیتے۔ چنانچہ میں نے سمجھا کہ باعزت طور پر معاویہ سے صلح کر لینا قید کی حالت میں مرنے سے بہتر ہے۔“ ❷

اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”میں نے کوفہ والوں کو آزمایا ہے وہ سب کے سب بے وفا، بدعہد اور منافق لوگ ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ ہیں جب کہ ان کی تلواریں ہمارے خلاف سونتی ہوئی ہیں۔“ ❸

حضرت حسینؓ کو جب کوفے کے شیعوں نے دھوکہ دیا اور کوفے میں بلا کر انہیں دشمنوں کے سپرد کردیا تو آپؓ نے انہیں مخاطب کرکے فرمایا:

”تبالکم ایتھا الجماعة...... الخ یعنی“ اے کوفے کی جماعت!

---

❶ رجال کشی ص ۲۱۳، مطبوعہ عراق نیز دیکھئے: الشیعہ واھل البیت از مصنفؒ ص ۳۰۵ مطبوعہ لاھور.

❷ کتاب الاحتجاج از طبرسی ۲/ ۱۰ مطبوعہ ایران نیز دیکھئے: الشیعہ واھل البیت از مصنف ص ۲۷۹، ۳۰۰.

❸ ایضاً ۱۴۹.

ہلاکت اور تباہی و بربادی تمہارا مقدر بنے، تم نے ہمیں بڑی عقیدت کے ساتھ بیعت کے لیے بلایا، ہم چلے آئے۔ یہاں آ کے ہم نے دیکھا کہ تم نے ہمارے خلاف تلواریں سونت رکھی ہیں اور تم ہمارے دشمنوں کے ساتھ مل چکے ہو۔ حالانکہ نہ ہمارے دشمنوں نے تم سے کوئی نیکی کی کہ تم ان کا ساتھ دو اور نہ ہم نے تمہارے ساتھ کوئی برائی کی کہ تم ہمارے خلاف ہو جاؤ ہماری تلواریں نیاموں میں تھیں تم نے انہیں بے نیام کروایا، فضا پرامن تھی تم نے اسے جنگ وجدال کا ماحول پیدا کر کے آلودہ کیا، ہمارا قطعاً جنگ کرنے کا ارادہ نہیں تھا تم نے ہمیں اس پہ مجبور کیا، تم نے جلد بازی کی اور خود کو ہمارے پروانے ظاہر کر کے ہماری بیعت کی پھر تم نے حماقت اور بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بیعت کو توڑ دیا اور ہمارے خلاف محاذ آراء ہو گئے، اللہ کرے تم ہلاک و برباد ہو جاؤ۔" [1]

اس طرح کے بہت سے ایسے اقوال شیعہ کتابوں میں مل جاتے ہیں جن میں ان کے "معصوم اماموں" نے اپنے پیروکاروں کی مذمت کی ہے اور انہیں خیانت، بددیانتی اور بزدلی جیسی صفات سے مطعون کیا ہے۔ شیعہ قوم نے ان طعنوں سے فرار حاصل کرنے کے لیے یہ عقیدہ وضع کیا کہ یہ تمام اقوال تقیہ پر مبنی تھے۔ اماموں کی رائے شیعوں کے خلاف نہیں تھی مگر تقیہ کی بنا پر انہیں مجبوراً ایسا کہنا پڑا جس طرح کہ ان سے ابوبکر وعمر اور دیگر صحابہ کی مدح سرائی میں اقوال منقول ہیں ان کا سبب بھی تقیہ ہی ہے۔

---

[1] کتاب الاحتجاج از طبرسی ۲/ ۲٤ مطبوعه ایران یہی کلام ذرا مختلف الفاظ سے کشف الغمه از ربلی ۲/ ۲۳۱ مطبوعه بیروت میں بھی موجود ہے۔ نیز دیکھئے: الشیعه و اهل البیت ص ۳۰۲ مطبوعه لاهور.

تقیہ کے بارے میں شیعی دلائل اوران کا ردّ

شیعہ قوم اپنے عقیدے تقیہ یعنی کذب ونفاق کے جواز واستحباب کے لیے جن دلائل کا سہارا لیتی ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱- آیت: ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ o فَقَالَ إِنِّي سَقِيْمٌ o﴾

''ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھا اور کہا: میری طبیعت ٹھیک نہیں۔''

۲- آیت ﴿وَ جَآءَ إِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَ هُمْ لَهُ مُنْكِرُوْنَ o﴾

''یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے پاس آئے، یوسف نے انہیں پہچان لیا جب کہ ان کے بھائی انہیں نہ پہچان سکے۔''

۳- آیت ﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ﴾

''مگر جسے مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پہ مطمئن ہو۔'' (وہ اپنی جان بچانے کی خاطر کفر کا کلمہ کہہ سکتا ہے۔)

۴- حضرت ابو بکر کا دوران ہجرت کسی کافر کے پوچھنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا ''ھادٍ یھدینی الی السبیل'' ...... ''یہ میرے ہادی ہیں مجھے راستہ بتلاتے ہیں۔''

شیعوں نے ان آیات اور قول ابو بکرؓ سے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ تقیہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت ابو بکر نے تقیہ پر عمل کیا تھا حالانکہ ان نصوص میں شیعوں کے تقیہ کا شائبہ تک بھی نہیں۔

جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کا تعلق ہے تو اس سے توریہ کا ثبوت ملتا ہے تقیہ کا نہیں ''انی سقیم'' سے مراد ہے ''سقیم من عملکم'' یعنی تمہارے

شرکیہ اعمال کی وجہ سے میری طبیعت ناساز ہوگئی ہے۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو پہچان لینا اور انہیں اس سے آگاہ نہ کرنا یہ نہ تقیہ ہے نہ توریہ۔

جہاں تک قرآن مجید کی آیت ﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ کا تعلق ہے تو اس کا قطعاً یہ مفہوم نہیں کہ لوگوں کو کفر کی تعلیم دی جائے اور حلال کو حرام قرار دیا جائے۔ اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جان بچانے کی خاطر کفر کا کلمہ کہہ دے اور اس کا اعتقاد و ایمان اس (کفر کے کلمے پر) نہ ہو تو یہ جائز ہے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا تھا کہ "ھاد یھدینی السبیل" تو اس میں بھی توریہ ہے نہ کہ تقیہ۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے ہادی راہنما اور سیدھی راہ دکھانے والے نہیں تھے؟

شیعوں کے عقیدۂ تقیہ یعنی بغیر کسی مقصد کے جھوٹ بولنے اور اپنے عقیدے کے خلاف اظہار کرنے کے خلاف تو بہت سی آیات واحادیث وارد ہوتی ہیں جن میں حق کے اظہار، سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدة: ٦٧)

"اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ آپ کی طرف رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے آپ اسے لوگوں تک پہنچائیں اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو گویا آپ نے لوگوں تک اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا (آپ بلا خوف وجھجک حق کا اظہار کریں) آپ کو لوگوں کی تکلیفوں سے بچانا اللہ کی ذمہ داری ہے۔"

﴿الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا

اللّٰهَ﴾ (الاحزاب : ۳۹)

''وہ جو اللہ کے پیغامات لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور صرف اُسی سے ڈرتے ہیں، وہ اللہ کے علاوہ کسی سے بھی نہیں ڈرتے۔''

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (الحجر : ۹۴)

''اے نبی ﷺ! آپ کھل کر اللہ کے احکامات کی تبلیغ کریں اور مشرکوں کی پرواہ نہ کریں۔''

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا اسْتَكَانُوْا وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ٥﴾ (آل عمران : ۱۴۶)

''بہت سے انبیاء ایسے گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر اللہ والوں نے دشمنوں سے جہاد کیا اور اللہ کے راستے میں جو انہیں تکلیفیں پہنچیں وہ ان کی وجہ سے کمزور نہیں پڑے۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ٥﴾

(التوبه : ۱۱۹)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھی بنو۔''

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾

(الاحزاب : ۷۰)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صاف ستھری بات کہو۔''

حدیث نبوی ہے: ''عليكم بالصدق''...... ''سچ بولو''۔

نیز......

''كبرت خيانة ان تحدث، اخاك حديثا فهو لك به مصدق

وانت به کاذب" (ابوداود)

"یہ بہت بڑی بددیانتی ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو وہ تمہیں سچا سمجھ رہا ہو مگر تم اس کے ساتھ جھوٹ بول رہے ہو۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"ایمان یہ ہے کہ تم سچ کو جھوٹ پر ترجیح دو خواہ بظاہر تمہیں سچ میں اپنا نقصان اور جھوٹ میں اپنا فائدہ ہی کیوں نہ نظر آ رہا ہو۔"[1]

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تقیہ خوف کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور خوف کی دو قسمیں ہیں:

۱- جان ضائع ہونے کا خوف

۲- جسمانی ایذاء کا خوف

جہاں تک جان ضائع ہونے کا خوف ہے تو شیعہ کے بقول ان کے امام اپنے اختیار سے مرتے ہیں (یہ بحث پیچھے گزر چکی ہے) اس لیے خوف کی یہ قسم اماموں کے تقیے کا باعث نہیں بن سکتی۔

نیز شیعہ کے بقول اماموں کو غیب کا علم حاصل ہوتا ہے اس عقیدے کے مطابق ان کے امام اپنی موت کے وقت کا علم رکھتے ہیں چنانچہ یہ کہنا کہ اماموں کے تقیے کا سبب خوف علی النفس تھا عقلی و منطقی اعتبار سے بھی درست نہیں۔

جہاں تک خوف کی دوسری قسم ہے اسے بھی اماموں کے تقیے کا سبب قرار دینا ان کی توہین ہے اس لیے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اماموں نے جسمانی ایذاء و مشقت کے مقابلے میں کذب و منافقت کو اختیار کر لیا تھا تو یہ ان کی فضیلت نہیں بلکہ نقص شان

---

[1] نہج البلاغہ. یہ قول پیچھے بھی گذر چکا ہے نیز نہج البلاغہ میں یہ قول بھی پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے۔ جانبوا الکذب...... الخ نہج البلاغہ ص ۱۱۷.

ہے۔ اللہ کے راستے میں صعوبتوں کو برداشت کرنا اور ایذاء وتکالیف پہ صبر وتحمل سے کام لینا علماء وائمہ کا فریضہ ہے۔ بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ علماء نے اظہار حق کی خاطر بڑی بڑی جابر حکومتوں سے ٹکر لی اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ ❶ تو جنہیں ساری دنیا کے ہادی وراہنما اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیا جائے ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ استقامت کا مظاہرہ نہ کر سکے اور ایذاء وتکلیف کے خوف سے جھوٹ بولتے عوام کو دھوکہ دیتے اور حلال کو حرام قرار دیتے رہے حبِ اہلِ بیت نہیں بغضِ اہلِ بیت ہے۔

پھر یہ کہ اگر تقیہ کرنا فرض وواجب ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں چھ ماہ کا توقف کیوں کرتے؟" ❷

امام خازن "الا من اکرہ وقلبہ مطمئنّ بالایمان" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ❸

شیعہ اماموں کو (بقول شیعہ) خوف علی النفس تو درکنار جسمانی ایذاء کا بھی خوف نہیں تھا کیوں کہ وہ اس قدر قوتوں اور طاقتوں کے مالک تھے کہ انہیں ان کا کوئی دشمن گزند نہیں پہنچا سکتا تھا۔ طبرسی ذکر کرتا ہے:

---

❶ اس مسئلے میں خاص طور پر شیعہ حضرات کے لیے واقعہ کربلا میں نصیحت کا کافی سامان موجود ہے۔

❷ مختصر تحفہ اثنی عشریہ از شاہ عبدالعزیز دھلوی اختصار محمود شکری آلوسی تحقیق سید محب الدین خطیب ص ۲۹۵ مطبوعہ الریاض، سعودی عرب ومطبوعہ مکتبة السلفیہ القاھرہ۔

❸ تفسیر خازن ۱۳۶/۳۔

"اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جان کے خوف سے اضطراری حالت میں کلمۂ کفر کہنے پہ مجبور ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ تصریحاً کفر کا کلمہ اپنی زبان سے ادا نہ کرے بلکہ تعریض وتوریہ سے کام لے۔ البتہ اگر وہ اس سے بھی اجتناب کرے اور تکلیف پر صبر کرے تو یہ زیادہ افضل ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا اور زبان سے نہ تصریحاً اظہارِ کفر کیا اور نہ تعریضاً۔"

''ایک دفعہ'' عمر بن خطاب نے حضرت سلمان فارسی پر تشدد کرنا چاہا تو امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے غصہ میں آ کر عمر کو گریبان سے پکڑا اور زمین پہ گرا لیا۔''❶

شیعہ عالم راوندی کہتا ہے:

''ایک مرتبہ علی علیہ السلام نے عمر سے کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تم میرے شیعہ کا نازیبا الفاظ سے ذکر کرتے ہو؟ میں آج تمہیں اس امر پر متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ اتنا کہہ کر علیؓ نے اپنی کمان زمین پر پھینکی جس نے بہت بڑے آژدہے کی شکل اختیار کر لی۔ عمر گھبرا گئے اور آہ وزاری کرنے لگے کہ اے ابوالحسن! آئندہ میں کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ علی علیہ السلام نے آزدھے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اس نے دوبارہ کمان کی شکل اختیار کر لی اور عمر خوف زدہ ہو کر اپنے گھر چلے گئے۔''❷

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

''اگر تمام اہلِ زمین میرے مخالف ہو جائیں اور میرے مدّ مقابل آ جائیں تب بھی میں خوف زدہ ہونے والا نہیں ہوں۔''❸

یہ اختیارات وقدرات صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی مخصوص نہیں بلکہ سارے امام شیعہ کے مطابق انہی اختیارات اور اس طرح کی شجاعت کے مالک تھے شیعہ کے آٹھویں امام ابوالحسن علی رضا کہتے ہیں:

---

❶ مختصر التحیفة الاثنی عشریہ، ص: ۲۹۵

❷ کتاب الخرائج والجرائح از راوندی ص ۲۰، ۲۱ مطبوعہ بمبئی ہند ۱۳۰۱ ھ۔

❸ نہج البلاغة ۲/ ٦٥ مطبوعہ بیروت بحوالہ تحفہ شیعہ ۲/ ۵۱ مطبوعہ لاہور۔

''امام کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر اور شجاع ہو...... وہ مستجاب الدعوات ہو کر اگر وہ کسی پتھروں کی طرف اشارہ کر کے دعا مانگے تو اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں۔ اسی طرح امام کے پاس رسول اللہ ﷺ کا اسلحہ اور آپ ؐ کی تلوار ذوالفقار کا ہونا بھی ضروری ہے۔''❶

کلینی لکھتا ہے:

''امام، موسیٰ علیہ السلام کے عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا بھی مالک ہوتا ہے اسی طرح امام کے پاس اسم اعظم کا بھی علم ہوتا ہے جس کی موجودگی میں تیر وتلوار کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔''❷

ایسے حالات میں امام کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ وہ لوگوں کے خوف سے اپنے باطن کے خلاف عقیدے کا اظہار کرے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے غلط بات کہے؟ شیعوں کے نزدیک اس وقت تک تقیہ کرنا اور جھوٹ بولنا جائز بلکہ واجب وفرض ہے جب تک بارھواں امام غار سے ظاہر نہیں ہو جاتا۔ اردبیلی لکھتا ہے:

''امامِ رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: جس شخص نے قائم علیہ السلام کے خروج سے قبل تقیہ ترک کیا وہ ہم میں سے نہیں۔''❸

کلینی لکھتا ہے:

''قائم کے ظہور سے قبل خروج کرنے والا اس پرندے کی مانند ہے جو پَر نکلنے سے پہلے ہی اڑنے کی کوشش کرے اور بچے اسے پکڑ لیں یا پریشان

---

❶ کتاب الخصال از ابنِ بابویہ قمی ص ۲/ ۵۲۸، مطبوعہ ایران.

❷ اصول کافی از کلینی مطبوعہ ایران.

❸ ص ۳٤۱ بحوالہ تحفہ شیعہ ص ۵۰۷. مطبوعہ لاھور

کریں۔"❶

ابن بابویہ قمی لکھتا ہے:

"التقية واجبة لا يجوز رفعها الى ان يخرج القائم - فمن تركها قبل خروجه فقد خرج عن دين الله ودين الامامية"❷

"تقیہ کرنا (مخالفین سے جھوٹ بولنا اور منافقت کرنا) اس وقت تک واجب ہے جب تک قائم (آخری افسانوی امام) کا خروج نہیں ہو جاتا۔ قائم علیہ السلام کے خروج سے قبل اسے ترک کرنے والا اللہ کے دین اور امامیوں کے دین سے خارج ہے۔"

یہ ہے امامی شیعوں کا دین جو جھوٹ، مکر وفریب اور کذب ونفاق کی تعلیم دیتا ہے۔

﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾ (الزمر: ٣٦)

وصدق الله العظيم

---

❶ كتاب الروضه از كلينى ص ١٢٤ بحواله تحفه شيعه ٢/ ٥٠٧، ٥٠٨.

❷ الاعتقادات از ابن بابويه قمى۔ فصل التقيه. بحواله تحفۂ شيعه: ٥٠٧/٢ مطبوعه لاهور

کیا شیعہ ختم نبوت کے منکر ہیں؟

شیعہ اور عقیدہ ختم نبوت

عقیدۂ ختم نبوت پہ ایمان کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں کہلا سکتا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے اور ان کی سرگرمیوں پر بھی ایک حد تک پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں ان کے نزدیک سلسلہ نبوت منقطع نہیں ہوا بلکہ وہ جاری وساری ہے اگرچہ وہ ظلی وبروزی کی تقسیم کرتے ہیں تاہم اس تقسیم کا کتاب وسنّت میں کوئی وجود نہیں۔

قادیانیوں سے بھی پہلے جس مکتبۂ فکر نے ''امامت'' کے نام پہ ختم نبوت کا انکار کیا وہ شیعہ مکتبۂ فکر ہے۔ ان کے نزدیک ''امامت'' کا وہی مفہوم ہے جو مسلمانوں کے نزدیک ''نبوت'' کا ہے۔ میں نے اس انتہائی نازک اور حساس موضوع پر قلم کو جنبش نہیں دی تا وقتیکہ میں نے علامہ ظہیر شہید کی تصنیفات کے علاوہ خود شیعہ مراجع ومصادر کا بغور مطالعہ نہیں کر لیا۔ مختلف شیعی کتب کے مطالعہ کے بعد جب میرے پاس دلائل وبراہین کی اتنی بڑی تعداد جمع ہو گئی جن پر ایک ایسی عمارت ایستادہ کی جا سکے کہ جس میں بیٹھے ہوئے حریف کو دلائل کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے بغیر کوئی چارہ کار اور راہ فرار نہ ہو تب میں نے اللہ کے فضل سے اس موضوع پر اپنی قلم کو حرکت دینے کی جسارت کی مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ العزیز یہ مقالہ قارئین کی بھرپور التفات وتوجہ حاصل کرے گا۔

(ثاقب)

اُس فکر کہ جس پہ شیعہ مذہب کی عمارت اور اُس فکر کے درمیان کہ جس پہ شریعتِ اسلامیہ کی عمارت ایستادہ ہے ایک واضح فرق ہے یہ کہ اسلام کے برعکس شیعہ مذہب میں ختمِ نبوت کا کوئی تصور نہیں۔

شاید قارئین کرام اتنی عبارت پڑھ کر میرے اوپر انتہا پسندی اور تطرف کا حکم لگا دیں مگر جب وہ اُن کثیر التعداد دلائل کا مطالعہ کریں گے جو اس مقالہ میں بیان کیے ہیں تو یقیناً انہیں اپنی رائے تبدیل کرنے کے سوا کوئی مفر نہیں ہوگا انہیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ میں نے اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پہ عمل کیا ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ (المائدہ: ۸)

"تمہیں کسی قوم کی مخالفت عدل وانصاف سے روگردانی پر مجبور نہ کرے اختلاف کے باوجود عدل وانصاف کرنا تمہاری ذمہ داری ہے اور تقویٰ کا بھی یہی تقاضا ہے۔"

ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ اہلِ سنت کے ساتھ ساتھ خود شیعہ مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے اکثر حضرات کو بھی شیعہ مذہب کے عقائد اور اس کی تاریخ کا علم نہیں ہے۔ وہ اپنی سادہ لوحی کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ شائد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ذکر پر آنسو بہا لینے، ماتم کر لینے اور تعزیہ نکال لینے کا نام ہی شیعہ مذہب ہے ہمیں یقین ہے کہ اگر خود شیعہ حضرات کو بھی شیعی عقائد کا علم ہو جائے تو یقیناً وہ اس مذہب سے توبہ کرنے میں ہی اپنی عاقبت کی بہتری خیال کریں۔

امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کا شیعہ قوم پہ یہ احسانِ عظیم ہے کہ آپؒ نے اپنی تصنیفات اور محاضرات کے ذریعے شیعہ مذہب کی اصلیت اور تاریخی حیثیت واضح کی تا کہ شیعہ قوم کا وہ طبقہ جو صرف اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے شیعہ عقائد کو اختیار کیے

ہوئے ہے حقیقت سے آگاہ ہو کر اُس مذہب سے توبہ کر کے اپنی عاقبت سنوارنے کی طرف توجہ دے سکے کہ جس مذہب کا اس دین سے کوئی تعلق نہیں جو اللہ تعالیٰ نے جبریلِ امین کے واسطے سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پہ نازل فرمایا تھا۔

عقیدہ ختم نبوت سے انکار بھی اُن عقائد میں سے ہے جن کا اہلِ سنّت کے ساتھ ساتھ خود شیعہ اکثریت کو بھی علم نہیں۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جس سے آگاہی کے بعد شیعہ قوم کے صاحبِ بصیرت طبقے سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ اس مذہب سے اپنا تعلق ختم کر لے۔

شیعہ قوم اپنے بارہ اماموں کو اُن صفات سے متصف کرتی ہے جو کہ نبوت کا خاصہ ہیں۔

۱- ان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونا۔

۲- اُن کا معصوم عن الخطا ہونا۔

۳- ان کی اطاعت کا فرض ہونا۔

۴- ان پر وحی اور فرشتوں کا نزول ہونا۔

یہ چاروں صفات اگر کسی بھی انسان میں مان لی جائیں تو اس میں اور انبیائے کرام میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ جب کوئی شخص کسی کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ:

۱- وہ اللہ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہے۔

۲- وہ معصوم عن الخطا ہے۔

۳- اس کی اطاعت فرض ہے۔

۴- اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔

تو گویا کہ وہ اسے اللہ کا نبی خیال کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا ہے۔

شیعہ مذہب میں بارہ اماموں کو یہ چاروں حیثیتیں حاصل ہیں چنانچہ اس مذہب میں محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی نہ تھے۔ اور نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ بلکہ ''امامت'' کے لبادے میں نبوت جاری وساری رہی اور بارہ امام نہیں بلکہ بارہ نبی تھے۔

اب ہم ان چاروں صفات یعنی بعثت، عصمت، وجوب اطاعت اور نزولِ وحی کو خود شیعہ کتب کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں کہ شیعہ مذہب کے مطابق بارہ امام ان چاروں صفات سے متصف ہیں۔

ا۔ بعثت:

مشہور شیعہ عالم جسے شیعہ قوم نے ''خاتمة المحدثين'' کا لقب دے رکھا ہے یعنی ''ملا باقر مجلسی'' اپنی مشہور کتاب ''حق اليقين'' میں لکھتا ہے:

''بارہ امام اللہ کی طرف سے منصوص یعنی مبعوث ہیں۔''[1]

شیعہ قوم کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارہ اماموں کو بذریعہ نص یا کہہ لیجئے آرڈیننس کے ذریعے نامزد کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ پہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نص نازل ہوئی تھی جس میں اماموں کو نامزد کیا گیا تھا۔ اس نص کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے امام تھے اور محمد بن الحسن العسکری آخری امام۔ چنانچہ شیعوں کے ''شیخ صدوق'' ابنِ بابویہ قمی، محمد بن یعقوب کلینی، اور مشہور شیعہ عالم طوسی نے اپنی کتب میں روایت بیان کی ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر وفات سے قبل ایک کتاب نازل فرمائی اور کہا: ''يا محمد! هذه وصيتك الى النجبة من اهلك کہ اے محمد ﷺ! یہ تیرے خاندان کے معززین کے لیے وصیت ہے۔

آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: میرے خاندان کے معززین کون لوگ ہیں؟ جبریل نے کہا: علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد میں سے فلاں فلاں۔

[1] حق اليقين ٤٧.

اس کتاب پر سنہری رنگ کی مہریں لگی ہوئی تھیں، آپ نے وہ کتاب امیر المؤمنین علیہ السلام کے سپرد کر دی چنانچہ علی علیہ السلام نے ایک مہر کو کھولا اور اس وصیت کے مطابق دورِ امامت میں عمل کیا پھر حضرت حسن علیہ السلام نے دوسری مہر کو کھولا اور وصیت کے مطابق عمل کیا حتیٰ کہ وہ کتاب آخری امام تک پہنچ گئی۔'' (1)

شیعوں کا ''امام بخاری'' محمد بن یعقوب کلینی حضرت جعفر کی طرف منسوب کرتے ہوئے اصولِ کافی میں لکھتا ہے:

"ان الامامة عهد من الله عز وجل معهود الرجال مسمين، ليس للامام ان يزويها عن الذي يكون من بعده"

''امامت اللہ عز وجل کی طرف سے ایک منصب ہے جس پر چند برگزیدہ اور متعین ہستیاں فائز ہیں! کوئی امام اپنے اختیار سے اپنے بعد والے امام کو اس منصب سے محروم کر کے کسی اور کو اس پہ فائز نہیں کر سکتا۔'' (2)

یعنی بارہ اماموں میں سے ہر ایک کا تقرر و تعین اللہ کی طرف سے ہوا ہے، امامت ایک منصبِ الٰہی ہے وہی جسے چاہتا ہے امام مقرر کرتا ہے۔

شیعہ اکابرین کا کہنا ہے:

"يجب على الله نصب الامام كنصب النبي" (3)

''اللہ تعالیٰ کا فرض ہے کہ وہ امام کو بھی اسی طرح مقرر کرے جس طرح کہ

---

(1) عیون اخبار الرضا از ابن بابویہ قمی ج۱ ص۴۳، اصول کافی ۱/۲۸۰، کمال الدین وتمام النعمة از قمی ۲/۶۶۹، امالی الصدوق ۳۲۸، امالی الطوسی ۲/۵۲، کتاب الغیبہ از طوسی ۹۰۔

(2) اصول کافی از کلینی باب ان الامامة عهد من الله۔

(3) ملاحظہ ہو: منہاج الکرامہ از علی صفحہ ۷۲، اعیان الشیعہ ۱/۶، الشیعہ فی التاریخ از محمد حسین الزین صفحہ ۴۴، اصول المعارف از محمد موسوی صفحہ ۸۲۔

وہ نبی کو مقرر کرتا ہے۔"

یعنی امامت کا منصب بھی نبوت کی طرح اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔

اس عقیدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ شیعوں کے نزدیک اللہ کی طرف سے مقرر کردہ پہلے امام تھے ❶ اور ان کی امامت پہ ایمان لانا اسی طرح فرض تھا جس طرح کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پہ ایمان لانا اس کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور شیعہ عالم مفید لکھتا ہے:

"امامیوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ نے اپنے بعد امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو خلیفہ نامزد کیا تھا چنانچہ ان کی خلافت وامامت کا منکر، دین کے لیے اہم فرض اور بنیادی رکن کا منکر تصور ہوگا۔" ❷

شیعہ عقیدے کے مطابق امت مسلمہ کے وہ تمام مکاتب فکر جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ مانتے ہیں وہ نہ صرف دینِ اسلام کے ایک بنیادی رکن بلکہ سرے سے نبوت ہی کے منکر ٹھہرتے ہیں، کیونکہ "علی علیہ السلام کی امامت کا انکار تمام انبیائے کرام کی نبوت کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔" ❸

محمد بن یعقوب کلینی حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اللہ نے علی علیہ السلام کو اپنی مخلوق کے لیے نشانِ ہدایت بنا کر مبعوث کیا ہے۔ جس نے ان کی معرفت حاصل کر لی وہ مومن قرار پائے گا، جو ان

---

❶ اس کی مزید وضاحت شیعہ کے مروجہ کلمہ سے بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:
"لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله وصی رسول الله وخلیفة بلا فصل"
ملاحظہ ہو تحفة العوام مقبول از سید منظور حسین نقوی (ص/ ٹائیٹل) مطبوعہ افتخار بکڈپو لاہور

❷ اوائل المقالات از مفید صفحہ ۴۸۔

❸ ملاحظہ ہو: اعتقادات الصدوق نقل از مقدمة البرهان صفحه ۱۹۔

سے بے خبر رہے گا وہ گمراہ کہلائے گا، اور جس نے ان کے ساتھ کسی اور کو بھی۔ (خلافت وامامت میں) شریک کیا اسے مشرک کہا جائے گا۔" ❶

شیعہ محدث ابن بابویہ قمی کہتا ہے:

"لیس لاحد ان یختار الخلیفة الا اللہ عز وجل" ❷

"خلیفہ کو منتخب کرنے کا اختیار اللہ عز وجل کے علاوہ کسی کو نہیں۔"

مقصود یہ ہے کہ وہ تمام خلفاء جنہیں مسلمان عوام نے منتخب کیا تھا خواہ وہ خلفائے راشدین ہی کیوں نہ ہوں غیر شرعی خلفاء تھے، خلافت وامامت صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک صریح نص کے ذریعے ان کے سر پر تاجِ امامت رکھا گیا تھا۔

طبرسی لکھتا ہے:

"بارہ اماموں میں سے ہر ایک اللہ کی طرف سے منصوص یعنی مقرر کردہ تھا۔" ❸

شیعہ فرقے کے اس عقیدے کو بڑے واضح اور دوٹوک الفاظ میں بیان کرتے ہوئے "اصل الشیعة واصولها" کا مصنف لکھتا ہے:

"الامامة منصب الٰهی کالنبوة" ❹

"امامت بھی نبوت کی طرح وہبی اور خدائی منصب ہے۔"

ان تمام نصوص وعبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ علماء اپنے اماموں کو انبیاء ورسل کی مانند اللہ کی طرف سے مبعوث سمجھتے ہیں جب کہ امت مسلمہ کے نزدیک بعثت فقط

---

❶ اصول کافی ۱/۴۳۷۔

❷ کمال الدین از ابنِ بابویہ قمی صفحہ۹۔

❸ اعلام الوری صفحہ۶۰۲، عقیدة الشیعة فی الامامة از شریعتی صفحہ ۸۳۔

❹ اصل الشیعة واصولها از کاشف الغطاء صفحہ۱۰۳۔

انبیائے کرام اور رسل اللہ کی خاصیت ہے تو گویا غیر انبیاء کی نسبت مبعوث ہونے کا عقیدہ رکھنا انکار ختم نبوت کی طرف پہلا قدم تھا جو ابن سبا نے اٹھایا اور باقی سبائیوں نے اس کی پیروی کی جو آگے چل کر شیعہ مذہب کی بنیاد بنا۔

۲۔ عصمت:

امت مسلمہ کے نزدیک عصمت صرف انبیاء ورسل کا خاصہ ہے، رسول اللہ ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کا معنی ہی یہ ہے کہ آپ خاتم المعصومین بھی ہیں، انبیاء کے علاوہ کوئی دوسری شخصیت معصوم عن الخطا نہیں مگر شیعہ علماء کہتے ہیں کہ ائمہ بھی اس صفت میں انبیائے کرام کے ہم پلّہ وشریک ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کی حفاظت وصیانت اور انہیں غلطیوں سے پاک کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ بعینہ بارہ امام بھی ہر قسم کی غلطی اور لغزش سے، پاک ہیں۔

چنانچہ شیعہ محدث طوسی لکھتا ہے:

"العصمة عند الامامية شرط اساسى لجميع الانبياء والائمة عليهم السلام سواء فى الذنوب الكبيرة والصغيرة قبل النبوة والامامة وبعدهما على سبيل العمد والنسيان، وهكذا العصمة عن كل الرذائل والقبائح" [1]

''امامیوں کے نزدیک انبیاء اور اماموں کا معصوم ہونا نبوت وامامت کی بنیادی شرط ہے۔ انبیاء وائمہ کبیرہ وصغیرہ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہیں، ان سے نبوت وامامت سے پہلے غلطی کے صدور کا امکان ہے نہ نبوت وامامت کے بعد، وہ عمداً گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں نہ نسیاناً، اسی طرح وہ ہر قسم کی غیر اخلاقی اور انسانی مروت کے خلاف حرکات سے بھی معصوم

[1] تلخیص الشافی از طوسی ۱/ ۶۲.

ہوتے ہیں۔ نیز امام چونکہ واجب الاطاعت ہوتا ہے اس لیے اس کا معصوم ہونا ضروری ہے۔''

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

"اجماع الامامية منعقد على انّ الامام مثل النبى صلى الله عليه وآله معصوم من اول عمره الى آخر عمره من جميع الذنوب الصغائر والكبائر"❶

''امامیوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام بھی نبی ﷺ کی طرح صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے از پیدائش تا وفات معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔''

ابن بابویہ نے اپنی کتاب "کمال الدین وتمام النعمه" میں "وجوب عصمة الامام" کا ایک عنوان قائم کیا ہے جس کے تحت اس نے مختلف روایات کا سہارا لے کر بے بنیاد قسم کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ ایک جگہ لکھتا ہے:

''اگر ہم کسی امام کی امامت کو تو مان لیں مگر اس کے معصوم ہونے پر ایمان نہ لائیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ہم نے اس کی امامت کو ہی نہیں مانا۔''❷

یعنی عصمت کے بغیر امامت کا تصور ادھورا اور نامکمل ہے۔ جس طرح یہ کہنا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نبی تو ہیں مگر معصوم نہیں انکار نبوت کو مستلزم ہے اسی طرح بارہ اماموں میں سے کسی کی عصمت پر ایمان نہ لانا اس کی امامت کے انکار کو مستلزم ہے۔

طبرسی اپنی کتاب اعلام الوریٰ میں لکھتا ہے:

"الامام لا بد ان يكون معصوماً"❸

---

❶ حق الیقین از مجلسی صفحہ ٤٠، عقیدۃ الشیعه فی الامامة صفحه ٢٣٤.

❷ کمال الدین از ابن بابویہ ١/٨٥.

❸ اعلام الوریٰ از طبرسی صفحه ٢٠٦.

"امام کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے۔"

نیز......

"انبیاء اور اماموں کے بارے میں ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ ہر قسم کی برائی سے محفوظ ہیں، نہ کی صغیرہ گناہ کا صدور ان سے ممکن ہے نہ کبیرہ گناہ کا، ان کی عصمت کا انکار کرنے والا ان کی عظمت کا منکر اور ان کی فضیلت سے ناآشنا ہے۔" ❶

رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے ایک شیعہ عالم لکھتا ہے:

"انا وعلی والحسن والحسین والتسعة من ولد الحسین مطھرون معصومون" ❷

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں، علی، حسن، حسین اور حسین کی اولاد میں سے نو امام معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں۔"

نیز......

"امام کے لیے معصوم ہونا اس لیے ضروری ہے کہ امام کی بعثت کا مقصد مظلوموں کی داد رسی اور زمین میں عدل وانصاف کا قیام ہوتا ہے اور اگر امام سے بھی غلطی صادر ہونے کا امکان ہو تو اس کی اصلاح کے لیے کسی دوسرے امام کی ضرورت پڑے گی اور یوں تسلسل لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔" ❸

ابن بابویہ قمی اپنی کتاب معانی الاخبار میں لکھتا ہے:

---

❶ بحار الانوار از مجلسی ۷۲/۱۱.

❷ عیون اخبار الرضا از ابن بابویہ قمی ٦٤/١ الشیعه فی الامامة از محمد باقر شریعتی صفحه۲۲۸.

❸ عقیده الشیعة فی الامامة از شریعتی صفحه۲۲۸.

''ابن ابی عمر سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں نے ہشام بن حکم سے پوچھا: کیا امام معصوم ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

راوی کہتا ہے: میں نے پوچھا: اوصافِ عصمت کیا ہیں؟ کہا: تمام گناہوں کو ہم چار قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱۔حرص ۲۔حسد ۳۔غضب ۴۔اور شہوت

امام حریص اس لیے نہیں ہوتا کہ ساری دنیا اس کے قبضے میں ہوتی ہے وہ خود دنیا کا مالک ہوتا ہے۔ حاسد اس لیے نہیں ہوتا کہ اس کا رتبہ سب سے بلند ہوتا ہے اور انسان حسد اس سے کرتا ہے جو اس سے بالا ہو۔ اُسے غصہ اس لیے نہیں آتا کہ اس کی ساری جدو جہد کا محور اللہ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ دنیاوی خواہشات ولذات کا تتبع اس لیے نہیں ہوتا کہ اسے آخرت اسی طرح محبوب ہوتی ہے جس طرح ہمیں دُنیا۔

گناہ کی یہ چار قسمیں ہیں اور ان چاروں سے امام محفوظ ہوتا ہے۔'' [1]

شیعہ کا چوتھی صدی کا عالم ''الحرانی'' اپنی کتاب ''تحف العقول عن آل الرسول'' میں لکھتا ہے:

''الامام مطهر من الذنوب، مبرّء من العيوب'' [2]

''امام گناہوں سے پاک اور عیوب سے صاف ہوتا ہے۔''

شیعہ کہتے ہیں:

''وجوب عصمة النبی صلی الله علیه وآله مع عدم وجوب عصمة الامام علیه السلام مما لا یجتمعان ...... کلما

---

[1] معانی الاخبار از قمی صفحه ۱۳۱، ۱۳۲، امالی الصدوق صفحه ۵۰۵.

[2] تحف العقول صفحه ۳۲۸.

وجب عصمة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجب عصمة الامام“ ❶

”نبی اور امام دونوں معصوم ہیں، ایک کی عصمت اور دوسرے کی عدمِ عصمت کا اجتماع ناممکن ہے...... نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے تو امام کا معصوم ہونا بھی ضروری ٹھہرے گا۔“

یعنی یہ کہنا کہ نبی اکرم ﷺ تو معصوم عن الخطا ہیں اور بارہ اماموں میں سے کسی امام کے متعلق یہ کہنا کہ وہ غیر معصوم ہے۔ شیعہ دین کے مطابق درست نہیں عصمت آئمہ کے بارے میں آخری نص نقل کر کے ہم اس موضوع کو سمیٹتے ہیں۔ مشہور شیعہ عالم محسن امین اپنی کتاب ”اعیان الشیعة“ میں کہتا ہے:

”یجب فی الامام ان یکون معصوماً کما یجب فی النبی“ ❷

یعنی...... ”امام کے متعلق معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنا بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح نبی کے متعلق معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنا واجب ہے۔“

ان تمام نصوص واقتباسات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شیعہ دین میں جس طرح امام انبیائے کرام کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ اور اس کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے اسی طرح وہ معصوم عن الخطا بھی ہوتا ہے۔

انکار ختم نبوت کی طرف شیعہ علماء کی طرف سے اٹھایا جانے والا یہ دوسرا قدم تھا۔

وجوب اطاعت:

تیسرے نمبر پر شیعہ فقہا ومحدثین نے انکار ختم نبوت کے لیے جو عقیدہ وضع کیا وہ

---

❶ عقیدة الشیعة فی الامامة صفحہ ۲۳۶.

❷ اعیان الشیعة از محسن امین ۱۰۱/۱.

یہ تھا کہ اماموں کی اطاعت لوگوں پر فرض ہے یعنی جس طرح انبیائے کرام کے ارشادات وفرامین سے روگردانی کرنا کفر ہے اسی طرح اگر کوئی شخص بارہ اماموں میں سے کسی امام کی نافرمانی کرتا ہے یا اس کی اطاعت واتباع کو فرض نہیں سمجھتا تو وہ بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لیے کہ وہ بھی انبیائے کرام کے ہم پلّہ اور حاملینِ اوصافِ نبوت ہیں۔ ابن بابویہ قمی اور ابن شیعہ حرانی متوفی ۳۸۱ھ شیعہ کے آٹھویں امام علی بن موسیٰ رضا سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امامت انبیاء کا رتبہ ہے امام اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ امام اسلام کی بنیاد بھی ہے اور اس کی شاخ بھی۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر فرائض وواجباتِ دین امام کے بغیر قبول نہیں ہوتے۔ امام کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اشیاء کو حلال یا حرام قرار دے۔ امام اللہ کا خلیفہ اور اس کی طرف سے اس کے بندوں پر حجت ہوتا ہے۔ پوری کائنات میں امام سب سے زیادہ افضل ہوتا ہے کوئی اس کا ہم مرتبہ نہیں ہوتا۔ یہ فضائل (نبوت کی طرح) وہبی اور غیر کسبی ہیں۔ امام نبوت کا خزانہ ہے اس کے حسب ونسب پر تنقید نہیں کی جا سکتی۔ آخر میں بقول شیعہ امام علی رضا، کہتے ہی:

"مستحق للرئاسة مفترض الطاعة"

یعنی...... ''اقتدار کا حق صرف امام کو ہوتا ہے، اس کی اطاعت لوگوں پر فرض ہوتی ہے۔'' [1]

امام کے واجب الاطاعت ہونے کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے شیعہ محدث طوسی لکھتا ہے:

''حضرت ہارون علیہ السلام کی اطاعت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ان کی

---

[1] امالي الصدوق صفحه ٥٤٠، كمال الدين ٢/٦٧٧، تحف العقول للحراني صفحه ٣٢٦.

امت پر فرض تھی اس لیے کہ وہ شریکِ نبوت تھے، اور ظاہر ہے کہ اگر ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہتے تب بھی ان کی اطاعت امت پر فرض رہتی 'ور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو وہ تمام مراتب عطا کیے تھے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دیئے گئے تھے چنانچہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر علی علیہ السلام کی اطاعت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح) فرض رہی۔'' [1]

قارئین اسی ایک نص سے ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ شیعہ دین میں امامت اور امام کا مفہوم کیا ہے اور یہ کہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ نہیں بلکہ وہ آپ کی نبوت میں شریک اور آپ کے ہم رتبہ وہم پلّہ تھے۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے طوسی لکھتا ہے:

"علیّ من الرسول الله صلی الله علیه وآله كنفسه، طاعته كطاعته ومعصيته كمعصيته" [2]

''علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مثل ہیں، ان کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے اور ان کی معصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت ہے۔''

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ برابر تھا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث، معصوم اور واجب الاطاعت تھے اسی طرح علی رضی اللہ عنہ بھی مبعوث، معصوم اور واجب الاطاعت تھے، رسالت اور امامت میں لفظی فرق تو ضرور ہے مگر حقیقت میں دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ عیاذاً باللہ.

چھٹی صدی ہجری کا مشہور شیعہ محدث ابوجعفر طبرسی اپنی کتاب "بشارة

---

[1] تلخيص الشافي از طوسی ٢/ ٢١٠.

[2] تلخيص الشافي از طوسی صفحه ٨١.

المصطفیٰ لشیعة المرتضیٰ" میں بیان کرتا ہے:

"ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت علی کا یہ کہنا درست ہے کہ اللہ نے انہیں اپنی مخلوق کے لیے امیر مقرر کیا ہے؟ اس شخص کا یہ سوال سُن کر آپ غصہ میں آ گئے اور فرمایا: علی مومنوں کے امیر ہیں، اللہ نے ان کی امارت کا فیصلہ فرشتوں کو گواہ بنا کر اپنے عرش پہ کیا ہے۔ علی اللہ کے خلیفہ اور مسلمانوں کے امام ہیں۔ علی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ ان کی معصیت اللہ کی معصیت ہے۔ ان کی پہچان میری پہچان ہے۔ ان کی امامت کا منکر میری نبوت کا منکر ہے۔ اور ان کی امامت کا منکر میری رسالت کا منکر ہے۔ میں، علی، فاطمہ، حسن، حسین اور باقی نو امام اللہ کے بندوں پر حجت ہیں۔ ہمارا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور ہمارا دوست اللہ کا دوست ہے۔" ❶

اس روایت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ بارہ اماموں کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی طرح امت پر فرض ہے۔

شیعہ، علی رضا (آٹھویں امام) سے نقل کرتے ہیں:

"آپ نے فرمایا: الناس عبید لنا فی الطاعة" ❷

یعنی ...... "لوگ اطاعت کے اعتبار سے ہمارے غلام ہیں۔"

مجلسی لکھتا ہے:

"طاعة الائمة واجبة علی الناس فی اقوالهم وافعالهم" ❸

---

❶ بشارۃ المصطفیٰ از طبرسی متوفی ۵۳۳، مطبوعہ نجف، عراق۔

❷ ایضاً صفحہ ۷۰۔

❸ حق الیقین از مجلسی ۔ باب اثبات الامامة صفحہ ۴۱۔

لوگوں پر اماموں کے اقوال وافعال کی اطاعت فرض ہے "بحار الانوار" میں لکھتا ہے:

ان اطاعته الائمة كطاعتة الرسول ومعصيتهم كمعصية الرسول۔ ❶

"اماموں کی اطاعت رسول کی اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی رسولؐ کی نافرمانی ہے۔"

ابو خالد کابلی سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"میں حضرت علی زین العابدین (شیعہ کے چوتھے امام) کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے پوچھا: اے صاحبزادۂ رسول! ہمارے اوپر اللہ کی طرف سے کن کی اطاعت فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: "علی علیہ السلام کی پھر حسن اور حسین علیہما السلام کی۔ اور اب یہ سلسلہ ہم تک پہنچ چکا ہے۔" ❷

کلینی لکھتا ہے:

"امام جعفر فرماتے ہیں:

"نحن قوم معصومون، امر الله تبارك وتعالیٰ بطاعتنا، ونهى عن معصيتنا، نحن الحجة البالغة على من دون السماء وفوق الارض" ❸

"ہم سب (بارہ امام) معصوم عن الخطا ہیں، اللہ نے ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے اور ہماری نافرمانی سے منع فرمایا ہے ہم آسمان سے نیچے اور زمین کے

---

❶ بحار الانوار از مجلسی ۲۵/ ۳۶۱ مطبوعہ بیروت وعقیدۃ الشیعہ فی الامامة ص ۲۰۹.

❷ بحار الانوار از مجلسی۔ باب نص علی بن [illegible]

❸ اصول کافی ۲/ ۲٦۹

اوپر رہنے والوں کے لیے اللہ کی طرف سے حجت ہیں۔"

بارہ اماموں میں سے کسی امام کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہی کلینی لکھتا ہے۔

انہوں نے کہا:

"طاعتی مفترضة مثل طاعة علی وکذلك الائمة من بعدی"❶

"میری اطاعت علیؓ کی اطاعت کی طرح فرض ہے، اسی طرح میرے بعد آنے والے اماموں کی اطاعت بھی فرض ہے۔"

اسی بنا پر شیعہ مفسر "البحرانی" کہتا ہے:

"من جحد امامة امام الله فهو کافر مرتد"❷

"بارہ اماموں میں سے کسی امام کی امامت کا انکار کرنے والا کافر ومرتد ہے۔"

مشہور شیعہ عالم "مفید" مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"امامیوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شخص کسی امام کی امامت پہ ایمان نہ لائے اور اس کی اطاعت کی فرضیت کو تسلیم نہ کرے "فهو کافر ضالّ مستحق الخلود فی النار"❸

یعنی......"وہ کافر، گمراہ اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے۔"

اسی سلسلے میں ابن بابویہ قمی جسے شیعوں نے "صدوق" کا لقب دے رکھا ہے اپنی کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس شیعی عقیدے کو بیان کرتا ہے:

---

❶ اصول کافی ۱/۱۸۷.

❷ تفسیر البرهان، مقدمه صفحه ۲۱.

❸ کتاب المسائل از مفید نقل از مقدمة البرهان للبحرانی صفحه ۲۰.

"اعتقادنا فيمن جحد امامة امير المؤمنين علی بن ابی طالب عليه السلام وائمة من بعده انه كمن جحد نبوة جميع الانبياء" ❶

"جو شخص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور دیگر (گیارہ) اماموں کی امامت پہ ایمان نہ لائے ہمارا اس کے متعلق عقیدہ ہے کہ وہ اس شخص کی مانند ہے جو تمام انبیائے کرام کی نبوت کا منکر ہو۔"

بحرانی لکھتا ہے:

"ان الائمة مثل النبیّ فی فرض الطاعة والافضلية" ❷

"بارہ امام وجوب اطاعت اور افضلیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ وہم مرتبہ ہیں۔"

یعنی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع امت پر فرض ہے اسی طرح بارہ اماموں کی اطاعت واتباع بھی فرض ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا منکر کافر ومرتد ہے اسی طرح اماموں کی اطاعت کا منکر بھی کافر ومرتد ہے۔

ابن بابویہ قمی کہتا ہے:

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"نحن معدن النبوة ونحن موضع الرسالة......"

"ہم نبوت کا خزانہ ہیں اور جائے رسالت ہیں، ہمارے پاس فرشتوں کی آمد ورفت رہتی ہے۔" ❸

---

❶ اعتقادات الصدوق صفحه ۱۱۳، عقيدة الشيعة فی الامامه صفحه ۱۴۱.

❷ تفسير البرهان مقدمه صفحه ۱۹.

❸ كمال الدين از ابن بابويه قمی ۱/۲۰۶.

طوسی کی کتاب "تلخیص الشافی" کا محشی سید حسین بحر العلوم لکھتا ہے:

"ان منطق الامامة هو منطق النبوة بالذات، والهدف الذی من اجله وجبت النبوة هو نفسه الهدف الذی من اجله تجب الامامة."[1]

"امامت کا وہی فلسفہ ہے جو نبوت کا ہے، اسی طرح جن مقاصد کی تکمیل کے لیے نبوت کا اجراء کیا گیا وہی مقاصد امامت کے بھی ہیں۔"

مزید لکھتا ہے:

"الامامة اذن قرین النبوة"[2]

"یعنی بنا بریں یہ کہا جا سکتا ہے کہ امامت نبوت کے ہم پلّہ ہیں۔"

اور ظاہر ہے جب امامت نبوت کے ہم پلّہ وہم رتبہ ہے تو امام بھی نبی ورسول کے ہم پلّہ وہم رتبہ ہوگا۔ بلکہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بارہ امام انبیائے کرام سے افضل واعلیٰ ہیں، چنانچہ شیعہ راہنما خمینی لکھتا ہے:

"ان من ضروریات مذهبنا انه لا ینال احد المقامات الروحیة للائمة حتی ملك مقرب ولا نبیّ مرسل، وهذا من الأسس والأصول التی قام علیها مذهبنا"[3]

یعنی...... "یہ ہمارے مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے کہ جو مراتب ومقامات اماموں کو حاصل ہیں ان تک کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی رسول بھی نہیں پہنچ سکتا، اس عقیدے پر ہمارے مذہب کی بنیاد ہے۔"

---

[1] تلخیص الشافی از طوسی۔ حاشیہ ۱۳۱/۴، ومثلہ فی "عقیدة الشیعة فی الامامة" صفحہ ۲۰۳.
[2] ایضاً.
[3] ولایت فقیہ درخصوص حکومت اسلامی صفحہ ۵۸، مطبوعہ ایران.

خمینی نے اپنا یہ عقیدہ اکابرین شیعہ کی کتب سے اخذ کیا ہے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

"ان الائمة افضل من الانبیاء" ❶

"امام انبیاء سے افضل ہیں۔"

الحر العاملی لکھتا ہے:

"الائمة الاثنا عشر افضل من سائر المخلوقات من الانبیاء والاوصیاء السابقین" ❷

"بارہ امام سابقہ تمام انبیاء و اوصیاء اور ساری کائنات سے افضل ہیں۔

شیعہ محدث ابن بابویہ قمی نے اپنی کتاب "عیون اخبار الرضاء" میں عنوان قائم کیا ہے "افضیلة الائمة علی جمیع الانبیاء" ❸ یعنی امام تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ رسول اللہ کے علاوہ باقی تمام انبیاء اکرام سے اماموں کے افضل ہونے کی شیعہ کتب میں تصریح موجود ہے مگر رسول اللہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ الائمة بمنزله رسول الله صلی الله واله وسلم . اماموں کا رتبہ رسول اللہ ﷺ کے برابر ہے۔

حالانکہ یہ محض تکلفاً اور عوامی ردّعمل سے بچنے کے لیے کہا گیا ہے حقیقت میں یہ لوگ اپنے اماموں کو رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل قرار دیتے ہیں۔ ❹

بہر حال یہ بحث تو ضمناً آ گئی، موضوع چل رہا تھا شیعوں کے عقیدۂ انکار ختم نبوت کا۔ ہم نے بیان کیا تھا کہ شیعوں کے نزدیک اماموں کی اطاعت فرض ہے اب ہم اماموں پر نزول وحی کے عقیدے کی وضاحت کرتے ہیں۔

❶ بحار الانوار از مجلسی ٢٦/٢٤٠.

❷ الفصول المهمة فی اصول الائمة از حر عاملی صفحه ١٥٢.

❸ عیون اخبار الرضا ١/ ٢٦٢.

❹ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الشیعة واهل البیت از علامہ احسان الهی ظهیر رحمہ اللہ صفحه ١٩١.

نزولِ وحی:

انکارِ ختم نبوت کی طرف شیعہ مذہب کے بانیوں کی طرف سے جو آخری قدم اٹھایا گیا وہ یہ تھا کہ انہوں نے عقیدہ وضع کیا کہ اماموں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام کی طرح باقاعدہ وحی نازل ہوتی تھی، علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ شیعوں کے اس عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی کتاب بین الشیعۃ واھل السنۃ میں لکھتے ہیں:

"ان الشیعة یعتقدون نزول الوحی علی ائمتهم وعن طریق جبریل وعن طریق ملك اعظم وافضل من جبریل، فان أئمتهم فی الحدیث بوّبوا ابو ابا مستقلّة فی هذا الخصوص" 1

''شیعہ گروہ کا عقیدہ ہے کہ ان کے اماموں پر وحی نازل ہوتی ہے، اکثر اوقات تو جبریل علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر ان پر نازل ہوتے تھے اور کبھی کبھی شیعوں کے مطابق حضرت جبریل علیہ السلام سے بھی عظیم اور افضل فرشتہ ان پر نازل ہوتا تھا شیعہ اکابرین نے اس سلسلے میں مستقل ابواب قائم کیے ہیں۔''

یہ عقیدہ رکھنے کے بعد نہ صرف یہ کہ شیعوں اور دیگر منکرین ختمِ نبوت کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا بلکہ اس عقیدے میں شیعہ اثنا عشری اپنے ہم عقیدہ تمام فرقوں پر بھی بازی لے گئے ہیں۔ شیعوں کی کتب میں ان کے محدثین واکابرین نے بہت سی ایسی نصوص ذکر کی ہیں جن سے واضح طور پر یہ ثبوت ملتا ہے کہ شیعہ اپنے اماموں پر وحی نازل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اس سلسلے میں اہم ترین کتاب بصائر الدرجات ہے جو محمد بن حسن الصفار کی تصنیف ہے۔ محمد بن حسن صفار شیعوں کے سب سے بڑے محدث کلینی کا استاد ہے اور

---

1 بین الشیعة واهل السنة صفحه ١٤١، مطبوعه اداره ترجمان السنة لاهور.

قدیم ترین شیعہ محدث ہے، شیعہ مؤرخین کے مطابق یہ شخص گیارھویں امام حسن عسکری کے مقربین میں سے تھا۔ ❶

اس شیعہ محدث نے اپنی کتاب "بصائر الدرجات الکبریٰ فی فضائل آل محمد" میں بے شمار ایسے عنوانات قائم کیے اوران کے تحت ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے شیعوں کے اس عقیدے کی توضیح ہوتی ہے، چنانچہ اس کتاب کا ایک عنوان ہے:

"الباب الخامس عشر فی الائمة علیهم السلام ان روح القدس یتلقاهم اذ احتاجوا الیه" ❷

یعنی ......"جب ائمہ کو ضرورت محسوس ہوتی ہے تو روح القدس ان سے ملاقات کی لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔"

روح القدس سے کیا مراد ہے یہی صفار اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے امام جعفر صادق فرماتے ہیں:

"خلق والله اعظم من جبرائیل و میکائیل، وقد کان مع رسول الله صلی الله علیه وآله یخبره ویسدّده، وهو مع الائمة یخبرهم ویسددهم" ❸

"روح القدس جبرائیل اور میکائیل سے بھی بڑا فرشتہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں یہ فرشتہ آپ کے ساتھ ہوتا تھا، آپ کو غیب کی خبریں دیا کرتا اور آپ کی رہنمائی کرتا تھا، اب وہ اماموں کے ساتھ ہوتا ہے انہیں غیب کی خبریں دیتا اوران کی راہنمائی کرتا ہے۔"

---

❶ رجال طوسی صفحه ٤٣٦.

❷ بصائر الدرجات از صفار، الباب الخامس عشر الجزء التاسع صفحه ٤٧١.

❸ ایضاً، صفحه ٤٧٥.

ایک اور روایت کے مطابق یہ فرشتہ (جس کی قرآن وحدیث میں کوئی وضاحت نہیں ہے) ❶ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی نبی یا رسول اللہ پر نازل نہیں ہوا۔ یہ صرف آپ ﷺ اور بارہ اماموں کے لیے مخصوص ہے۔ ❷

اس قسم کی روایات کلینی نے بھی اصول کافی میں ذکر کی ہیں۔ لکھتا ہے:

''امام ابوعبداللہ (جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا:

جب سے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل ومیکائیل سے بھی بڑے روح نامی اس فرشتے کو نازل فرمایا ہے یہ آسمانوں پر نہیں گیا، ❸ پہلے یہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوتا تھا اب یہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔'' ❹

ایک اور شیعہ محدث حر العاملی اپنی کتاب ''الفصول المهمة فی اصول الائمة'' میں لکھتا ہے:

''ان الملائكة ينزلون ليلة القدر الى الارض ويخبرون الائمة عليهم السلام بجميع ما يكون فى تلك السنة من قضاء وقدر، وانهم يعلمون كل علم الانبياء عليهم السلام'' ❺

''لیلۃ القدر میں فرشتے زمین پہ اترتے ہیں، اماموں کے پاس جاتے ہیں اور انہیں سال بھر میں رونما ہونے والے تمام واقعات اور قضاء وقدر یعنی اللہ تعالیٰ نے اس سال کے لیے جتنے بھی فیصلے کیے ہیں ان کی خبر دیتے ہیں

---

❶ اس فرشتے کی حیثیت بھی وہی ہے جو قادیانیوں کے ''ٹیچی ٹیچی'' فرشتے کی ہے۔

❷ بصائر الدرجات - الباب الثامن عشر صفحه ۴۸۱.

❸ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ آسمانوں پر نہیں گیا تو وحی کہاں سے لے کر آتا ہے؟

❹ اصول کافی - کتاب الحجه ۱/۲۷۳.

❺ الفصول المهمة فی اصول الائمة باب ۹۴ صفحه ۱۴۵.

اسی طرح بارہ اماموں کے پاس تمام انبیائے کرام کا علم ہوتا ہے۔
علی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئی مرتبہ ہم کلام ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ اور علی علیہ السلام کے درمیان حضرت جبرائیل علیہ السلام واسطہ ہوتے تھے۔''❶

ایک اور جگہ لکھتا ہے:

''ایک دفعہ جبرائیل ومیکائیل علی علیہ السلام پر نازل ہوئے اور ان سے گفتگو کی۔''❷

نیز......

''امام باقر اور امام جعفر علیہما السلام کے پاس ایک دفعہ جبریل اور ملک الموت آئے، جبریل بوڑھے آدمی کی شکل میں تھے اور میکائیل جوان اور خوبصورت آدمی کی شکل میں۔''❸

ایک دفعہ حضرت جعفر سے دریافت کیا گیا:

''اے حضرت! جب آپ سے کوئی ایسا سوال پوچھا جاتا ہے جس کا آپ کو علم نہیں ہوتا تو آپ کیا کرتے ہیں؟ جواب میں کہا: جب کبھی ایسی صورت حال پیدا ہوتی ہے تو روح القدس ہماری راہنمائی کرتے ہیں۔''❹

بصائر الدرجات میں شیعہ راوی بشر بن ابراہیم سے روایت ہے:

''ایک روز میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص اندر داخل ہوا اور کوئی مسئلہ دریافت کیا۔

امام علیہ السلام فرمانے لگے: ''ما عندی فیها شیء مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

❶ بصائر الدرجات، باب السادس عشر صفحه ٤٣٠.
❷ ایضاً، صفحه ٣٤١.
❸ بصائر الدرجات - الجزء الخامس صفحه ٢٥٣.
❹ ایضاً الباب الخامس عشر صفحه ٤٧١.

وہ آدمی یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ دعویٰ واجب الاطاعت ہونے کا کرتے ہیں مگر سوالات کا جواب دے نہیں سکتے؟

امام جعفر علیہ السلام نے فوراً دیوار کے ساتھ اپنا کان لگالیا گویا کہ کوئی انسان ان سے ہم کلام ہو۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا:

سائل کہاں ہے؟

اسے واپس بلایا گیا، امام علیہ السلام نے اسے اس کے سوال کا جواب دیا اور وہ واپس چلا گیا، پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: "لولا نزاد لنفد ماعندنا ." [1]

"یعنی ...... اگر ہمارے علم میں اضافہ نہ کیا جائے تو ہمارا علم کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔"

آخر میں اصول کافی کی ایک عبارت نقل کر کے ہم اس بحث کو سمیٹتے ہیں۔ کلینی نے اپنی کتاب میں عنوان قائم کیا ہے:

"باب ان الائمة تدخل الملائكة بيوتهم تطأبسطهم وتاتيهم بالاخبار"

یعنی ...... "فرشتے اماموں کے گھروں میں داخل ہوتے ہیں، ان کی مسندوں پر بیٹھتے ہیں اور انھیں غیب کی خبر دیتے ہیں۔"

ان واضح نصوص وعبارات کے بعد کسی شیعہ کے لیے اس امر کی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ اماموں پر نزول وحی کے عقیدے کا انکار کرے اور کہے کہ شیعہ ختم نبوت کے منکر نہیں یا یہ کہ وہ بارہ اماموں کو بارہ نبی نہیں سمجھتے۔

---

[1] بصائر الدرجات صفحه ٤١٢ .

خلاصہ بحث

گزشتہ ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ شیعہ اثنا عشری عقیدۂ امامت کے پردے میں ختم نبوت کے منکر ہیں امام ان کے نزدیک:

۱- اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے۔

۲- معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔

۳- واجب الاطاعت ہوتا ہے۔

۴- اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔

شیعہ قوم یا تو ان عقائد سے توبہ کرے اور اپنے ان تمام اکابرین سے برأت کا اظہار کرے جنھوں نے ان عقائد کو وضع کیا اور انہیں مسلمانوں میں رواج دیا اور یا پھر کھل کر کہے کہ ان کے نزدیک ختم نبوت کا کوئی تصور نہیں اور آخری نبی محمد ﷺ نہیں بلکہ محمد بن عسکری تھے تاکہ مسلمان امت ان کے متعلق دوٹوک فیصلہ کر سکے۔

یہ مقالہ ان شیعہ حضرات کے لیے اتمام حجت کی حیثیت رکھتا ہے جو واقعی حق کے متلاشی ہیں اور اپنی عاقبت کو سنوارنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ چاہیں گے کہ وہ ایسے مذہب کو اختیار کیے رکھیں جس کی تعلیمات واضح طور پر اسلام اور کتاب وسنت سے متصادم ہوں۔ اور جس مذہب میں ختم نبوت ورسالت کا تصور موجود نہ ہو؟

نسأل الله الهداية وهو الهادى الى سواء السبيل

عطاء الرحمٰن ثاقب

۳۰-نومبر ۱۹۸۹ء

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ تفسیر ابن جریر الطبری

۳۔ تفسیر جامع البیان القرطبی

٤۔ تفسیر ابن کثیر

٥۔ تفسیر المدارك النسفی

٦۔ تفسیر لباب التاویل الخازن

۷۔ تفسیر مفاتیح الغیب الرازی

۸۔ الاتقان السیوطی

۹۔ تفسیر الکشاف الزمخشری

۱۰۔ فتح القدیر الشوکانی

۱۱۔ تفسیر ابن عباس

۱۲۔ صحیح البخاری

۱۳۔ صحیح مسلم

۱٤۔ سنن الترمذی

۱٥۔ سنن ابی داؤد

۱٦۔ سنن ابن ماجه

۱۷۔ مؤطا امام مالك

۱۸۔ مسند احمد
۱۹۔ سنن البیهقی
۲۰۔ سنن الدارمی
۲۱۔ مستدرك حاكم
۲۲۔ مشکوٰة المصابیح
۲۳۔ البرهان فی علوم القرآن الزرکشی
۲٤۔ الموافقات للشاطبی
۲۵۔ الشفاء قاضی عیاض
۲٦۔ الفصل فی العلل والنحل ابن حزم الظاهری
۲۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام ابن حزم الظاهری
۲۸۔ الاحکام الآمدی
۲۹۔ التوضیح فی الاصول
۳۰۔ التلویح علی التوضیح
۳۱۔ المنار فی الاصول
۳۲۔ تاریخ الملوك والامم الطبری
۳۳۔ مختصر التحفة الاثنی عشریة شاہ عبدالعزیز دہلوی باختصار الشیخ الالوسی
۳٤۔ لسان العرب ابن منظورالفریقی
۳۵۔ تاریخ ادبیات ایران ڈاکٹر براؤن
۳٦۔ الخطوط العریضة السید محب الدین الخطیب

کتب الشیعة

۳۷۔ تفسیر العسکری
۳۸۔ تفسیر القمی
۳۹۔ مجمع البیان الطبرسی
۴۰۔ تفسیر الصافی المحسن الکاشی
۴۱۔ تفسیر العیاشی
۴۲۔ تفسیر التبیان الطوسی
۴۳۔ البرھان فی تفسیر القرآن
۴۴۔ مقبول قرآن
۴۵۔ نہج البلاغہ
۴۶۔ الکافی فی الاصول الکلینی
۴۷۔ الکافی فی الفروع الکلینی
۴۸۔ الصافی شرح الکافی فی الفارسیة
۴۹۔ بصائر الدرجات الصفار
۵۰۔ تہذیب الاحکام الطوسی
۵۱۔ کتاب الاحتجاج الطبرسی
۵۲۔ کتاب الخصال ابن بابویہ القمی
۵۳۔ جامع الاخبار ابن بابویہ القمی
۵۴۔ الاعتقادات ابن بابویہ القمی
۵۵۔ شرح نہج البلاغہ المیثم
۵۶۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید

۵۷۔ رجال کشی
۵۸۔ الفہرست النجاشی
۵۹۔ فہرست الطوسی
۶۰۔ تنقیح المقال المامقانی
۶۱۔ مجالس المؤمنین التستری
۶۲۔ فرق الشیعة النوبختی
۶۳۔ تاریخ "روضة الصفا" فارسی
۶۴۔ کتاب الخرائج والجرائح الراوندی
۶۵۔ کشف الغمة الاردبیلی
۶۶۔ من لا یحضره الفقیه
۶۷۔ الانوار النعمانیة السید الجزائری
۶۸۔ حدیقة الشیعة الاردبیلی
۶۹۔ تذکرة الائمة المجلسی
۷۰۔ حیات القلوب المجلسی
۷۱۔ مجالس المؤمنین المجلسی
۷۲۔ بحار الانوار المجلسی
۷۳۔ بحر الجواهر الموسوی
۷۴۔ الامال شیخ مفید
۷۵۔ ضربة حیدریة
۷۶۔ فصل الخطاب النوری الطبرسی
۷۷۔ منبع الحیاة السید الجزائری

٧٨۔ الانصاف النقی الهندی

٧٩۔ عقائد الشيعة البرجردی

٨٠۔ موعظة تحریف القرآن الحائری الهندی

٨١۔ هداية الطالبين محمد تقی الکاشانی

٨٢۔ استقصاء الافهام ولدار علی الهندی

٨٣۔ ارشاد العوام الکرمانی

٨٤۔ اساس الاصول

٨٥۔ الاستبصار الطوسی

٨٦۔ مناقب آل ابی طالب للمازندرانی

٧٧۔ مسالك الافهام العاملی

٨٨۔ مع الخطيب الصافی

❀❀❀❀